::خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم،اور سانحۂ کربلا حقائق کے آئینہ میں:

سانحۂ کربلا اسلامی تاریخ کا وہ اہم ترین موڑ ہے، جس نے مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کر دیا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے امت مسلمہ کو اتحاد کی جس لڑی میں پرو یا تھا، ٹھیک بیس سال بعد وہ لڑی ایسے ٹوٹی، کہ اب قیامت تک اس کا اتحاد ناممکن ہے، مسلمان کہلوانے والوں میں ایسے ایسے عقائد در آئے، کہ محتاط سے محتاط علماء بھی یہ کہنے پہ مجبور ہو گئے، کہ ان خیالات کا حامل شخص مسلمان نہیں، اس واقعہ کی وجہ سے امت میں چند گروہ پیدا ہوئے۔

پہلا گروہ: یہ لوگ خانوادۂ رسول سے محبت کے دعویدار ہیں، ان کے نزدیک صرف اور صرف خانوادۂ رسول ہی مسلمان ہے، باقی سب صحابۂ کرام نعوذ باللہ کفار مرتد ہیں،

دوسرا گروہ: اس میں ایسے لوگ نظر آتے ہیں، جو" یزید" کی محبت میں خانوادۂ رسول کو برا، باغی، اور اقتدار کی ہوس میں مبتلا قرار دیتے ہیں،

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے، جو خانوادۂ رسول سے محبت اور پیار کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں، لیکن" یزید" کو کافر، فاسق، اور کائنات کا بدترین شخص گردانتے ہیں۔

چوتھا گروہ: خانوادۂ رسول سے بھی محبت وپیار کا علمبردار ہے، لیکن" یزید" کے معاملہ میں بھی مکمل سکوت کا قائل ہے، نہ رحمت کی دعا نہ لعنت کی بددعاء۔

پانچواں گروہ: خانوادۂ رسول سے بھی قلبی محبت اور ان سے محبت کو اپنے ایمان کا حصہ گردانتا ہے، اور چند احادیث طیبہ سے راہنمائی لیتے ہوئے حدیث مغفور لھم کا مصداق" یزید" کو سمجھتے ہوئے اس کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعاء کا علمبردار ہے،

ہم اردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والے یہ سمجھتے ہیں، کہ شاید سارے کا سارا دین ہندوستان اور پاکستان ہی میں ہے، بقیہ

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اسلامی ممالک میں دین اسلام کا وجود ہی نہیں، اپنے معاشرہ میں موجود چند استعارات کو بھی اس طرح پیش کرتے ہیں، جیسے وہ قرآن مجید کی آیات ہوں، یا احادیث طیبہ۔

باقی لوگوں کی طرح میں بھی یہ کر سکتا ہوں، چند کتب سے اپنی سوچ اور فکر کے مطابق واقعات کاپی پیسٹ کر لوں (جیسا کہ " سو کالڈ معتدل رافضی عالم مجھ پہ ایک سال سے الزام لگاتے چلے آ رہے ہیں) لیکن یہ علمی بد دیانتی ہوگی، جس کا مجھے دنیا میں تو نہیں، لیکن حشر میں ضرور جواب دینا ہوگا، وہاں میری شفاعت نہ آل رسول نے کروانی ہے، نہ آل معاویہ رضی اللہ عنہ نے،

کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔ لا یشفع عندہ الا باذنہ۔ کوئی کسی کی جبری شفاعت نہیں کروا سکے گا، جب تک کہ اسے اجازت نہ دی جائے،

میں اپنی ذاتی زندگی میں جتنا بڑا خطاکار یا گناہ گار بھی ہوں، یہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے، وہ ستار العیوب بھی ہے، اور غفار الذنوب بھی، اس کی رحمت بے حد و کنار ہے،

لیکن جہاں امت مسلمہ کے اجتماعی مسائل اور حقائق کی بات آئے گی، میں بحیثیت ایک طالب العلم کے انہی اصولوں پہ چلتے ہوئے تحقیق و جستجو کے میدان میں قدم رکھوں گا، جو اصول صدیوں سے امت کے ان لوگوں نے وضع کئے ہیں، جن پہ پوری امت مسلمہ کا اعتماد ہے، کسی بھی شخصیت چاہے وہ مجھے اچھی لگتی ہے یا بری، کے بارہ میں اپنی رائے کا کوئی اظہار نہیں کرونگا، بلکہ اسلاف نے جو کچھ ان کے بارہ میں لکھا ہے، اسے یکجا کر کے آپ کے سامنے پیش کرونگا، فیصلہ آپ کا کام ہوگا، کہ آپ نے کس راستہ پہ چلنا ہے،

کیونکہ میرا عقیدہ ہے، دنیا میں ایک شخص بھی نعوذ باللہ میری وجہ سے گمراہ ہوا، تو اس کا بار میری گردن میں ڈالا جائے گا، اور اگر کوئی شخص سیدھے راستہ پہ چلا، تو اسکا اجر بھی ان شاء اللہ مجھے ملے گا، اور بارگاہ رب العزت سے میں اسی اجر کا طلب گار ہوں انشاء اللہ۔

یہ مضمون کافی روز تک چلے گا، اس لئے کہ میرے پاس وقت کی بہت زیادہ قلت ہوتی ہے، کہ میں نے اپنے کاروبار کو بھی وقت دینا ہوتا ہے، اور اپنی فیملی کو بھی،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ان باکس سوالات کے جوابات دینے میں دیر لگ جائے، تو متکبر، مغرور وغیرہ کے طعنے بھی سننے پڑتے ہیں، کچھ دیگر مصروفیات بھی ہوتی ہیں، اس کے باوجود میں کوشش کرونگا، چند دن کے اندر اندر اس معاملہ کو سمیٹ سکوں، میں اس مضمون میں ان تمام اعتراضات کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں، جو اصحاب رسول خصوصا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہ لگائے جاتے ہیں،

اس دور یا اس کے بعد کے مؤرخین کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں، جس کے بغیر حقیقی اور سچی تصویر نظر ہی نہیں آسکتی،

ایک ضمنی اور اہم بات یہ بھی عرض کرتا جاؤں، کہ روافض ہمیشہ اصل موضوع سے توجہ ہٹانے کے لئے غیر متعلقہ سوالات شروع کر دیتے ہیں، اور یہی ان کو بنیادی سبق پڑھایا گیا ہے، ان اقساط میں کسی بھی قسط کے مندرجات پہ جو بھی سوال اٹھایا جائے گا، میں اس کا جواب دینے کا پابند ہونگا، غیر متعلقہ سوالات سے پوسٹ کو ہائی جیک کرنے کوشش کرنے والوں کو فی الفور انفرینڈ کردونگا، چاہے وہ کوئی رافضی ہو یا سنی نما رافضی !

پوری کہانی اور تمام واقعات کو سمجھنے کے لئے پہلے ہم ابتدا کریں گے اس دور یا اس کے فورا بعد کے مؤرخین سے۔

"اولیں مؤرخ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری "

صحابہ کرام کا دور پہلی صدی ہجری ہے،

اس میں کئی وجوہات کی بناء پہ تاریخ لکھنے کی طرف توجہ نہیں کی گئی،

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا فوکس تاریخی واقعات کی بجائے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ تھا !

انہیں پڑھنا یاد کرنا یاد کروانا ان میں سے مسائل کا استنباط اور انہیں اگلی نسلوں تک پہنچانا ان کی زندگیوں کا اہم ترین مقصد تھا!

کاغذ کی انتہائی کمیابی تھی، جس کی وجہ سے کچھ لوگوں نے احادیث نبویہ کو اپنے ذاتی رجسٹروں میں لکھ رکھا تھا، ان کی حیثیت ایک ذاتی ڈائری کی طرح تھی،

تاریخی واقعات کو انہوں نے اپنے اپنے حافظوں تک محدود رکھا، اور اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی، کہ ان

واقعات پہ مشتمل کوئی کتاب تحریر کی جائے،

اسی وجہ سے پہلی صدی ہجری میں تاریخی واقعات کی روایات بکھری رہیں،اور لوگ احادیث کے ساتھ ساتھ انہیں بھی روایت کرتے رہے، لیکن احادیث کی طرح ان پہ کوئی خاص توجہ نہ دی گئی،

تاہم اس صدی میں بھی چند ایسے اشخاص ملتے ہیں، جنہوں نے تاریخ پہ بھی توجہ کی،

ان میں سے سب سے پہلی شخصیت " محمد بن مسلم بن شہاب زہری" کی ہے،ان کے بارہ میں یہ کہا جا سکتا ہے، کہ زہری اپنے دور میں علم روایت کے سب سے بڑے عالم تھے !

یہی وجہ ہے، کہ مؤطا امام مالک صحیح البخاری، صحیح مسلم و دیگر کتب احادیث میں ان کی روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے ،اگرچہ امت کے بڑے بڑے لوگوں نے کچھ معاملات میں ان پہ زبردست تنقید بھی کی ہے، مگر اہل علم کی غالب اکثریت نے ان کی چند انتہائی فحش غلطیوں کے باوجود ان پہ اعتماد بھی کیا ہے،

زہری صاحب کی پیدائش 58 ہجری کی ہے،

تاریخ اسلام کے خونچکاں حادثات جیسے جنگ جمل، جنگ صفین، یا واقعۂ کربلا ان میں سے دو حادثات تو ان کی پیدائش سے بھی بیس بائیس سال قبل کے ہیں اور ایک حادثہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر صرف دو سال تھی،

زہری صاحب جب بھی ان واقعات میں سے کسی واقعہ کی تفصیل بیان فرماتے ہیں، تو سند ذکر نہیں کرتے، جس سے یہ معلوم ہو سکے، کہ اس واقعہ کو بیان کرنے والے لوگ سچے ہیں یا جھوٹے؟

ڈائیریکٹ واقعہ بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں،ان واقعات میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں، جن میں کسی نہ کسی صحابی کی کردار کشی ملتی ہے، چونکہ زہری صاحب ان واقعات کے عینی شاہد بھی نہیں،اور بتانے والے کا ذکر بھی نہیں کرتے،اس لئے وہ منقطع سند والے واقعات قابل اعتماد نہیں۔

"یونس بن یزید الایلی "

یہ بزرگ زہری صاحب کے شاگرد خاص ہیں،ان کی تاریخ پیدائش تو نامعلوم ہے،البتہ تاریخ وفات 152 ہجری ہے،انہیں دوسری صدی کے مؤرخین میں گنا جاتا ہے، یہ بزرگ زہری صاحب کی کتب کے حافظ تھے،اور زہری

صاحبزادہ ضیاء ناصر

صاحب کی تاریخی روایات کا اہم ترین حصہ انہیں سے مروی ہے، اگرچہ بعض آئمۂ جرح وتعدیل نے انہیں قابل اعتماد گردانا ہے، تاہم جن لوگوں نے گہرائی میں جا کے انکی تحقیق وتفتیش کی ہے، ان کا بیان یہ ہے، کہ ان کا حافظہ کمزور تھا! امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، کہ یونس نے زہری کی روایات لکھنے میں بکثرت غلطیاں کی ہیں، اور بڑی عجیب وغریب روایات بیان کی ہیں، زہری سے جتنی بھی منقطع سند والی روایات بیان کی گئی ہیں، ان تمام میں صحابۂ کرام کی کردار کشی ہے، اوران کو زہری سے روایت کرنے والے یہی یونس بن یزید ایلی ہیں۔

"محمد بن اسحاق "

یہ بزرگ مشہور عالم تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پہ کتاب بھی لکھی، جسکا جزوی حصہ اب بھی مختلف کتب سیرت میں موجود ہے، دور صحابہ کی تاریخ کے بارہ میں ان سے زیادہ روایات مروی نہیں، ان کی پیدائش سن 85 ہجری اور وفات 151 ہجری کی ہے۔ کچھ لوگ تو انہیں سب سے بڑا عالم قرار دیتے ہیں یعنی زہری اور ابن مدینی، لیکن امام مالک جو ان کے ہم عصر ہیں، اور عمر میں ان سے آٹھ سال چھوٹے ہیں، انہیں " دجال " کا لقب دیتے ہیں، ان پہ " شیعہ " اور فرقہ قدریہ " سے تعلق کا الزام ہے، نیز تدلیس کا الزام بھی ہے، کہ غیر ثقہ راوی کا نام چھپا جایا کرتے تھے،

"محمد بن عمر الواقدی "

یہ شخص دوسری صدی ہجری کا سب سے بڑا مورخ ہے، اس کی پیدائش سن 130 اور وفات 207 ہجری کی ہے، بحیثیت ایک طالب العلم کے اس شخص سے بڑا دجال عالم مجھے تاریخ اسلامی میں کوئی نظر نہیں آتا، خطیب بغدادی نے لکھا ہے، ایک روایت کے مطابق بیس جلدوں میں اور ایک روایت کے مطابق سو جلدوں میں " واقدی " صاحب نے جنگ احد کے حالات لکھے ہیں، چند گھنٹے ہونے والی جنگ کے حالات اگر بیس جلدوں میں بھی لکھ دئے جائیں، تو اندازہ کیا جا سکتا ہے، یہ شخص کتنا بڑا داستان گو اور افسانہ نگار تھا، ابن المدینی کہتے ہیں، واقدی تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتا تھا، جو بلکل ہی اجنبی تھیں،

کتب تاریخ میں وہ تمام روایات جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص یا کوئی منفی بات ہے، اس میں یہ

واقدی صاحب ضرور موجود ہوتے ہیں، جس سے یہ واضح نظر آتا ہے، کہ سیدنا علی اور ان کی اولاد کے بارہ میں اس شخص کے دل ودماغ میں تعصب موجود تھا، لیکن بعض شیعہ اہل علم مثلا" ابن الندیم" کہتے ہیں، کہ واقدی شیعہ تھا، تقیہ کرکے اپنے آپ کو اہل سنت میں ظاہر کرتا تھا،

"علی بن محمد المدائنی "

یہ بھی دوسری صدی کے مؤرخ ہیں،

سن 132 ہجری میں ان کی پیدائش ہے، اور 225 میں وفات، ابن الندیم نے ان کی کتب کی تعداد 239 بتائی ہے، لیکن وہ باقی نہیں، تاہم ان کی بیان کردہ روایات کا بڑا حصہ تیسری صدی کی کتب تاریخ کا حصہ بن گیا ہے۔ جرح وتعدیل کے امام ابن عدی کہتے ہیں، یہ حدیث کے معاملہ میں قوی نہیں، اخباری ہیں، اور ان کی اکثر روایات اسناد کے بغیر ہیں، یحیی بن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے، لیکن اکثر ائمۂ جرح وتعدیل نے لکھا ہے، بذات خود قابل اعتماد ہیں، لیکن ان کی روایات کی اسناد دیکھنا چاہئیں، کہ جن سے روایت کر رہے ہیں وہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں؟

"ابو مخنف لوط بن یحیٰی "

یہ صاحب پیدا کب ہوئے، یہ تو معلوم نہیں، لیکن ان کی وفات 170 ہجری کی ہے، صحابۂ کرام اور بنو امیہ کے متعلق جتنی بھی منفی روایات ملتی ہیں اس دو تہائی حصہ انہی سے مروی ہے، جنگ جمل، جنگ صفین، واقعۂ تحکیم، سانحۂ کربلا، سانحۂ حرہ اور اس کے بعد کے واقعات کا زیادہ تر حصہ انہی سے تاریخ الامم والرسل والملوک" المعروف " تاریخ طبری میں مذکور ہے، واقعۂ کربلا پہ دنیا میں سب سے پہلی تصنیف" مقتل الحسین" انہی صاحب کی لکھی ہوئی ہے، ان کی اور بھی کئی کتب ہیں، مثلا کتاب الجمل، کتاب مقتل امیر المؤمنین، کتاب مقتل الحسن، کتاب السقیفہ ودیگر کتب، کل تعداد اٹھائیس کے قریب بنتی ہے، اکثر نایاب ہیں، لیکن ان کی روایات کا بڑا حصہ تاریخ کی دیگر کتب کا حصہ بن چکا ہے، صرف تاریخ طبری میں مجموعی طور پہ پانچ سو سے زیادہ روایات ابو مخنف سے مروی ہیں، جن میں سے صرف واقعۂ کربلا پہ ان کی روایات کی تعداد 118 ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوران حکومت کے حالات وواقعات پہ 126 روایات ہیں، مختار ثقفی کے حالات پہ 124 روایات، بقیہ 140 کے

قریب روایات دیگر واقعات کے بارہ میں ہیں،

بہت سارے ائمۂ حدیث نے ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے ان کی روایات کو متروک قرار دیا ہے، کئی ائمۂ حدیث نے ان کے شیعہ ہونے کا ذکر کیے بغیر ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن عدی کہتے ہیں، یہ ایک افراطی قسم کا شیعہ ہے، اس کی احادیث کی سند نہیں، اور یہ ایسی ایسی مکروہ اور ناپسندیدہ روایات پیش کرتا ہے، جو نقل کرنے کے بھی لائق نہیں، ذہبی کہتے ہیں، یہ متروک ہے، اور مجہول افراد سے روایت کرتا ہے، دار قطنی کہتے ہیں، ضعیف اخباری ہے، ابن حجر کہتے ہیں، اس پہ اطمینان نہیں کیا جا سکتا،

دوسری طرف شیعہ ائمۂ رجال نے انہیں ثقہ اور قابل اعتماد لکھا ہے، شیخ طوسی نے اپنی علم رجال کی کتاب میں اسے امام جعفر صادق کا صحابی لکھا ہے، شیخ عباس قمی لکھتے ہیں، ابو مخنف عظیم شیعہ مؤرخ ہیں،

غرضیکہ اہل سنت ائمۂ رجال کی اکثریت نے ابو مخنف کو ضعیف، متروک، دل جلا شیعہ، اور وضاع تک لکھا ہے

دوسری طرف شیعہ ائمۂ رجال نے اسے ثقہ اور قابل اعتماد لکھا ہے،

ابن اثیر جیسے سنی مؤرخین نے بھی اس کی روایات کثیر تعداد میں نقل کی ہیں، یہ کہہ کے، کہ ہمیں تو جو جو اور جس طرح کی بھی روایات ملیں ہم نے درج کر دیں، اب آگے پڑھنے والے کا کام ہے، وہ تحقیق کرتا پھرے، اور آج کے پڑھنے والوں کی حالت یہ ہے، بڑے بڑے محققین نے کتاب کے مقدمہ میں لکھی ہوئی اس اہم ترین بات کی طرف تو توجہ نہ کی، کہ صاحب کتاب کیا کہہ رہا ہے، لیکن اس کی کتاب میں موجود روایات جو بغیر اسناد کے یا وضاع اور کذاب راویوں کی روایات ہیں، انہیں صحیفۂ آسمانی سمجھ کے قبول کر لیا، جب کسی نے اعتراض کیا، کہ یہ روایت تو قرآن و سنت کے خلاف ہے، تو جواب دیا گیا، کیا ابن اثیر قرآن و سنت نہیں جانتے تھے، ابن جریر طبری قرآن و سنت نہیں جانتے تھے، ابن عبد البر سے تم بڑے عالم ہو، ابن خلدون کی تو تم جوتیوں میں بیٹھنے کے بھی لائق نہیں ہو وغیرہ وغیرہ، ایسے لوگوں کی خدمت میں میری دست بستہ گذارش ہے، ابن الاثیر الجزری جو عہد صحابہ کے چھ سو سال کے بعد کے مؤرخ ہیں، نے اپنی کتاب " الکامل " کا جو مقدمہ لکھا ہے اسے ہی کم از کم پڑھ لیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گیں، اندھی تقلید اور مکھی پہ مکھی بٹھانے سے شاید باز آجائیں،

محمد بن سائب کلبی "

یہ بھی دوسری صدی ہجری کے مؤرخ ہیں، ان کا تعلق بھی ابو مخنف پارٹی ہی سے ہے " غصب فدک اک افسانہ یا حقیقت " کی قسط نمبر 5 میں بھی ان کا تفصیلی تعارف کروا چکا ہوں، یہ وہی صاحب ہیں، جن کی کنیت ابو سعید کے آگے الخدری لگا کے شیعہ دھوکہ دیتے ہیں، کہ یہ ابو سعید الخدری صحابیٔ رسول ہیں، نئے دوستوں کے لئے ان صاحب کا تعارف پھر ایک بار کروا دیتے ہیں،

ان صاحب کے بہت سے نام اور مختلف کنیتیں ہیں، اور اسی وجہ سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکہ ہو جاتا ہے،

کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی لیا جاتا ہے، اور کبھی حماد بن سائب کلبی کے نام سے پکارے جاتے ہیں، ان صاحب کی تین مختلف کنیتیں ہیں،

نمبر 1 ابو نضر، نمبر 2 ابو ہشام، نمبر 3 ابو سعید۔

یہ محمد بن سائب کلبی صاحب اول درجے کے جھوٹے، حدیثیں گھڑنے والے، اور شیعہ تھے۔

علامہ سخاوی نے رسالہ منظومہ جزری میں لکھا ہے،

ان من امثلۃ (ای من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ) محمد بن سائب کلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحاق وھو حماد بن سائب روی عنہ ابو اسامہ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موھما انہ الخدری وھو ابو ھشام روی عنہ القاسم بن الولید۔

ترجمہ؛ کہ ان لوگوں میں سے جن کے مختلف نام، اور متعدد کنیتیں اور لقب ہیں، ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہیں، انہی کی کنیت ابو نضر ہے، اور اس کنیت سے ابن اسحاق ان سے روایت کرتے ہیں، اور انہی کا نام حماد بن سائب بھی ہے، اور ابو اسامہ اسی نام سے ان سے روایت کرتے ہیں، اور انہی کی کنیت ابو سعید ہے، اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی ان سے روایت کرتے ہیں، تاکہ لوگوں کو اس شبہ میں ڈالیں، کہ یہ ابو سعید الخدری ہیں، اور انہی کی کُنیت ابو ہشام بھی ہے، اور اس کنیت سے قاسم بن الولید ان سے روایت کرتے ہیں۔

صاحبزادہ ضیاء ناصر

تقریب التہذیب میں ان حضرت کے بارہ میں یوں لکھا ہے،

محمد بن سائب بن بشیر الکلبی ابو نضر الکوفی النسابہ المفسر متھم باالکذب ورمی باالرفض من السادسہ مات سنۃ ماۃ وست اربعین۔

ترجمہ؛ محمد بن سائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی نسبت جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہیں، اس کی وفات سن 146 ہجری میں ہوئی۔

میزان الاعتدال میں ان صاحب کے متعلق یوں لکھا ہے، (عربی کی لمبی عبارت ہے اس لئے صرف ترجمہ پیش کرتا ہوں)

محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابو النضر ہے، وہ کوفی ہیں، اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں، امام ثوری ان کی نسبت کہتے ہیں، کہ کلبی سے بچنا چاہئے، اس پر کسی نے ان کو کہا، کہ آپ تو خود ان سے روایت کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا، میں اس کے جھوٹ کو اس کے سچ سے جدا کرنا جانتا ہوں، اور امام بخاری نے کہا ہے، کہ یحیٰی اور ابن مہدی نے اس کی روایت قابل ترک بتلائی ہے، اور امام بخاری نے یہ بھی کہا ہے، کہ علی نے یحیٰی سے اور انہوں نے سفیان سے بیان کیا ہے، کہ ابو صالح سے جو میں تم سے بیان کروں، وہ جھوٹی ہے، اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے، کہ وہ عبد اللہ بن سباء کے فرقہ کا تھا، اور ابو معاویہ کہتے ہیں، کہ اعمش نے کہا ہے، کہ اس سبائیہ فرقہ سے بچنا چاہئے، کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں، اور ابن حبان نے کہا، کہ کلبی سبائی تھا، یعنی ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں، کہ علی رضی اللہ عنہ مرے نہیں، اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کریں گے، اور اسے انصاف سے اس طرح بھر دیں گے، جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی، اور جب بھی وہ بادل کو دیکھتے، تو کہتے، کہ امیر المؤمنین (علی رضی اللہ عنہ) اسی میں ہیں، اور ابو عوانہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے ہوئے سنا، کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر وحی بیان کرتے، اور ایسا اتفاق ہوتا، کہ آپ رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء تشریف لے جاتے، تو جبرائیل علیہ السلام، علی رضی اللہ عنہ پہ اس وحی کو املا کرواتے (یعنی وحی حضرت علی پہ نازل کی جاتی) احمد بن زہیر کہتے ہیں، میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا، کہ کلبی کی تفسیر دیکھنا درست ہے؟

انہوں نے کہا نہیں، اور جوز جانی وغیرہ نے کہا، کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے، اور دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا، کہ وہ متروک ہے، یعنی اس کی روایت لینے کے لائق نہیں ہے، اور ابن حبان کہتے ہیں، اس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے، کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں، اور ان حضرت کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے، کہ وہ تفسیر کو ابو صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں، حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا، اور نہ ہی کلبی نے ایک حرف بھی ابو صالح سے سنا ہے، مگر جب بھی ان کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوتی، تو اپنے دل سے نکال لیتے، ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں، کجا یہ کہ اس کی سند (کوئی روایت) لینا۔

تذکرۃ الحفاظ (حفاظ الحدیث کا تذکرہ) میں امام ذہبی نے ان کے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جہاں تذکرہ کیا ہے، وہاں ان کے پدر بزرگوار "محمد بن سائب کلبی" کو رافضی لکھا ہے، اور ان کے فرزند ارجمند کو حفاظ الحدیث میں داخل بھی نہیں کیا،

معجم الادبا میں یاقوت حموی نے جہاں محمد بن جریر طبری کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، وہاں لکھا ہے، کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی، اسی لئے کتاب میں کچھ بھی "محمد بن سائب کلبی، مقاتل بن سلیمان، اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں سے نہیں لیا، کیونکہ یہ لوگ ان کے نزدیک مشکوکین میں سے ہیں،

امام محمد طاہر نے "تذکرۃ الموضوعات" میں کلبی صاحب کے بارہ میں فرمایا ہے،

قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اولہ الی آخرہ کذب لا یحل النظر فیہ

ترجمہ: امام احمد نے تفسیر کلبی کے بارہ میں کہا ہے، کہ تفسیر کلبی اول تا آخر جھوٹ ہے، اس کی طرف نظر بھی نہیں کرنی چاہئے۔

یہ حالت ہے جناب "ابو سعید" کی جن کو ابو سعید الخدری (صحابئ رسول کہہ کے پیش کیا جارہا ہے،

عقیدہ کے اعتبار سے پکے سبائی اور رافضی، اور صداقت ایسی، کہ جن جن کو زندگی میں کبھی نہ دیکھا، نہ سنا، ان سے روایات کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو ان کا شاگرد بنا کے پیش کرتے ہیں، ان کے اعتبار کی یہ کیفیت ہے، کہ طبری جیسا شخص بھی اپنی تفسیر میں ان سے روایت لینا جائز نہیں سمجھتا،

"ہشام بن محمد بن سائب الکلبی "

یہ صاحب محمد بن سائب کلبی کے بیٹے ہیں، اپنے والد ہی سے زیادہ روایات لیا کرتے تھے، ان کا سن وفات 204 ہجری ہے، تاریخ طبری میں ان کی بہت سی روایات ابو مخنف سے بھی ہیں، چند روایات انہوں نے اور رواۃ سے بھی لی ہیں، مشہور ہے کہ ان کی کتب کی تعداد 150 ہے، لیکن اس زمانہ میں شاید ہی کسی کے پاس ایک بھی کتاب ہو۔ آئمہ رجال نے ان کو بھی ان کے والد ہی کی طرح لکھا ہے،

"سیف بن عمر التیمی "

یہ صاحب بھی کثیر تاریخی روایات کے حامل ہیں، سن 185 ان کی وفات کا سال ہے، بہت ساری ایسی روایات جن میں سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی منفی تصویر پیش کی گئی ہے، انہی صاحب سے منقول ہیں، اکثر آئمہ رجال کے نزدیک، متروک، اور ضعیف ہیں، ابن حبان تو انہیں زندیق کہتے ہیں، چند اہل علم کے نزدیک ان کی وہ روایات قبول کی جاسکتی ہیں، جو عہد صحابہ کے سیاسی مسائل سے ہٹ کے ہوں، اور ان میں صحابہ کی کردار کشی نہ کی گئی ہو۔

دوسری صدی ہجری کے یہ تمام مؤرخین اصل راوی ہیں ان کتب کے، جو تیسری صدی ہجری یا اس کے بعد لکھی گئیں، مذکورہ بالا تمام افراد کی اپنی کتب تو مرور زمانہ کی نذر ہو گئیں، لیکن ان کی روایات کا اکثر حصہ بعد کی کتب تواریخ کا حصہ بن گیا، جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، پہلی صدی ہجری میں کاغذ کی کمیابی کی وجہ سے صرف احادیث وغیرہ لکھ کے محفوظ کی جاتی تھیں، لیکن دوسری صدی ہجری میں اسلامی دنیا میں کتب کا ایک بہت بڑا انقلاب آیا، جس کی وجہ یہ بنی، کہ ماوراء النہر کے علاقہ میں (موجودہ ازبکستان و ترکستان) میں اسلامی فوج کی چینی فوج کے ساتھ جنگی جھڑپ ہوئی، اس جھڑپ میں بہت سے چینی فوجی مسلمانوں کے قیدی بنے، جو کاغذ بنانے کے ماہر تھے، مسلم دنیا میں کاغذ کی بہت زیادہ ڈیمانڈ ہونے کی وجہ سے ان قیدیوں سے کاغذ بنانے کا طریقہ بھی سیکھا گیا، اور ان کی نگرانی میں بڑے بڑے شہروں میں کاغذ بنانے کے بڑے بڑے کارخانے لگائے گئے، کاغذ سستا اور عام ہوا، تو دوسری صدی ہجری اور تیسری صدی کے شروع میں ہزاروں کے حساب سے کتب مارکیٹ میں آنا شروع ہوئیں،

پرنٹنگ پریس کا وجود بھی ابھی نہیں تھا، کتابوں کو کمرشل پیمانے پہ پھیلانے کے لئے پڑھے لکھے لوگوں کا ایک طبقہ وجود میں آیا، جنہیں " وراقین " کہا جاتا تھا، ایک ایک بازار میں سو سو افراد بیٹھے ہوتے تھے جو کتب کی نقول تیار کر کے دیتے تھے، کسی بھی عالم کو اگر کسی کتاب کا سو نسخہ بھی تیار کروانا ہوتا، تو وہ وراقین کے بازار میں آ کے اپنی کتاب دیتے، اور چند ہی دنوں میں ان کو سو نسخے تیار مل جاتے تھے، کیونکہ کام جس کے پاس بھی آتا، سب آپس میں بانٹ لیتے، اسی لئے دوسری صدی ہجری کے مؤرخین اپنی روایات کو کتابی شکل میں مرتب کرنے لگے، تیسری صدی ہجری میں تاریخ کے بڑے مجموعے مرتب ہوئے، تو دوسری صدی کی تقریبا تمام کتب ان میں شامل کر دی گئیں، یہی وجہ ہے، آج ان کتب میں سے شاذ ہی کوئی کتاب کسی لائبریری میں یا کسی شخص کے پاس موجود ہو،

صرف ابو مخنف کی مرتب کردہ کتاب مقتل الحسین کو مختلف لوگوں نے دوبارہ مرتب کیا، مرتب کرنے والے ہر فرد نے اپنی اپنی مرضی کی روایات اس میں ڈال دیں، جس شخص کے ہاتھ جو نسخہ لگتا ہے، وہ اسی نسخہ کے مطابق شہادت حسین کا قصہ بیان کرنا شروع کر دیتا ہے،

تیسری صدی ہجری میں سب سے پہلی تاریخی روایات پہ مفصل کتاب تاریخ خلیفہ بن خیاط لکھی گئی، خلیفہ بن خیاط کا سال پیدائش 160 ہجری اور سال وفات 240 ہے، اس کتاب کو بھی کوئی خاص پذیرائی حاصل نہ ہو سکی، لیکن اس کے باوجود تقریبا ہر بڑی لائبریری میں یہ کتاب موجود ہے،

تیسری صدی ہجری کی کتب تاریخ ہی بنیادی طور پہ آج تک اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے،

تین طرح کی کتب اس زمانہ میں منصۂ شہود پہ آئیں۔ 1 (کتب انساب، 2 کتب مغازی، 3 کتب تاریخ۔)

اس زمانہ میں عربوں کے ہاں نسب کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، اور اب بھی ہے، اور اسی کی بدولت قبائل کی پہچان اور ان کا تشخص قائم تھا، جو شخص جتنا بڑا انساب ہوتا، معاشرے میں اس کی اتنی ہی زیادہ عزت و توقیر ہوتی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی زمانۂ جاہلیت کے بہت بڑے نساب تھے، اس علم میں ہر شخص کا پورا شجرۂ نسب مرتب ہوتا رہتا تھا، اور آئندہ آنے والی نسلوں کو منتقل ہوتا رہتا تھا، اسی کے ضمن میں مختلف خاندانوں و قبائل کے درمیان دوستی، دشمنی، رشتہ داری، کس کی کس کے ساتھ شادی ہوئی، وغیرہ وغیرہ کو بنیادی اہمیت حاصل تھی، آج بھی اگر

کوئی شخص بنوہاشم وبنوامیہ کے آپس کے تعلقات ورشتہ داریوں کو صرف کتب انساب ہی سے دیکھ لے، توتاریخ کے حوالے دینے والے بزعم خود مفکرین کے منہ پہ تاریخ کے چیتھڑے اٹھاکے مارے، بنوہاشم وبنوامیہ کے آپس کے تعلقات کی ایک چھوٹی سی مثال دے کے آگے چلتاہوں،

مروان بن الحکم جن کو ہمارے اہل سنت بھی صبح شام تبرا کرتے رہتے ہیں، اور شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا بایں معنی ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، کہ خلافت عثمانی کے دوران ان کی چند بے اعتدالیاں اصل محرک تھیں، سیدنا عثمان کے خلاف بغاوت کی، ان مروان بن الحکم کے دو بیٹوں کی شادیاں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیوں کے ساتھ ہوئی تھیں، بنوامیہ وبنوہاشم کے درمیان رشتہ داریوں کی ایک لمبی فہرست ہے، جو اس وقت میرا موضوع نہیں، اگر کوئی دوست دلچسپی رکھتاہو، تودوسری اور تیسری صدی ہجری کے نساب مصعب الزبیری کی کتاب " نسب قریش" کا مطالعہ کرلیں، اس کتاب میں صرف نسب اور رشتہ داریوں کو بیان کیا گیاہے، اور قریش کی ذیلی شاخوں کی آپس کی رشتہ داریوں اور دیگر قبائل کے ساتھ رشتہ داریوں کو بیان کیا گیاہے، کوئی تاریخی واقعہ ذکر نہیں کیا گیا، اس کتاب اور صاحب کتاب کی غیر جانبداری مسلمہ ہے، اور یہ اتنے ثقہ ہیں، کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے روایات بھی لی ہیں، خالی الذہن وغیر جانبدار ہوکے اگر کوئی شخص اس کتاب کو پڑھ لے، تووہ کبھی بھی بنوامیہ وبنوہاشم کی زمانہ قبل از اسلام وبعد از اسلام بدترین دشمنی والے جھوٹ کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرسکتا،

مصعب الزبیری کے بعد تیسری صدی ہی کی انساب پہ سب سے زیادہ مفصل کتاب " انساب الاشراف" ہے، جو احمد بن یحییٰ بلاذری کی تصنیف ہے، اس کے 6700 سے زائد بڑے سائز کے صفحات ہیں، مختلف مکتبوں کی پرنٹنگ کے حساب سے 11 اور 13 جلدوں میں ہے، اس کتاب میں انساب کے ساتھ ساتھ تاریخی واقعات بھی درج کئے گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے انہوں نے ابتدا کی ہے، اور اپنے زمانہ تک اسے لائے ہیں، جو رشتہ داری میں رسول اللہ کے جتنا زیادہ قریب ہے، اس کا پہلے ذکر کیا ہے،

ان دونوں بزرگوں کو اعلی درجہ کا ثقہ مانا گیاہے،

اس کے بعد اسی زمانہ میں طبقات کی کتب بھی وجود میں آئیں، طبقات کی کتب میں مشہور شخصیات کے حالات زندگی

بیان کئے جاتے ہیں،اوران کتب کی ترتیب اس طرح ہے، رسول اللہ کی دعوت کے ابتدائی زمانہ کے لوگ ایک طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں، ہجرت کے بعداور غزوۂ بدر سے قبل ایک طبقہ، بدر کے بعداوراحد سے قبل ایک طبقہ وغیرہ وغیرہ، صحابۂ کرام کاآخری طبقہ وہ ہے، جوفتح مکہ کے بعداور رسول اللہ کی وفات تک ایمان لایا۔

اس سلسلہ کی سب سے اہم اور پہلی کتاب " الطبقات الکبری" ہے، جسے طبقات ابن سعد بھی کہتے ہیں، محمد ابن سعد خود توانتہائی قابل اعتماد مؤرخ ہیں، مگر بدقسمتی سے یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے کذاب اور وضاع جن کاذکر پہلی قسط میں گذر چکاہے " محمد بن عمرالواقدی" کے خاص الخاص شاگردوں میں سے ہیں،اوران کی کتاب میں بیشمار روایات " واقدی" صاحب کی موجود ہیں،اسی لئے اہل علم اس کتاب کی ان روایات کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں، جو" واقدی" کے علاوہ دوسرے قابل اعتماد لوگوں سے مروی ہوں،

کتب تاریخ میں جو مقام ومرتبہ " تاریخ الامم والرسل والملوک " المعروف" تاریخ طبری کو حاصل ہے، وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں،ابن جریر طبری کی پیدائش 224 ہجری اور وفات 310 کی ہے،تاریخ طبری میں جلیل القدر صحابۂ کرام خصوصاخلفاء ثلاثہ کی مدح میں بھی روایات موجود ہیں،اوران کی تنقیص میں بھی،اسی طرح حضرت علی کی شان میں بھی روایات موجود ہیں اوران کی تنقیص میں بھی، بعض اہل علم اسے سنی کہتے ہیں،اور بعض شیعہ، کئی شیعہ علماء یہ کہتے ہیں، طبری اپنی اوائل زندگی میں تو مذہب اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے،اور آخری عمر میں تشیع ان میں درآیا تھا، کچھ لوگ یوں کہتے ہیں، محمد بن جریر طبری تو سنی تھے، لیکن ان کے ہم نام محمد بن جریر بن رستم طبری شیعہ تھے،اگر دو طبری مان بھی لئے جائیں،تودوسرے طبری صاحب کی تو کوئی تصنیف " تاریخ طبری" ہے ہی نہیں،

ابن جریر طبری کی تاریخ طبری کو صحیفۂ آسمانی سمجھنے والے اگر صرف تاریخ طبری کے مقدمہ ہی کا مطالعہ کرلیں،تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں،

طبری اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ایک اہم بات لکھتے ہیں،

قارئین کتاب کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے، کہ میں نے جواخبار وآثار (روایات) اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں،اس

میں میرا اعتماد انہی روایات پر ہے، جنہیں میں نے ذکر کیا ہے، اور جن کے ساتھ ان کی سندیں بھی موجود ہیں، اس میں وہ حصہ بہت ہی کم ہے، جنہیں میں نے عقلی دلائل کے ادراک اور وجدانی استنباط کے بعد ذکر کیا ہے، کیونکہ گذشتہ واقعات کی خبروں کا نہ ذاتی طور پہ ہمارا مشاہدہ ہے، اور نہ وہ زمانہ ہی ہم نے پایا ہے، جن کا علم ہمیں صرف ناقلین اور راویوں کی بیان کردہ خبروں ہی سے ہو سکتا ہے، نہ کہ عقلی دلائل اور وجدانی استنباط سے، پس ہماری کتاب میں جو بعض ایسی روایات ہیں، جنہیں ہم نے پچھلے لوگوں سے نقل کیا ہے، ان کے بارے میں اگر اس کتاب کے پڑھنے یا سننے والے اس بنا پر کوئی برائی یا عیب پن محسوس کریں، کہ اس میں انہیں صحت کی کوئی وجہ اور معنی میں کوئی حقیقت نظر نہ آئے، تو انہیں معلوم ہونا چاہئے، کہ ہم نے انہیں خود اپنی طرف سے درج نہیں کیا ہے، بلکہ ان کا ماخذ وہ" ناقل" ہیں، جنہوں نے وہ روایات ہمیں بیان کیں، ہم نے وہ روایات اسی طرح بیان کر دی ہیں، جس طرح ہم تک پہنچیں۔

مذکورہ بالا اقتباس سے روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوتی ہے، کہ طبری صاحب صاف کہہ رہے ہیں، کہ جو کچھ غلط یا صحیح مارکیٹ میں مجھے ملا، میں نے آپ لوگوں تک پہنچا دیا، اب تحقیق کرنا، سچ کو جھوٹ سے علاحدہ کرنا آپ کا کام ہے، میرا نہیں !

لیکن یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی، کہ طبری صاحب کو اپنے سے پہلے زمانہ کے وضاع، کذاب، دجال، زندیق، اور متروک راویوں ہی کی روایات زیادہ تعداد میں کیوں ملیں؟ یا ان جھوٹوں کی زیادہ روایات کو انہوں نے اپنی کتاب میں کیوں داخل کیا؟

صرف ابو مخنف لوط بن یحییٰ جیسے شخص کی 576 روایات انہوں نے اپنی کتاب میں لکھ دیں، اور سچ جھوٹ پرکھنے کی ڈیوٹی کتاب پڑھنے والوں کی لگا دی، دال میں کچھ نہ کچھ تو کالا ہے؟ یا ساری کی ساری دال ہی کالی ہے؟

آج تک لکھی جانے والی تمام کتب تاریخ کی اصل والدۂ محترمہ یہی " تاریخ طبری" ہے

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، کہ صحابۂ کرام میں سے جنہوں نے مکہ کی پر آشوب زندگی میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی، اسلام کی دعوت پہ لبیک کہا، ہمہ اقسام مظالم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، اور صداء لاالہ الا اللہ کو

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اپناسب سے قیمتی سرمایہ سمجھ کے اپنی جانوں کو ظلم وستم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں بھی سر بلند رکھا، یاوہ جنہوں نے انہیں اپنے سگے بھائیوں سے بھی زیادہ چاہا، جن کو قرآن مجید میں والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار کے لقب سے ملقب کیا ہے، تمام صحابۂ کرام میں ان کا مقام ومرتبہ سب سے بلند تر ہے،

ان کے بعد آنے والا کوئی بھی صحابیٔ رسول ان کے مقام بلند کو کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا، عشرہ مبشرہ(وہ دس صحابہ جن کو زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی) بیعت رضوان والوں(حدیبیہ کے مقام پہ جن چودہ سو صحابہ نے قصاص عثمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی) کا اپنا ایک بلند تر مقام ہے۔

مقام صحابیت سمجھنے کے لئے بس دو ہی چیزیں ہیں، نمبر 1 اللہ کی کتاب، نمبر 2 رسول اللہ ﷺ کی احادیث طیبہ، کائنات کے کسی بڑے سے بڑے انسان کی صحابۂ کرام کے بارہ میں کہی ہوئی کوئی بھی بات اسی کسوٹی پہ پرکھی جائے گی، اگر وہ اس کسوٹی پہ پاس ہو جائے، تب بھی ہمیں تاریخ یا کسی اور ذریعے کی ضرورت نہیں، اور اگر خدانخواستہ ہمیں قرآن مجید میں صحابہ کی عظمت نظر نہیں آتی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں ان کی مدح نظر نہیں آتی، تو پھر ایک ہی بات ہے، ہم عقل و نظر کے اندھے گونگے بہرے ہیں، صحابہ صرف محمد الرسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہی نہیں، ان کی نبوت کی دلیل قطعی ہیں، کسی بھی دعوے کو سچا اس وقت تک ثابت کیا ہی نہیں جاسکتا، جب تک دلائل قطعیہ آپ کے پاس موجود نہ ہوں، ایام طالب العلمی میں سورۂ فتح کی اس آیت پہ غور و فکر کرنا اور اس بارہ میں مختلف مفسرین کی آراء اور اکابر کی کتب کو دیکھنا میرا محبوب مشغلہ تھا، وجدان یہ کہتا تھا، کہ اس آیت کا پہلا جملہ " محمد رسول اللہ " دعوی ہے، اس سے اگلا جملہ " والذین معہ " اس کی دلیل ہے، اور اگلا سارا حصہ اسی دلیل کی توثیقی وضاحت ہے، کئی تفاسیر سے بھی اور خصوصا امام اہل سنت علامہ عبد الشکور لکھنوی رح کی کتب سے اس وجدانی خیال کی تائید و توثیق ہوئی، فللہ الحمد۔

صحابۂ کرام میں سے بشمول خلفاء اربعہ (ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم) کوئی بھی معصوم نہیں، کہ معصومیت صرف اور صرف خاصۂ انبیاء ہے، اصحاب رسول ﷺ بتقاضائے بشریت معصوم عن الخطاء نہیں تھے، لیکن اس بات پہ بھی میرا عقیدہ ہے، کہ اجماع صحابہ کو درجۂ معصومیت حاصل ہے، کیونکہ آقاو مولا مخبر کریم علیہم

الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ خبر دی ہے " میری امت ضلالت و گمراہی پر اجماع نہ کرے گی "
چنانچہ وہ اس اعتبار سے تو معصوم ہیں، کہ وہ سب گمراہی و ضلالت پہ متفق نہ ہوں، لیکن انفرادی معصومیت ان کو حاصل نہیں، یہ صرف اللہ کے مبعوث کردہ انبیاء ورسل کا خاصہ ہے، ان کے علاوہ ہم کسی کی بھی انفرادی معصومیت کے قائل نہیں، ہم پہ لازم ہے، کہ ہم صحابۂ کرام کے خیر القرون ہونے کا اعتقاد رکھیں، اور اس بات کا بھی عقیدہ رکھیں، کہ وہ معصوم نہیں،
اس لئے جب بھی کوئی ایسی روایت ہماری نگاہوں کے سامنے آئے، جس روایت میں کسی صحابیٔ رسول پہ طعن یا حرف آتا ہو، تو اس کی سند کتنی بھی اعلی و قوی کیوں نہ ہو، اسے رد کرنے اور قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کرنے میں ہی ہماری دنیوی واخروی فلاح ہے، کیونکہ حدیث شرح ہے اللہ کی کتاب کی، اللہ کی کتاب کچھ اور کہے، اور کوئی روایت خدانخواستہ کچھ اور کہے، تو یہ راوی کا وہم، اس کا ادراک، یا اس کے دماغ کا خلل تو ہو سکتا ہے، اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان نہیں ہو سکتا،
تاریخ کا مطالعہ بھی ہم اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کریں گے، صرف یہ نہیں دیکھیں گے، کہ یہ بات امام ابن کثیر نے لکھ دی، یہ بات امام ذہبی نے لکھ دی، یا یہ بات طبری صاحب نے لکھ دی،
حدیث رسول ﷺ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم اسناد کی طرف سب سے زیادہ دھیان دیتے ہیں، اور اسی سے فیصلہ کرتے ہیں، کہ یہ حدیث صحیح ہے، حسن ہے، ضعیف ہے، منکر ہے، شاذ ہے، یا موضوع وغیرہ وغیرہ، تو وہ تاریخی واقعات جن کا تعلق اس ہستی کے ساتھ ہے، جنہیں اللہ نے اپنے آخری پیغمبر اور رسول کے طور پہ اس کائنات میں مبعوث کیا، جن کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آنا، جن کا مقام و مرتبہ اللہ کی ذات کے بعد کائنات میں سب سے اعلی ہے، جنہیں سب سے اعلی کتاب دی گئی، جنہیں سب سے اعلی دین دیا گیا، تو یہ کیسے ممکن ہے؟ ذات وصفات و کمالات میں اعلی ترین ہستی کو دیے جانے والے ساتھی، کائنات میں ادنی ترین ہوں؟
صحابۂ کرام پہ زبان طعن دراز کرنے والے صرف صحابہ کے دشمن نہیں، بلکہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت اللہ کی الوہیت اور اسلام کی بنیادوں کے دشمن ہیں،

صحابہ کرام کو حرص وہوٰی کا پجاری اور خواہشات نفسانی کا غلام ہونے کا الزام لگانے والے کسی بھی لبادہ میں ہوں، وہ اسلام دشمن تو ہو سکتے ہیں، مسلمان ہر گز نہیں،

صحابہ کرام کی انفرادی خصوصیات انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں، مقام صحابیت ان سب میں اولیں وبنیادی شرف ہے، جس تک کوئی بھی غیر صحابی ہر گز ہر گز نہیں پہنچ سکتا،

کسی صحابی پر کوئی صحابی تو تنقید کر سکتا ہے، کہ مقام صحابیت میں وہ دونوں برابر ہیں، لیکن صحابہ کرام کے بعد کے زمانوں کے کسی بھی انسان کو ان پہ تنقید کا حق کسی بھی صورت نہیں دیا جاسکتا،

ہم جب بھی ڈائریکٹ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو جا بجا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارہ میں طعن وتشنیع ہمیں نظر آتا ہے، ہم اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف مراجعت تو نہیں کرتے، بس تاریخ کے حوالوں کو لے کے اپنا من پسند ذہن بنا لیتے ہیں، اور کبھی اسے " الخلافۃ الکبری" کا نام دے کے اور کبھی " خلافت وملوکیت " کا نام دے کے صحیفۂ آسمانی سمجھنا اور لوگوں کو بھی یہی باور کروانا شروع کر دیتے ہیں، کہ مستند ہے میرا فرمایا ہوا !

حالانکہ جن کتب سے ہم نے ان روایات کو اٹھا کے ایک تصنیف تیار کی ہوتی ہے، انہی کتب کے مؤلفین کی اپنی کتب میں صراحت موجود ہے، کہ ہم نے سب کچھ آپ کے سامنے رکھ دیا، اب تحقیق آپ کا کام ہے، آپ گندگی کی مکھی بن کے گندگی سے تو اپنے منہ کو لتھیڑ لیتے ہیں، لیکن شہد کی مکھی بن کے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے پھولوں کا رس نہیں چوستے،

اور پھر اس پہ زعم یہ بھی، کہ ہم نے جو لکھ دیا، وہی حرف آخر ہے !

ہمیں نہ راوی کے عقائد سے غرض ہے ! نہ راوی کے خیالات سے ! نہ اس معاشرے میں موجود ان کو جاننے والے افراد کی رائے سے !

پچھلی دو اقساط میں تفصیل سے یہ بات بیان کر چکا ہوں، ابتدائی مورخین کی اکثریت وضاع، کذاب رواۃ پہ مشتمل تھی، اس کے ساتھ ساتھ ان کا تشیع ورفض بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں تھا، ان میں سے محمد بن سائب کلبی تو عقیدۃً

رجعت کا قائل تھا، کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر لوٹ کے اس دنیا میں تشریف لائیں گے، ایسے مؤرخین جن کی وجۂ شہرت ایک خاص مکتبۂ فکر سے تعلق ہو، کسی بھی طور دنیا کے کسی بھی قانون کے تحت ان کی گواہی تو قابل قبول ہی نہیں، ان رفض میں لتھڑے رواۃ نے جو کچھ بیان کیا، سب سے پہلے " طبری " صاحب نے انہیں اپنی کتاب میں جگہ دی، اس کے بعد آنے والے مؤرخین نے بھی طبری کی بات کو حرف قرآن سمجھتے ہوئے اپنی اپنی تواریخ میں درج کر دیا، اور امت کے بڑے بڑے زعماء قال ابن کثیر، قال ابن اثیر اور قال ابن سعد کہتے ہوئے انہیں اپنی اپنی کتب میں درج کرتے گئے، یوں آج سے سینکڑوں سال پہلے کی کہی ہوئی خرافات جن کو اس زمانہ کے لوگوں نے جھوٹ اور من گھڑت کہہ کے مسترد کر دیا تھا، آج انہیں حرف آخر سمجھا اور کہا جاتا ہے، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا، جیسے طبری نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھ دیا تھا، تحقیق آپ لوگوں کا کام ہے، اس کی بقیہ باتوں کی طرح اس کی اس ہدایت کو بھی مانتے، لیکن بد قسمتی سے روایات تو اس سے لے کے اپنی اپنی ضخیم تواریخ مرتب کرتے رہے، لیکن ساتھ یہ نہیں بتایا، کہ اس کے رواۃ فلاں فلاں ہیں اور ان پہ یہ یہ الزامات ہیں، جو رطب و یابس سچ جھوٹ ملا، اس کو درج کر دیا،

پہلی صدی ہجری میں جھوٹی روایات گھڑنے کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ " سیاسی " تھی، بنوامیہ نے تقریبا نوے برس تک پوری اسلامی دنیا پہ حکومت کی، دوسری صدی ہجری کی ابتدا میں بنی ہاشم نے ان کے خلاف تحریک شروع کی، جس کا بنیادی مقصد ہی یہ تھا، کہ امویوں کو ہٹا کے ہاشمیوں کا اقتدار قائم کیا جائے، ہاشمیوں میں بھی اس وقت دو گروہ تھے، ایک عباسی دوسرے علوی، تقریبا تیس سال سے زائد عرصہ یہ تحریک کسی نہ کسی انداز سے، کبھی خفیہ کبھی ظاہری چلتی رہی، تین عشروں کے بعد جا کے یہ امویوں سے اقتدار چھیننے میں کامیاب ہوئے، جس طرح آج کل کے سیاست دانوں کے حواری ایک دوسرے کی کردار کشی اور ٹانگیں کھینچنے کے چکروں میں رہتے ہیں، یہی معاملہ اس دور میں بھی تھا، کسی اہم ہاشمی شخصیت نے تو بظاہر نہ ایسا کام کیا، نہ کسی کو کرنے کا حکم دیا، اور نہ ہی معلوم ہونے پہ کسی خوشی کا اظہار کیا، مجھے اپنے ناقص علم کے مطابق ایسی کسی بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا،

یہ اسی طرح ہے، جس طرح آج کل کے سیاست دان خود تو ایک دوسرے سے گلے بھی مل رہے ہوتے ہیں، ایک

ہی دستر خوان پہ بیٹھ کے موجیں بھی اڑا رہے ہوتے ہیں، لیکن ان کے حواری آپس میں دست بگریباں ہوتے ہیں، سیاسی اختلاف پہ لڑائیاں، جھگڑے، قتل وغارت روزمرہ کا معمول ہے، اس زمانہ میں یہ تو نہیں تھا، کیونکہ مملکت کو چلانے والے ہاتھوں کا کنٹرول اپنی پوری مملکت پہ بہت مضبوط تھا، لیکن اندرون خانہ جو کچھ ہو رہا تھا، اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، مروان بن الحکم، عبد الملک بن مروان ودیگر اموی حکمرانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں عروج پہ تھیں، اور ان کی جی بھر کے کردار کشی کی جارہی تھی، اقتدار سنبھالنے کے بعد ہاشمیوں میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی، اور یہ عباسی اور علوی گروہوں میں تقسیم ہو گئے، عباسی سیدنا عبداللہ بن عباس کی اور علوی سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہم کی اولادوں میں سے تھے، جس طرح اموی دور میں بنوامیہ کے خلاف روایات گھڑی گئیں، اسی طرح علوی اور عباسی گروہوں کی آپس میں مخاصمت کے بعد ایک دوسرے کے خلاف روایات گھڑنے کا کام زور وشور سے شروع کر دیا گیا، حتا کہ سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف بھی بیشمار روایات گھڑ لی گئیں، یہ الگ بات ہے، کہ بعد میں آنے والے امت کے عظیم محققین نے سیدنا علی حسنین کریمین وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کے خلاف گھڑی جانے والی روایات جن میں ان کی کردار کشی کی گئی تھی، کا پردہ چاک کیا، تاہم یہ تمام روایات کتب تاریخ میں شامل کر دی گئیں، ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے، کہ کتب تاریخ صرف جھوٹ کا پلندہ ہیں، اگر کوئی ایسا کہے، تو وہ خود سب سے بڑا جھوٹا ہے،

کتب تاریخ میں جھوٹ اور سچ دونوں باتیں موجود ہیں، کسی بھی گروہ سے تعلق رکھنے والے کو اپنا" من پسند کھاجا" ان کتب سے مل جاتا ہے،

ان جھوٹی روایات کو گھڑنے والے افراد کی اکثریت اپنے آپ کو شیعان علی کہلوانے والوں کی تھی، جن کے نظریات اللہ اس کے رسول اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کے یکسر منافی تھیں،

امت میں اس پہلی تفریق کی ابتدا ایک دن میں نہیں ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں آمد کے روز اول سے یہود مدینہ اسلام دشمنی پہ کمربستہ ہو گئے تھے، وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اور پھر خیبر کے قلعوں کی جہاں یہود صدیوں سے آباد تھے، مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کے بعد ان کی زیر زمین ریشہ دیوانیاں اک منظم انداز میں شروع

ہو گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ادوار میں انہیں کوئی کامیابی تو حاصل نہ ہو سکی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ان کی کامیابیوں کی ابتدا تھی، قدیم تاریخ عالم اور خصوصاً عالم عرب پہ نظر رکھنے والے یہ بات بخوبی جانتے ہیں، کہ اس زمانہ میں غلاموں کے کیا حقوق تھے، اور ان میں کتنی جرات ہوتی تھی، لیکن ایک غلام کے ہاتھوں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت یقیناً فقط اس کا ذاتی فعل ہر گز نہ تھا، یہ ٹھیک ہے، ہمارے پاس بظاہر کوئی ثبوت نہیں، لیکن یہود کی تاریخ پہ نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں، کہ انکا انتقام لینے کا طریقۂ کار کیا تھا، اور کس طرح سالہا سال تک وہ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے ہمہ تن مصروف رہتے تھے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو شہید کروا دینا، اور وہ بھی اک غلام کے ہاتھوں یہ ان کے مشن کی آدھی کامیابی تھی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے، ان کے دور میں یہود کی ریشہ دیوانیاں عروج پہ پہنچ گئیں، صرف ایک شخص یمن کا رہنے والا یہودی عبداللہ بن سباء بظاہر مسلمان ہوا، کوفہ، مصر، بصرہ و دیگر بلاد اسلامیہ میں گھومتا رہا، ایک وقت تھا، کہ وہ اکیلا تھا، لیکن جب مدینہ پہ وہ چڑھائی کرتا ہے، تو ان کی تعداد ہزاروں میں پہنچ چکی تھی، مدینہ الرسول کی حرمت کو پامال کیا گیا، چوالیس لاکھ مربع میل کے حکمران اور اسلام و مسلمانوں کے عظیم ترین محسن کو بے بنیاد الزامات لگا کے شہید کر دیا گیا، اگر اس وقت سیدنا عثمان صحابۂ کرام کو، چاہے وہ تعداد میں تھوڑے ہی تھے، اجازت دے دیتے، ان کا مقابلہ کرنے کی، تو آج تاریخ بلکل مختلف ہوتی، لیکن سیدنا عثمان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور مدینہ الرسول کا ان کی نظر میں احترام کا تقاضا ہی یہ تھا، کہ وہ مدینہ الرسول میں باہم جنگ و جدال کی اجازت نہ دیتے، ان کی شہادت کے بعد تاریخ اک عجب موڑ لیتی ہے،

بہت سے دوست یہ سمجھتے ہیں، واقعۂ کربلا مختصر سا تو ہے سیدھا سیدھا اسے کُتبِ تواریخ سے اپنی من پسند روایات کی روشنی میں نقل کر دینا چاہئے، جیسے اکثر لوگوں نے کیا!

ان دوستوں کی خدمت میں عرض ہے، کربلا کی کہانی نہ تو اتنی مختصر ہے، جیسے کچھ نواصب سمجھتے ہیں!

اور نہ ہی کربلا کی کہانی اتنی مفصل جیسے روافض بیان کرتے ہیں جس پہ ایک پورے مذہب کی ایجاد ہو جائے، اور

اصحاب رسول اللہ ﷺ کو صبح و شام مطعون کیا جائے،
اس کہانی کو سمجھنے کے لئے مؤرخین اور رواۃ کے حالات جاننا بہت ضروری تھا، جنہیں میں پچھلی اقساط میں بیان کر چکا ہوں، تاکہ آپ دوستوں کے سامنے اصل نقشہ آئے، کہ معاملات اتنے سادہ نہیں، جتنے دکھلائے جاتے ہیں، اگر اتنے ہی سادہ ہوتے، تو صرف قاتلوں پہ لعنت سے بات ختم ہو جاتی، لیکن اسلام کے مقابل ایک پورے مذہب کی ایجاد، اور اس میں کس کس کا کیا کیا حصہ ہے، معاملات شہادت نواسۂ رسول ﷺ تک کیسے پہنچے؟
اک پر امن اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کو ختم کرنے کے لئے کیا کیا ہوا؟ جب تک آپ یہ سب نہیں سمجھیں گے !
سانحۂ شہادت حسین کی سمجھ نہیں آئے گی:
شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ تاریخ اسلام میں ایک ٹرننگ پوائنٹ ہے، جس سے پوری تاریخ اسلام تبدیل ہو کے رہ گئی،
رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مانعین زکوٰۃ، جھوٹے مدعیان نبوت اور مرتدین کے فتنے بھی بہت بڑے تھے، لیکن اس وقت رسول اللہ صلی اللہ ﷺ سے فیض یافتہ صحابۂ کرام کی بہت بڑی جماعت مدینہ منورہ میں موجود تھی، اور مملکت اسلامی کی حدود بھی اتنی زیادہ نہیں تھیں، نیز یہ سارے مسائل حجاز ہی میں پیدا ہوئے تھے، اس لئے ان تمام فتنوں کی سرکوبی چند ہی مہینوں میں کر دی گئی،
لیکن یہ فتنۂ بغاوت دوسرے فتنوں سے اس لحاظ سے منفرد تھا، کہ باغیوں کی اکثریت کا تعلق سرزمین حجاز سے نہیں تھا، عراق اور مصر سے تھا، کوفہ و بصرہ عراقی علاقے تھے،
شہادتِ عثمان کے بعد مدینہ میں موجود صحابۂ کرام سکتے کی کیفیت میں تھے، اور باغی مدینہ الرسول ﷺ میں ہر طرف دندناتے پھر رہے تھے، اکابر صحابۂ کرام نے شدت سے اس بات کو محسوس کیا، کہ خلافت کا معاملہ جلد از جلد نپٹا لیا جائے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل خلافت کے لئے جن چھ افراد کی شوریٰ بنائی تھی، ان میں سے اب صرف چار افراد زندہ بچے تھے، یہ یاد رہے کہ اس وقت چھ افراد کی شوریٰ کے تمام اراکین عشرہ مبشرہ

میں سے تھے، اب عشرہ مبشرہ کے بقیہ صرف چار افراد رہ گئے تھے، ایک فرد سیدنا عثمان کو شہید کر دیا گیا دوسرے فرد سیدنا عبدالرحمان بن عوف وفات پا چکے تھے!

بقیہ بچنے والے افراد میں سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے، خلافت کا فیصلہ اب انہی میں ہونا تھا، ان تمام میں اہم ترین شخصیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تھی، جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافتوں میں اہم ترین ذمہ داریاں سرانجام دے چکے تھے، مدینہ منورہ میں موجود اکابر صحابۂ کرام نے آپ کو مجبور کیا، کہ آپ خلیفہ بن جائیں، اس سلسلہ میں مختلف روایات طبری اور بلاذری نے ذکر کی ہیں، حالانکہ آپ قطعی طور پہ خلافت کے طلبگار نہیں تھے، ایک گروپ کی روایات کے مطابق اکابر صحابۂ کرام نے آپ کو مجبور کیا، کہ آپ خلافت سنبھالیں، تاکہ امت کو متحد کیا جاسکے، بیعت کرنے والوں نے بخوشی آپ کی بیعت کی، اور دوسرے گروپ کی روایات کے مطابق باغیوں نے سیدنا علی کی بیعت سب سے پہلے شروع کی، اور تمام جید صحابۂ کرام سے جبرا بیعت لی گئی،

میں طبری میں سے اس واقعہ پہ اہم روایات کا خلاصہ بیان کرونگا؛

حضرت محمد بن حنفیہ رح (حضرت علی کے غیر فاطمی بیٹے) بیان فرماتے ہیں، جس روز حضرت عثمان شہید کئے گئے، میں اپنے والد کے ساتھ تھا، جب آپ کو شہادت عثمان کی خبر ملی، اپنے گھر سے نکلے، اور حضرت عثمان کے گھر پہنچے، وہاں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کے پاس آئے اور کہا، عثمان کو تو شہید کر دیا گیا ہے، اور لوگوں کے لئے ایک امام (خلیفہ) کا وجود ضروری ہے، آج روئے زمین پہ آپ سے زیادہ ہم کسی کو خلافت کا حقدار نہیں پاتے، نہ تو کوئی ایسا فرد موجود ہے جو اسلام میں آپ سے زیادہ سبقت رکھتا ہو، اور نہ ہی کوئی ایسا شخص موجود ہے، جسے آپ سے زیادہ نبی علیہ السلام کا قرب اور رشتہ داری حاصل ہو، اس لئے آپ اپنے کندھوں پہ اس بوجھ کو اٹھائیے اور امت کو پریشانی سے نجات دلائیے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بہتر ہے، آپ کسی اور کو اپنا امیر بنالی جئے، اور مجھے اس کا وزیر رہنے دی جئے، صحابۂ کرام نے کہا، واللہ! آپ کے علاوہ ہم کسی اور شخص کی بیعت کے لئے تیار نہیں ہیں، سیدنا علی نے فرمایا، اگر آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں، تو بہتر یہی ہے، کہ بیعت مسجد میں ہونی چاہئے، تاکہ لوگوں پہ میری بیعت

مخفی نہ رہے، حقیقت یہ ہے، کہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر میں اس خلافت کا حقدار نہیں۔

اس روایت میں سیدنا علی رضی اللہ کے یہ الفاظ " آپ کسی اور کو اپنا امیر بنالی جئے " انتہائی خصوصی توجہ کے حامل ہیں، اور یہ ان نواصب کے منہ پہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زناٹے دار تھپڑ ہے، جو صبح و شام یہ بکواس کرتے ہیں، کہ شہادت عثمان کے اصل ذمہ دار نعوذ باللہ سیدنا علی تھے، اور ان کے اشارہ پہ ان باغیوں نے مدینہ پہ چڑھائی کی تھی، حقیقت یہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابۂ کرام کی شان سے اس طرح کی حرص و ہویٰ اور سازشیں امر بعید ہے،

دوسری روایت سالم ابن ابی الجعد کی ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، مجھے ذاتی طور پہ حضرت علی کا مسجد میں جانا بہتر معلوم نہیں ہوا تھا، کیونکہ مجھے یہ خوف تھا، لوگ (باغی) آپ کے خلاف شور نہ مچائیں، لیکن حضرت علی نے میری بات قبول نہیں فرمائی، وہاں تمام مہاجرین وانصار نے جمع ہو کر آپ کی بیعت کی۔

ایک روایت ابوبشیر العابدی کی بھی اسی ضمن میں اس طرح ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کرنے کے لئے مجبور کرنے والوں میں سیدنا طلحہ وسیدنا زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، سب سے پہلے سیدنا طلحہ نے کہا، اے ابوالحسن اپنا ہاتھ بڑھایئے، کہ ہم آپ کی بیعت کریں !

سیدنا علی نے فرمایا، مجھے خلافت کی ضرورت نہیں، آپ جسے بھی خلیفہ بنانا چاہیں، میں اس سے خوش ہوں، اور اس معاملے میں آپ کے ساتھ ہوں اس کے بعد مہاجرین وانصار باری باری آکے آپ سے درخواست کرتے رہے، کہ آپ منصب خلافت کو قبول فرمالیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت قبول کرنے کی ایک ہی شرط رکھی، کہ آپ لوگوں کی رضامندی کے بغیر ایک درہم بھی بیت المال سے وصول نہیں کرونگا، سب سے پہلے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، جنگ احد میں آپ کا ایک ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گیا تھا، آپ نے جب اس کٹے ہوئے ہاتھ سے بیعت کی، تو ایک شخص حبیب بن ذوئب (جو غالباً باغی تھا) نے کہا؛ جس بیعت کی ابتدا کٹے ہوئے ہاتھ سے ہو، وہ مکمل نہیں ہو سکتی، ایک ایسے ہاتھ کے بارہ میں جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ہوئے شہید ہوا ہو، ایسا طعنہ دینے والا کوئی باغی اور کمینہ ہی ہو سکتا ہے اور کوئی نہیں،

حضرت حسن بصری سے بھی ایک روایت منقول ہے، وہ فرماتے ہیں، میں نے جنگل میں سیدنا زبیر کو سیدنا علی کی بیعت کرتے ہوئے دیکھا تھا !

میرے خیال میں شاید یہ دونوں بزرگ تنہائی میں باغیوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے کوئی صلاح و مشورہ کر رہے ہونگے !

احنف ابن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ باغیوں کے محاصرہ کے وقت میں نے سیدنا زبیر و سیدنا طلحہ سے سوال کیا، اگر باغی سیدنا عثمان کو شہید کر دیتے ہیں، تو آپ کس کی بیعت کریں گے، ان دونوں نے کہا، سیدنا علی کی، میں نے ان سے سوال کیا، کیا آپ علی کی خلافت سے راضی ہیں؟ اور حقیقت میں انہی کی خلافت کا مشورہ دے رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا، ہاں !

اس کے بعد میں مکہ چلا آیا، اور یہی سوال ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے کیا، انہوں نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا مجھے مشورہ دیا، ان تمام روایات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے، کہ سب اکابر صحابہ بشمول امہات المؤمنین کی رائے سیدنا علی ہی کو خلیفہ بنانے کی تھی، لیکن ان کی ایک شرط یہ بھی تھی، کہ قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے گا !

صحابۂ کرام تو اپنے کردار کے مطابق مخلص ہو کے یہ آراء دے رہے تھے، لیکن دوسری طرف باغی کبھی سیدنا طلحہ کی طرف جاتے، اور انہیں خلافت سنبھالنے کی اپیل کرتے، کبھی سیدنا زبیر کی طرف جاتے، ایک بار تو سیدنا عبد اللہ بن عمر کی طرف بھی گئے، لیکن ان تمام بزرگوں نے انکار کر دیا، حالانکہ ان باغیوں نے بار بار جا کے شدید اصرار بھی کیا، دوسرے گروپ کی روایات کے مطابق ابھی تک رائے عامہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکی تھی، کہ ایک دن مالک اشتر نخعی نے بیچ بازار سیدنا علی کا ہاتھ پکڑا، اور زبردستی ان کی بیعت کر لی، اور اس کے بعد سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر کو پکڑ کے گھسیٹتے ہوئے لائے، اور ان کی گردنوں پہ تلواریں رکھ کے ان سے زبردستی بیعت دلوائی گئی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انکار کیا، تو ان کی جان لینے کی کوشش کی، سیدنا علی نے اپنی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ضمانت دے کے ان کی جان چھڑوائی !

اہم ترین سوال یہ ہے، کہ ان روایات میں تطبیق کس طرح کی جائے گی، کہ بیعت زبردستی کروائی گئی، یا مرضی سے ؟

تو اسکا جواب یہ ہے، کہ اکابر صحابہ کرام نے بخوشی بیعت کی تھی لیکن یہ بیعت اس بات سے مشروط تھی، کہ سیدنا عثمان کا قصاص لیا جائے گا، اور آپ مسلمانوں کے قائد بن کے ان باغیوں کی سرکوبی کریں گے، لیکن جب باغیوں کو اس سارے معاملے کا پتہ چلا تو، انہوں نے مدینہ میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لئے خود زبردستی بیعت کی اور بقیہ لوگوں کو اس پہ مجبور کیا،

اکابر صحابہ کو سیدنا علی کی بیعت سے کوئی مسئلہ نہیں تھا، انہیں صرف یہ خدشہ تھا، کہ یہ باغی اقتدار پہ قابض ہو جائیں گے، اور ان سے قصاص نہیں لیا جاسکے گا،

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہ ناصبیوں کی طرف سے ایک بہت بڑا اعتراض کیا جاتا ہے؛

اس اعتراض کا ذکر کرنے سے قبل ناصبی کون ہیں؟

اس کا علم ہونا بہت ضروری ہے !

ناصبی یا نواصب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رسول ﷺ سے نفرت، تعصب، بغض، کینہ، یا کسی بھی قسم کی دشمنی رکھتے ہیں، ان پہ تنقید کرتے ہیں، سیدنا علی کو نعوذ باللہ سیدنا عثمان کا قاتل / قتل میں مدد کرنے والا / یا ان کے قتل پہ خوش ہونے والا سمجھتے ہیں، شہادت عثمان کے بعد اپنے آپ کو شیعان عثمان کہلوانے والوں میں کچھ لوگ ناصبی بھی تھے !

ناصبیوں میں سے کچھ لوگ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کھلم کھلا بکواس بھی کرتے ہیں، مجھے اپنی نوجوانی کے زمانہ میں ایک کتاب مشکلات مشکل کشاء ملی تھی جو کراچی کے کسی غیر معروف شخص کی لکھی ہوئی تھی،

اس کتاب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس قدر بدہیئت تصویر کشی کی گئی ہے، اور موضوع روایات کا سہارا لے کے اتنا برا بھلا کہا گیا ہے کہ الامان الحفیظ۔

صاحبزادہ ضیاء ناصر

نواصب اپنے آپ کو چاہے اہل سنت کہلواتے ہوں، لیکن میری نظر میں ان کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں،

یوں سمجھ لی جئے، یہ ایک دوسری انتہاء ہے، رافضی ایک انتہا پہ کھڑے ہیں، اور ناصبی دوسری انتہاء پہ،

لیکن اہل تشیع کے نزدیک ہر سنی کہلوانے والا ناصبی ہے، کیونکہ وہ اصحاب ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان، رضی اللہ عنہم) سے بھی محبت رکھتا ہے، روافض اپنی کتب و اپنی نجی محفلوں میں اصحاب ثلاثہ سے محبت رکھنے والوں کو یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، اس پہ میں ان کی معتبر و مستند کتب سے بیشمار حوالہ جات اپنے سلسلہ شر البریہ میں دے چکا ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہ جب 2016 کے رمضان المبارک میں چند تحاریر لکھیں، تو میری وال پہ موجود شیعہ نے کومنٹس میں انتہائی حیرت کا اظہار کیا تھا، کہ شیعہ کا دشمن اور سیدنا علی کی تعریف؟

یہ کیسے ممکن ہے؟

کیونکہ ان کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھائی گئی ہے، کہ جو شخص بھی خلفاء ثلاثہ سے محبت رکھتا ہے، یا ان سے نفرت کرنے والوں یا برا بھلا کہنے والوں سے نفرت کرتا ہے، وہ ناصبی ہے، اور وہ یقینی طور پہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نفرت ہی کرتا ہوگا، آج کل کے زمانہ میں ہمارے سنی دوست بھی شیعیت کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کے اصحاب رسول کا دفاع کرنے والوں کو ناصبی کہہ کے شیعیت کی زبان بولتے ہیں، اللہ کریم سے دعا ہے، ہمیں افراط و تفریط سے محفوظ رکھے آمین۔

نواصب کے چند سب سے بڑے اعتراضات!

1۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خون عثمان کا بدلہ کیوں نہیں لیا تھا؟

2۔ انہوں نے خلیفہ بنتے ہی فوراً باغیوں کی مکمل سرکوبی کیوں نہیں کی تھی؟

3۔ اگر وہ سرکوبی نہیں کر سکتے تھے، تو خلافت قبول کیوں کی تھی؟

4۔ اگر بدرجۂ مجبوری قبول کر ہی لی تھی، تو خلافت چھوڑ کیوں نہیں دی؟

یہ اعتراضات کرنے والے اس وقت کے معروضی حقائق سے جان بوجھ کے یا اپنی کم علمی کی وجہ سے مکمل چشم پوشی کرتے ہیں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

حقیقت یہ ہے، جس وقت مدینۃ الرسول ﷺ میں باغیوں نے سیدنا عثمان کو شہید کیا تھا، اصحاب رسول کی بہت مختصر تعداد مدینہ میں مقیم تھی!

اکابرین صحابہ بھی بہت تھوڑی تعداد میں تھے، مدینہ میں موجود اصحاب رسول نے اپنے سے ہر لحاظ سے بہتر سمجھتے ہوئے ان کو امیر المؤمنین تسلیم کر لیا تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی دل و جان سے خون عثمان کا قصاص لینا چاہتے تھے، لیکن باغیوں کا غلبہ اس قدر تھا، کہ ان پہ فوراً ہاتھ ڈالتے، تو مدینۃ الرسول ﷺ میں کشت و خون ہوتا، جس مقصد کی خاطر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی جان قربان کی تھی؟

مدینہ الرسول میں خون نہ بہے!

وہ مقصد بھی فوت ہو جاتا، جو تھوڑی بہت تعداد مخلص مسلمانوں کی مدینہ میں تھی، ان کو بھی کٹوا دیتے، اور ہاتھ بھی کچھ نہ آتا، بلکہ اس وقت تو سیدنا علی کی بزرگی اور رسول اللہ سے قربت و رشتہ داری کی وجہ سے ان باغیوں کو دیگر علاقوں کے مسلمانوں سے جو تھوڑا بہت ڈر خوف تھا، وہ بھی ختم ہو جاتا، اگر آپ استعفی دیتے، تب بھی اقتدار پہ یہ لوگ قابض ہو کے اہالیان مدینہ کے ساتھ کیا کچھ نہ کرتے؟

اس کا فقط تصور ہی کیا جا سکتا ہے!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ انتہائی زیرک اور بردبار شخصیت تھے،

آپ نے خلافت قبول کر کے باغیوں کی جرات کے آگے ایک بند باندھا تھا، فوراً بدلہ بھی ان سے اس لئے نہ لے سکے، کہ وہ عربوں میں موجود قبائلی عصبیت کو اچھی طرح جانتے تھے، اس زمانہ میں بھی اور آج بھی دنیا بھر کے قبائل میں اک خاص خصوصیت ہے، کہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والا اپنے قبیلہ سے باہر کچھ بھی غلط کر لے، اگر اس شخص کو کسی دوسرے قبیلہ والے نے یا کسی دوسرے انسان نے بدلے میں کوئی نقصان پہنچا دیا تو قبائل اسے اپنی انا اور غیرت کا مسئلہ بنا کے متحد ہو جاتے ہیں، اور اپنے فرد یا افراد کا انتقام لیتے ہیں (میری فرینڈ لسٹ میں موجود بلوچ و پختون قبائل سے تعلق رکھنے والے دوست یقیناً اس بات کی تائید کریں گے)

ان باغیوں میں چاہے مصر، بصرہ یا کوفہ سے آئے ہوئے لوگ تھے، ان تمام علاقوں میں بھی قبائلی سسٹم ہی تھا، آپ

صاحبزادہ ضیاء ناصر

پہلے اپنی حکومت مضبوط کرنا چاہتے تھے، کیونکہ اگر حکومت مضبوط ہو، تو قبائل حکومت کے آگے سرنگوں کر دیتے ہیں، سیدنا علی حکومت کی مضبوطی کے بعد انتقام لینا چاہتے تھے، ایک طرف جید صحابہ میں انتقام میں دیر ہونے کی وجہ سے تشویش پھیل رہی تھی، دوسری طرف باغی اقتدار پہ اپنا کنٹرول دن بدن مضبوط کر رہے تھے، وہ سمجھتے تھے، اگر سیدنا علی نے اپنا کنٹرول مستحکم کر لیا، تو ہمیں کہیں جائے پناہ بھی نہ ملے گی،

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پلان یہ تھا،

باغیوں کو حکومتی کاموں میں مصروف کر دیا جائے، تاکہ مدینہ کے رہنے والوں کی عزت، جان، مال محفوظ رکھا جاسکے، اسی وجہ سے انہوں نے باغی لیڈروں میں سے مالک اشتر اور محمد بن ابی بکر کو دو علاقوں کا گورنر مقرر کر دیا !

باغیوں میں سے وہ مخلص لوگ جو حقیقت میں مخلص تھے، لیکن باغی لیڈروں نے سیدنا علی کی طرف سے جھوٹے خطوط لکھ کے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا تھا، ان مخلص لوگوں کو شر پسند لوگوں سے علاحدہ کیا جاسکے !

سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما خاموشی سے مدینہ سے نکل جائیں، اور دیگر علاقوں خاص طور پہ مکہ میں موجود صحابۂ کرام، بصرہ اور کوفہ کی چھاؤنیوں میں موجود منتشر افواج کو اکٹھا کر سکیں، تاکہ مسلمانوں کی ایک مضبوط جمعیت سامنے آئے اور ان باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکے

کیونکہ مسلمانوں کی افواج اگر متحد ہو کے میدان عمل میں آئیں گی، تو ان باغیوں سے نپٹنا آسان ہو گا، اور حکومت کا کنٹرول اسی طرح قائم ہو جائے گا، جس طرح شہادت عثمان سے کچھ عرصہ قبل تھا،

آپ نے اس معاملہ میں اتنی رازداری سے کام لیا، کہ اپنے قریبی مخلص ساتھیوں اور بیٹوں کو بھی اس کی ہوا نہ لگنے دی، اس کی دلیل کے طور پہ میں طبری کی چند روایات پیش کرونگا، طبری نے مالک اشتر کی زبانی سیدنا علی کے منصوبے کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

جنگ جمل سے پہلے مالک اشتر نے اپنے ساتھیوں سے کہا، طلحہ و زبیر کے ارادوں سے تو ہم بخوبی واقف تھے، لیکن علی کے ارادوں سے ہم آج تک واقف نہ ہو سکے " واللہ " ان سب کی رائے ہمارے بارہ میں ایک ہی ہے، اگر زبیر، طلحہ اور علی نے صلح کر لی، تو وہ ہمارے خون پر ہو گی !

ضیاء ناصر
صاحبزادہ

"آؤ" کیوں نہ ہم علی پر حملہ کر کے اسے عثمان کے پاس پہنچادیں،اس سے ایک نیا فتنہ پیدا ہو گا،جو ہماری مرضی کے عین مطابق ہو گا،اور ہم سکون سے اپنا وقت گذار سکیں گے،

جنگ جمل ختم ہونے کے بعد مالک اشتر کی اپنے ساتھیوں سے گفتگو

کیا اسی لئے ہم نے اس بڈھے (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا تھا،

کہ یمن عبیداللہ بن عباس کو مل جائے !

حجاز قثم بن عباس کو !

بصرہ عبداللہ بن عباس کو !

اور کوفہ علی خود لے لیں !

طبری کی یہ روایات واضح تصویر کشی کر رہی ہیں، کہ باغیوں کا اصل مقصد مراکز اقتدار پہ مکمل کنٹرول تھا، لیکن سیدنا علی اپنی فراست سے یہ سب جان چکے تھے،اسی لئے انہوں نے ان تمام اہم مقامات پہ اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کو گورنر مقرر کر دیا تھا،

باغی گروہ کے پیش نظر یہ چند مقاصد تھے،

سیدنا عثمان کی جگہ کسی کٹھ پتلی شخص کو حکمران بنانا اور اس کے پردے میں خود مرکز پہ قبضہ کرنا !

عہد عثمانی کے طاقتور گورنروں کو ہٹا کے اپنی مرضی کے لوگوں کو گورنر بنوانا !

عالم اسلام کی مکمل دولت پہ کنٹرول حاصل کرنا !

اسلام کے فروغ کے اس عمل کو روکنا جو رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا تھا،اور جسے پہلے تینوں خلفاء نے بام عروج پہ پہنچا دیا تھا،اور باغیوں کا یہی سب سے اہم مقصد تھا، جس کی قیادت عبداللہ بن سباء کے ہاتھ میں تھی !

یہ حقیقت ہے کہ باغیوں کو اپنے پہلے مقصد میں جزوی کامیابی حاصل ہوئی، سیدنا عثمان کو تو انہوں نے شہید کر دیا! لیکن اقتدار پہ کسی کٹھ پتلی حکمران کو نہ بٹھا سکے !

ان کی بد قسمتی اور مسلمانوں کی خوش قسمتی کہ مہاجرین و انصار جو مدینہ میں موجود تھے،انہوں نے سیدنا علی رضی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اللہ عنہ جو فہم و فراست میں انتہائی بلند مقام کے حامل تھے، کو امیر المؤمنین تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی، اب ان باغیوں کے لئے یہ آسان نہیں تھا، کہ انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کر سکیں، سیدنا علی نے اگرچہ وقتی طور پہ باغیوں کی چند باتیں مان لیں، لیکن انتہائی حکمت و دانش سے اپنا منصوبہ بنایا، جس کی مکمل تکمیل سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی شہادت کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے کی، اگرچہ اس دوران جنگ جمل، جنگ صفین وغیرہ کے مراحل آئے، جس میں اسی ہزار کے قریب مسلمانوں کی شہادت ہوئی! لیکن اگر سیدنا علی امیر المؤمنین نہ بنتے، اور فہم و فراست، حکمت و دانش سے معاملات کو کنٹرول نہ کرتے، اور اقتدار مکمل طور پہ باغیوں کے ہاتھ چلا جاتا، تو ایک تو یہ تعداد کئی گنا زیادہ بڑھ جاتی، نیز پورا عالم اسلام ایسی خانہ جنگی کا منظر پیش کرتا، کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال ہی نہ ملتی،

جنگ جمل، جنگ صفین و دیگر تفاصیل چونکہ اس وقت ضروری نہیں، اس لئے میں ان سے صرف نظر کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں، ان شاء اللہ کسی وقت پوری تفصیل سے ان جنگوں کے حالات کا تذکرہ بھی کرونگا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کا احوال تھوڑی تفصیل سے ذکر کرونگا، تاکہ آپ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو سکے، کہ شیعہ اثنا عشریہ میں امامت ساری کی ساری اولادِ سیدنا حسین میں کیوں منتقل کر دی گئی، ان سے نعوذ باللہ ایسا کون سا جرم سرزد ہوا تھا، کہ آج شیعیت صرف سرسری طور پہ ان کا نام لیتی ہے، ان کے بعد ان کی اولاد میں کسی کو امام نہیں مانتی، اور مزعومہ امامت ساری کی ساری اولاد سیدنا حسین میں کیوں منتقل کر دی گئی؟

ایک بات کا مختصراً ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اقدامات خصوصاً واقعۂ تحکیم سے آپ کی فوج میں موجود ایک گروپ جو اپنے آپ کو آپ کا مخلص شیعہ کہتے تھے، آپ سے علاحدہ ہو گئے، جنہیں خارجی کہا گیا، جنگ نہروان سیدنا علی اور خوارج کے درمیان لڑی گئی!

خوارج کوفہ کے زاہدوں کی ایک جماعت تھی (یہ کوفی ہی آپ کو سانحہ کربلا میں بنیادی کردار ادا کرتے نظر آئیں گے) جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے اس وقت نکل گئے جب سیدنا علی اور سیدنا معاویہ کے درمیان دو فیصلہ کرنے والوں کو مقرر کیا گیا، اس کا سبب یہ تھا کہ جب سیدنا علی اور سیدنا معاویہ کے درمیان جنگ طول پکڑ گئی تو

دونوں فریق اس پر متفق ہو گئے کہ خلافت کس کا حق ہے؟
اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مقرر کر دیا جائے اور دونوں فریق ان کے فیصلہ پر راضی ہوں گے اس وقت خوارج نے کہا!
"حکم صرف اللہ کا ہے"
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا!
یہ کلمہ بر حق ہے لیکن اس سے جس معنی کا ارادہ کیا گیا ہے وہ باطل ہے!
خوارج کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی، انہوں نے سیدنا علی المرتضٰی کی خلافت کا انکار کیا اور اپنی مخالفت کا جھنڈا نصب کر دیا اور خون ریزی اور ڈاکے مارنا شروع کر دیئے سیدنا علی نے اعلان کیا کہ تم لوگ اپنے فیصلہ سے رجوع کر لو، مگر وہ لوگ جنگ کرنے کے سوا کسی بات سے راضی نہیں ہوئے۔ پھر سیدنا علی نے نہروان کے علاقہ میں ان سے جنگ کی، نہروان بغداد کے قریب ایک شہر ہے، سیدنا علی نے ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا اور ان میں سے بہت کم زندہ بچے، اس فرقہ کا سرغنہ عبداللہ بن شداد کوفی تھا پہلے تو سیدنا علی نے اس فرقہ کی فہمائش کے لئے سیدنا عبداللہ بن عباس کو حروراء مقام پر بھیجا یہ حروراء وہ جگہ ہے جہاں ان لوگوں نے سکونت اختیار کی تھی اسی سبب سے یہ فرقہ حروریہ بھی کہلاتا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فہمائش سے یہ لوگ چند روز کے لئے راہ راست پر آ گئے چند روز بعد پھر ان لوگوں نے مسلمانوں کا قتل راہزنی اور طرح طرح کے فساد برپا کئے جن کے سبب سے سیدنا علی نے ان پر چڑھائی کی اور نہروان مقام پر اس فرقہ کی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی ہوئی اس لڑائی میں خارجی فرقہ کے لوگ یہاں تک قتل ہوئے کہ صرف دس بارہ آدمی ان میں سے بچ گئے ذوالخویصرہ بھی اس لڑائی میں مارا گیا یہ وہی شخص ہے جس نے حنین کے مال کی تقسیم کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا نہروان کی لڑائی میں سے دس بارہ خارجی جو بچ گئے تھے عبدالرحمن بن ملجم بھی ان ہی میں سے تھا، جس نے موقع پا کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔
پروگرام تو تین لوگوں کو شہید کرنے کا تھا، سیدنا معاویہ نے اپنے متوقع قاتل کو حملہ کرتے ہی پکڑ لیا، سیدنا عمرو بن

العاص طبیعت کی خرابی کی بناء پہ اس روز مسجد میں نہ آسکے، اور بچ گئے، لیکن سیدنا علی کا وقت آچکا تھا، آپ نے جام شہادت نوش فرمالیا!

شہادت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خبر سنتے ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے تھے اور روتے جاتے تھے، آپ کی اہلیہ نے یہ حالت دیکھ کے سوال کیا، آپ تو زندگی میں ان سے لڑتے رہے ہیں؟ اور اس خبر پہ آپ اس قدر رنج و غم اور افسوس کا اظہار کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا !

تمہیں علم نہیں کہ لوگ کس قدر علم، فقہ، اور فضیلت سے محروم ہو گئے ہیں، تاریخ ابن عساکر اور البدایہ والنھایہ میں دو مقامات پہ یہ عبارت موجود ہے، یہ کتب تو اہل سنت کی ہیں،

لیکن میں شیعہ کی تین کتب سے سیدنا علی کی وفات پہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کا رد عمل بتاتا ہوں،

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک مخلص ساتھی ضرار صدائی کی روایت کو شیعہ کے بہت سے علماء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے،

وکان ضرار من اصحابہ (علی المرتضی) علیہ السلام فدخل علی معاویۃ بعد موتہ فقال صف لی علیا فقال او تعفینی عن ذالک فقال (معاویۃ) واللہ لتفعلن فتکلم بھذا الفصل فبکی معاویۃ حتی اخضلت لحیتہ۔

شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ص 374-375 ج4, مطبوعہ بیروت

شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی ص 276 ج5, مطبوعہ بیروت

درہ نجفیہ ص 360 طبع قدیم، ایران

ترجمہ؛ علی علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ضرار صدائی علی (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے بعد معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں پہنچے، تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، میرے سامنے علی (رضی اللہ عنہ) کے اوصاف بیان کریں، پہلے تو ضرار نے کہا، مجھے اس سے معاف رکھئے، لیکن آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم تجھے ضرور بیان کرنا چاہیئے، انہوں نے علی (رضی اللہ عنہ) کی صفات بیان کرنا شروع کیں، معاویہ (رضی اللہ عنہ) سن کے

روناشروع ہو گئے حتا کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔اور فرمایا؛اللہ ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) پہ رحم فرمائے

،واللہ وہ ایسے ہی تھے؛

سنی اور شیعہ علماء کے بیانات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے، کہ ان کے آپس کے سیاسی اختلافات ختم ہو چکے تھے،

مذہبی یا ذاتی اختلاف تو پہلے بھی نہیں تھا !

خلافت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما!

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فورا بعد اہل عراق نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پہ بیعت کرلی، بیعت لیتے وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بنیادی شرط یہ رکھی تھی،

آپ لوگ میری بات کو سنیں گے،اور میری اطاعت کریں گے، میں جس سے صلح کروں،اس سے آپ صلح کریں گے، جس سے میں جنگ کروں،اس سے آپ جنگ کریں گے،اس شرط سے اہل عراق (باغی پارٹی) کے دلوں میں شک پیدا ہو گیا، کہ یہ شخص تو ہمارے کام کا نہیں،اس کا تو جنگ کا ارادہ بھی نہیں لگتا،سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد تھوڑا سا عرصہ حالات پر سکون رہے،چند ہفتوں بعد آپ کے بعض امراء اور اہل لشکر نے آپ کو اہل شام کے ساتھ قتال پہ آمادہ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں،اگرچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ذاتی طور پہ قتال بین المسلمین کو قطعا پسند نہیں کرتے تھے،اسی وجہ سے باغی پارٹی جو آپ کی فوج میں موجود تھی،انہوں نے آپ پہ برچھی کا وار کیا، جو اوچھا پڑا اور آپ بچ گئے، آپ کے خیمے کو لوٹ لیا گیا،اور جس قالین پر آپ بیٹھے تھے وہ قالین بھی آپ کے نیچے سے کھینچ لیا گیا!

اس حملے کے بعد حالات کے تقاضوں اور امراء لشکر کے مجبور کرنے پہ شام کے خلاف اقدام کرنے کے لئے مدائن کی فوجی چھاؤنی مقصورۃ البیضاء میں تشریف لے گئے!

یہاں پھر آپ پہ حملہ کیا گیا، یہ حملہ کرنے والا مختار ثقفی تھا، جس نے اس حملہ کے پچیس برس بعد سیدنا حسین رضی

اللہ عنہ کے نام پہ انتقامی تحریک شروع کی، جن لوگوں کے متعلق اسے پتہ چلا کہ یہ شخص شہادت حسین رضی اللہ عنہ میں شریک ہے؟ اسے قتل کر دیا!

بعد میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا(شر البریہ کے بہت سے گروہوں کا یہ شخص ہیرو ہے)

ان واقعات سے قبل اور بعد میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے دل میں شدت سے یہ خیال تھا، کہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح ہونی چاہئے، اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ہے، کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شاید فوجی اعتبار سے کمزور تھے، تو یہ اندیشہ خلاف حقیقت ہے، ایک عظیم الشان جری لشکر آپ کے پاس موجود تھا، پچاس ہزار کی تعداد میں تو صرف عرب بہادروں کا لشکر تھا، جنہوں نے ان کے ہاتھ پہ موت کی بیعت کی ہوئی تھی، دیگر اقوام کے لشکر اس کے علاوہ تھے، جس شخص کے پاس اتنی بڑی فوج ہو، اسے کسی سے ڈر کے صلح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،

طبری کی روایت میں " پہاڑ جیسی افواج" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے، کہ دب کے یا ڈر کے صلح کی، تو وہ دنیا کا جھوٹا ترین اور متعصب ترین انسان ہے،

کتب تواریخ میں صلح کی ابتدا کے بارہ میں دو قسم کی روایات ہیں!

نمبر ایک؛ حالات اور اپنی فوج میں باغیوں کی کثرت کی وجہ سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کی ابتدا کی،

نمبر دو؛ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی ابتدا کی،

دوسری روایت زیادہ مظبوط اور قوی ہے، کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی ابتدا کی، اس سلسلہ میں دو افراد عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہما کو سادہ کاغذ پہ اپنی مہر کے ساتھ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور کہا؛ آپ جو بھی شرائط لکھنا چاہتے ہیں، اس کاغذ پہ لکھ دیں، مجھے وہ شرائط قبول ہیں،

طبری نے اس واقعہ کے بارہ میں جو بکواس روایات بیان کی ہیں، (ان کے تذکرہ کی میں یہاں ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا) ان میں بنیادی راوی ابن شہاب زہری ہے، جو واقعۂ صلح کے سترہ سال بعد پیدا ہوا، اور اس نے بھی وضاحت نہیں کی، کہ اس نے یہ کس سے سنیں؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اور پھر زہری سے جس نے اس روایت کو بیان کیا، وہ یونس بن یزید ایلی ہے، جو محدثین کے نزدیک ناقابل اعتماد ہے،

شرائط صلح شیعہ مؤرخین و مجتہدین کی کتب سے:

قدیم ترین شیعہ مؤرخ ابن الدینوری اپنی کتاب اخبار الطوال مطبوعہ مصر میں لکھتا ہے،

)سیدنا) حسن(رضی اللہ عنہ) نے اپنے ساتھیوں کو بزدلی کا شکار پایا، تو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف صلح کے لئے چند شرائط بھیجیں، کہ ان شرائط پر سیدنا حسن رضی اللہ خلافت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیں گے:

1۔ اہل عراق پر کینہ اور دشمنی اور کینہ کی بناء پر گرفت نہیں کی جائے گی،

2۔ہر اسود واحمر کو امان دی جائے گی(یعنی عام معافی)

3۔لوگوں کی یاوہ گوئی کو برداشت کیا جائے گا

4۔ علاقہ اہواز کا خراج ہر سال سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جائے گا،

5۔ ان کے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بیس لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے گا،

6۔ عطایا اور صلہ جات میں بنی ہاشم کو بنی عبد شمس پر فضیلت دی جائے گی، اور ان کا حق فائق رکھا جائے گا،

اخبار الطوال للدینوری ص218 مطبوعہ مصر

اسی مقام پہ دینوری نے مزید یہ بھی لکھا ہے، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجی ہوئی تمام شرائط سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کرلیں، اور صلح مکمل ہوگئی،

تاریخ یعقوبی کا شیعہ مؤلف لکھتا ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین افراد کو صلح کے لئے مدائن میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا، مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن عامر بن کریز، عبدالرحمن بن ام الحکم، انہوں نے حاضر ہو کے صلح کی گفتگو کی، صلح ہونے کے بعد باہر آکے لوگوں کو خوشخبری سنائی، کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے(سیدنا حسن رضی اللہ عنہ) کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کروادی ہے، اور

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اب فتنہ ختم ہو گیا ہے،

جب یہ بات سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لشکریوں تک پہنچی، توانہوں نے ان لوگوں کی بات کو تسلیم کرلیاان کی صداقت میں کوئی شک نہ کیا،اور جوش میں آ کے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، آپ اپنے گھوڑے پہ سوار ہوئے،اور اندھیرے میں چل دئے، جراح بن سنان ازدی نے چھپ کے آپ کو نیزہ مارا، جس سے آپ کی ران زخمی ہوگئی، آپ کو بہت زیادہ بے آبرو کیا گیا،

جب کچھ حالت بہتر ہوئی، آپ منبر پر تشریف لائے،اور فرمایا:لوگو:اللہ تعالی نے ہمارے اول کے ساتھ تمہیں ہدایت بخشی،اور ہمارے آخر کے ساتھ تمہارے خون کی حفاظت کی(یعنی تمہیں خون ریزی سے بچالیا) میں نے معاویہ(رضی اللہ عنہ) سے صلح کرلی ہے،اور امر خلافت ان کے سپرد کردیا ہے،

یہ شیعہ مؤرخین کے بیانات ہیں جوانہوں نے اپنے اپنے نظریات کے مطابق اپنی اپنی کتب میں درج کئے ہیں، کچھ مشاہیر شیعہ علماء نے ایک اور شرط کا بھی تذکرہ کیا ہے،

کہ آپ کو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ،اور سیرت خلفاء راشدین الصالحین پر عمل درآمد کرنا ہوگا،

یہ آخری شرط " کشف الغمہ " علی بن عیسی اربلی کے صفحہ 145 جلد2،" بحارالانوار" ملا باقر مجلسی کے صفحہ نمبر 65 جلد4اور صفحہ نمبر 123 جلد10 نیز" حبیب السیر" غیاث الدین کے صفحہ 64 پہ موجود ہے۔

آج کل شیعہ ایک اور شرط کا تذکرہ بھی کرتے ہیں، کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہ یہ شرط بھی عائد کی تھی، کہ آپ کے بعد میں خلیفہ ہونگا،اس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خفیہ طور پہ زہر دلوا کے شہید کردیا،

قدیم ترین شیعہ مؤرخین، طبری، دینوری، مسعودی، یعقوبی وغیرہ نے اپنی اپنی کتب میں جہاں شرائط صلح کا تذکرہ کیا ہے، کہیں بھی یہ شرط موجود نہیں، یہ تو صدیوں بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہ زبان طعن دراز کرنے کے لئے اپنی طرف سے گھڑلی گئیں!

تاریخ خلیفہ ابن خیاط میں ہے، سن 41 ہجری میں حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما" انبار" کے

قریب ارض سواد کے مسکن میں جمع ہوئے،اور دونوں نے باہم صلح کرلی،اور حضرت حسن نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو خلافت سپرد کر دی، یہ واقعہ ربیع الاخری یا جمادی الاول میں 41 ہجری میں پیش آیا،

یہاں رسول اللہ ﷺ کی زبان مقدس سے نکلی ہوئی ایک حدیث پیش کرنا چاہوں گا،

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے،

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا،ان ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

ترجمہ؛میرا یہ بیٹا سردار ہے،امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کروادے گا۔

محدثین نے لکھاہے، یہ صلح جومابین سیدنا حسن وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما ہوئی،وہ کئی فوائد اور مصالح پر مشتمل تھی۔

یہ صلح آپ ﷺ کی صداقتِ نبوت کے دلائل و براہین میں سے ہے،کیونکہ آپ ﷺ نے جس طرح ارشاد فرمایا بعینہ اسی طرح ہوا،

اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اس میں عظیم منقبت بھی ہے،کہ انہوں نے حکومت وامارت کو کسی قلت،ذلت، یا علت کی بناء پہ نہیں چھوڑا،بلکہ مسلمانوں کے خون کو مزید بہنے سے بچانے اور ان کی جانوں کی حفاظت کرنے کے لئے چھوڑا اور امت کی مصلحت کو پیش نظر رکھا،

اس میں ان خوارج کا بھی رد ہے،جو سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کی طرف صلح کی وجہ سے نسبت کفر کرتے ہیں، آقاءِ دوجہان ﷺ کی زبان مقدس کی شہادت کے اعتبار سے یہ دونوں گروہ مسلمان ہیں،

اس سال کو عام الجماعہ کے نام سے پکارا گیا،یعنی جس سال امت مسلمہ پھر سے ایک ہوگئی۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ کے ہاتھ پہ بیعت کیوں کی؟

یہ ایک بہت بڑا سوال کیا جاتا ہے،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اس کا جواب ہم اہل سنت کی کتب کی بجائے شیعہ کتب سے تلاش کرتے ہیں، لاکھوں کا لشکر ہونے کے باوجود وہ کون سی بات تھی، جس نے سید نا حسن کو مجبور کیا، کہ اس شخص کے ہاتھ پہ بیعت کریں؟ جس شخص کے ساتھ ان کے والد کی جنگیں ہو چکی تھیں !

شیعہ مذہب کی معتبر و معتمد کتب اس سلسلہ میں ایک روایت پیش کرتی ہیں،

واللہ اری ان معاویۃ خیر لی من ھؤلاء یزعمون انھم لی شیعۃً ابتغو قتلی وانتھبوا ثقلی واخذ وامالی واللہ لان اخذ من معاویۃ عھدا احقن بہ دمی وامن بہ فی اھلی خیر امن این یقتلونی فیضیع اھل بیتی واھلی واللہ لو قاتلت معاویۃ لاخذو بعنقی یدفعونی سلما

احتجاج طبرسی ج 2 ص 10 مطبوعہ ایران، و ناسخ التواریخ ج 1 ص 3 مطبوعہ ایران۔

ترجمہ: اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں، معاویہ میرے ان لوگوں سے بہتر ہیں، جو کہتے ہیں ہم تیرے شیعہ ہیں، ان شیعوں نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا، میرا سامان لوٹ لیا، میرا مال چھین لیا، اللہ کی قسم اگر میں معاویہ سے عہد کرلوں، جس سے میری جان بچ جائے، اور میرے گھر والے امن حاصل کرلیں، تو اس سے بہتر ہے، کہ (شیعہ) مجھے قتل کردیں، اور میرا گھر برباد ہو جائے، اللہ کی قسم اگر میں معاویہ سے جنگ کروں، تو یہی (شیعہ) میری گردن سے پکڑ کے مجھے معاویہ کے سپرد کردیں گے۔

سید نا حسن رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی کو بار بار پڑھئے، اور عبارت میں موجود لفظ شیعہ پہ غور کریں، اللہ کی قسم اٹھا کے سید نا حسن اپنے شیعہ کی خباثت و رذالت کو واضح کر رہے ہیں، یہ ان کے دوسرے مزعومہ معصوم امام ہیں، سید نا معاویہ رضی اللہ عنہ سید نا حسن کو بار بار خطوط لکھ کے ان کے شیعوں کی بے وفائیوں کی طرف متوجہ کر رہے تھے، کیونکہ کوفی لشکر کے بڑے بڑے سردار سید نا معاویہ کو خطوط لکھ کے دعوت دے رہے تھے، ایک خط کے الفاظ ملاحظہ کی جئے،

اے معاویہ؛ ہماری طرف کوچ کرو، جب تم پہنچو گے، تو ہم حسن کو اس کے ہاتھ گردن سے باندھ کر تمہارے سپرد کردیں گے، یا خود انہیں قتل کردیں گے، یہ الفاظ شیعہ مذہب کی معتمد کتاب ناسخ التواریخ میں موجود ہیں نیز

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ الفاظ بھی،

جب معاویہ کو حسن کے لشکر میں انتشار کی خبر ملی، تو محبت بھرے خطوط پے در پے لکھے، جن میں لکھا، اے میرے چچا کے بیٹے! میرے اور تیرے درمیان جو رشتہ داری ہے اسے مت کاٹو، ان لوگوں نے صرف آپ سے ہی نہیں آپ کے والد علی سے بھی غداری کی ہے،

ناسخ التواریخ ص220 ج1 مطبوعہ ایران

یہاں اہل سنت کہلوانے والے جہلاء میرے مخاطب نہیں، جنہیں شیعہ محبت کے مروڑ اٹھتے ہیں، اور شیعوں کی محبت میں ابو مخنف اور واقدی وغیرہ لوگوں کی جھوٹی روایات لے کے سیدنا معاویہ پہ بے سروپا الزامات دھرتے ہیں، جن کی محبت میں یہ سب کرتے ہیں، انہی شیعہ لوگوں سے میرا سوال ہے، میں نے آپ لوگوں کی کتب سے حوالے دیئے ہیں، آپ کے مذہب میں امام معصوم اور منصوص من اللہ ہوتا ہے، امام میں نبوت کی تمام ترصفات پائی جاتی ہیں، یہاں ایک امام نہیں، دو امام جو تمہارے بقول معصوم ہیں، سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما(تمہارے بقول نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد ایک کافر فاسق فاجر جہنمی اسلام کا ازلی وابدی دشمن وغیرہ وغیرہ) کے ہاتھ پہ بیعت کر رہے ہیں، میں دیانت وامانت کے نام پہ آپ لوگوں سے یہ سوال کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟ کہ تمہارے دو معصوم اماموں نے جسے اپنا امام بنالیا، اگر وہ اسی طرح تھا، جس طرح تم لوگ صبح وشام اسے کہتے ہو، تو پھر اس کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والے اپنے ان اماموں کے لئے تمہارا کیا فتویٰ ہے؟

وہ باغی تھا؟

وہ خطا کار تھا؟

وہ بدکار تھا؟

وہ خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرنے والا اک عیاش بادشاہ تھا؟

لیکن لاکھوں کا لشکر ہونے کے باوجود، معصوم ہونے کے باوجود، منصوص من اللہ ہونے کے باوجود اگر یہ دونوں شہزادے اسے اپنا امام مان رہے ہیں، تو پھر مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں، کہ اس پہ لگائے گئے تمام

صاحبزادہ ضیاء ناصر

فتاوٰی چاہے وہ کسی اہل سنت عالم کیا؟ کسی بڑے سے بڑے امام نے بھی لگائے ہوں یا کسی شیعہ مجتہد نے!

ان سب فتاوٰی جات کو ان محدثین کو، ان مؤرخین کو میں جوتے کی نوک پہ رکھتا ہوں،

جو میرے امامین الہمامین سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے امام کو برا کہیں، آپ نہ مانیں معاویہ کو کاتب وحی!

آپ نہ مانیں معاویہ کو خلیفۂ راشد!

وہ تمام روایات جو معاویہ کی شان میں ہیں!

ان تمام روایات کو ضعیف کہہ لیں بلکہ موضوع ہی کہہ لیں!

معاویہ کی شان اک ذرے کے برابر بھی کم نہیں ہو گی!

کیونکہ معاویہ کو ان ہستیوں نے امام مان لیا ہے!

جنہیں تم اپنا معصوم امام مانتے ہو!

سیدنا معاویہ کے شرف صحابیت کے بعد یہ شرف اتنا بڑا ہے!

کہ چودہ سو سال کے منکرین الٹے بھی لٹک جائیں!

تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس مقام کو ان سے نہیں چھین سکتے!

واللہ کبھی بھی کسی بھی صورت نہیں چھین سکتے!

اور پھر رسول اللہ کی اس حدیث پہ تو ذرا غور کرو؟

جو اہل سنت کی صحیح بخاری کے علاوہ تمہاری اپنی معتبر کتاب کشف الغمہ میں بھی موجود ہے۔

ان ابنی ھذا لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

کشف الغمہ ج 1 ص 546 مطبوعہ ایران۔

ترجمہ؛ بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کروائے گا۔

اس حدیث میں مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کا ذکر ہے ایک حسنین کریمین کی اور ایک سیدنا معاویہ کی !

حدیث کے ان الفاظ پہ تعصب و کینہ سے ہٹ کے ذرا غور کریں، تو سیدنا معاویہ کا دامن شیشے کی طرح صاف و شفاف نظر آئے گا !

اور اگر معاویہ غلط ہیں، تو ان کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والے (اگرچہ تمہارے بقول تقیہ کر کے بیعت کی تھی) تو وہ کیسے صحیح ہو سکتے ہیں ؟

حسنین کریمین میرے سر کا تاج ہیں، میں، میرے ماں باپ، میری آل اولاد، ان کے قدموں کے ساتھ لگنے والی خاک پہ قربان، میرا ایمان میرا یقین ہمیشہ سے یہی ہے اور ان شاء اللہ مرتے دم تک یہی رہے گا، حسنین کریمین نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا ! پیغمبر کی راہنمائی اللہ کریم وحی سے کرتے ہیں، اور اپنے خاص الخاص بندوں کی راہنمائی الہام سے کرتے ہیں، حسنین کریمین کی یہ بیعت الہام الٰہی کی تعمیل اور امت کی وحدت کی تکمیل تھی !

کسی کے رونے سے پیٹنے سے، اپنے آپ کو زدو کوب کرنے سے جھوٹی روایات کا سہارا لے کے یا شیعہ کے پروپیگنڈا سے مرعوب ہو کے، یا ان کی دوستی میں مدہوش ہو کے، سیدنا معاویہ کو مطعون کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، جو مقام اللہ نے حسنین کریمین کے ہاتھوں سیدنا معاویہ کو عطاء کر دیا، دنیا کی کوئی طاقت اسے چھین نہیں سکتی !

مجھے آپ ناصبی کہیں، یا کچھ اور !

میرے اماموں نے جسکو امام بنایا ہے، میرا بھی وہ امام ہے !

آج بد قسمتی سے کچھ لوگ تاریخ کے چیتھڑوں کو لے کے کتب تواریخ میں دشمنان اسلام کی جھوٹی روایات کی تاریکیوں میں اپنے ہوش و حواس گم کر کے اور ان کتب کو وحیٔ الٰہی کا درجہ دے کے سیدنا معاویہ کو باغی، دور جاہلیت واپس لانے والا، بدعات ایجاد کرنے والا، فتنہ و فساد پھیلانے والا، اور خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرنے والا کہتے ہیں !

ضیاء ناصر صاحبزادہ

اس بات کے باوجود کہ معاویہ کی جنگ ان کے والد سے بھی ہو چکی ہے، ایک لاکھ کے قریب مسلمان اس میں شہید ہو چکے ہیں، حسنین کریمین، اس کے ہاتھ پہ بیعت کر کے قیامت تک آنے والی خرد و شعور سے بہرہ ور نسل انسانی کو یہ سبق دے رہے ہیں!

لوگو ہوش کرو!

معاویہ دین میں بدعات ایجاد کرنے والا ہوتا؟

تو ہم اس کے ہاتھ پہ بیعت نہ کرتے!

معاویہ دور جاہلیت کو واپس لانے والا ہوتا؟

تو ہم اس کے ہاتھ پہ بیعت کبھی نہ کرتے!

معاویہ کافر و بے دین ہوتا؟

تو ہم اس کے ہاتھ پہ بیعت کبھی نہ کرتے!

معاویہ فتنہ و فساد پھیلانے والا ہوتا؟

تو ہم اس کے ہاتھ پہ بیعت کبھی نہ کرتے!

معاویہ ہمارے باپ کو گالیاں نکالنے والا ہوتا؟

تو ہم اس کے ہاتھ پہ بیعت کبھی نہ کرتے!

معاویہ خلافت کو ملوکیت میں بدلنے والا ہوتا؟

تو ہم اس کے ہاتھ پہ بیعت کبھی نہ کرتے!

معاویہ بیت المال میں خیانت کرنے والا ہوتا؟

تو ہم اس کے ہاتھ پہ کبھی بیعت نہ کرتے!

حسنین کریمین کے تدبر، فہم و فراست، جذبۂ ایمانی، سیاست و دانش، علم و حلم کو کروڑوں اربوں سلام!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

جنہوں نے قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو اپنے طرز عمل سے یہ باور کروادیا، کہ معاویہ باغی نہیں، بلکہ امت کی ایک عظیم جماعت کا قائد تھا، جس کے ہاتھ پہ ہم بیعت کرکے یہ اعلان کررہے ہیں، جو ہمیں سچے دل سے اپنا امام تسلیم کرے گا؟

اس کو معاویہ کی امامت کو بھی تسلیم کرنا ہی پڑے گا!

کیونکہ معاویہ ہم دونوں بھائیوں کا امام ہے!

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اس بیعت کے بعد جتنا عرصہ زندہ رہے، 47یا49یا50 ہجری تین روایات ہیں، ان کی وفات کی، اس عرصہ میں سیدنا معاویہ سے ان کا میل جول، دمشق آنا جانا، سیدنا معاویہ سے لاکھوں دینار سالانہ وظائف کی وصولی جاری رہی، وظائف کے ضمن میں ایک اہم بات ذہن نشین رکھئے، یہ وظائف نعوذ باللہ کوئی سیاسی رشوت نہیں تھے! اور نہ ہی صرف ان کو ملتے تھے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور سے رسول اللہ کے تمام اعزہ واقرباء کو دیئے جاتے تھے، لاکھوں دینار اس لئے؟ کہ ان کے خاندان کے افراد جلد شادیاں ہو جانے کی وجہ سے بہت زیادہ ہوتے تھے، نیز ان کے آزاد کردہ غلام بھی خاندان کا حصہ سمجھے جاتے تھے، خاندان کے سربراہ کو سالانہ ایک مخصوص رقم دے دی جاتی، وہ اپنے پورے خاندان میں اور غرباء ومساکین میں تقسیم کرتے، ان کی گذر بسر صرف ان وظائف پہ نہیں ہوتی تھی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خاندان میں موجود مرد حضرات تجارت، کھیتی باڑی اور دیگر کام بھی کرتے تھے،

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد دشمنان اسلام کوفی شیعہ شر پسند پھر سرگرم عمل ہوگئے!

شیعہ حضرات کی معتمد کتب " الارشاد " اور " کشف الغمہ " اس بات کی گواہی دیتی ہیں، ان لوگوں نے پھر سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھنے شروع کئے، کہ،

حسن نے معاویہ سے صلح کرکے جو بیعت امامت کی تھی؟

اب ان کا انتقال ہو گیا ہے!

آپ اٹھیں!

ان کی بیعت کو توڑیں !

ان کے خلاف لشکر کشی کریں !

سیدنا حسین رضی اللہ عنہان کی خباثتوں اور شرارتوں کو بخوبی جانتے تھے فرمایا!

کان کھول کے سن لو !

معاویہ کو میرے بڑے بھائی حسن (رضی اللہ عنہ) نے امام مانا تھا ! میں جیتے جی کبھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں توڑوں گا !

آج سیدنا حسین کا اپنے آپ کو نام لیوا کہنے والوں نے کبھی کوفیوں کو برا کہا ہے ؟

جن کوفیوں نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو سکون وچین کی سانس نہ لینے دی، جن خبثاء کوفہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سکون نہ لینے دیا!

جن رذیلوں اور فتنہ پروروں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو تیر مارے، برچھیاں ماریں، نیزے مار کے لہولہان کیا، جس جاء نماز یا غالیچے پہ وہ بیٹھے تھے، اس کو ان کے نیچے سے کھینچ کے ان کی توہین کی !

ان کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت توڑنے کے لئے خطوط لکھے !

ان کوفیوں کا نام اس لئے نہیں لیا جاتا !

کہ اصل سازشی مہرے اور کردار یہی تھے !

جنھوں نے مسلم بن عقیل کو کوفہ بلوا کے غریب الوطنی کی حالت میں تہ تیغ کر دیا!

جنھوں نے کربلا کے میدان میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے خاندان سمیت ذبح کر دیا! (اس کی پوری تفصیل ان شاء اللہ اگلی اقساط میں آئے گی)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعتِ سیدنا معاویہ کے بعد ایک دو نہیں تقریبا انیس سال تک سیدنا معاویہ نے اسلامی عساکر کو پوری دنیا میں اسلام کا عالمگیر پیغام پہنچانے پہ لگا دیا، اس انیس سالہ دور میں تقریبا بیس لاکھ مربع

صاحبزادہ ضیاء ناصر

میل مزید علاقہ فتح کر کے اسلام کی فقط شان وشوکت ہی میں اضافہ نہیں کیا، بلکہ اس وقت تک معلوم دنیا کے ساٹھ فیصد علاقے پہ اللہ کی توحید اور حسنین کریمین کے نانا جان کی رسالت کا پھریرا لہرایا،

آج شیعہ تو شیعہ، اپنے آپ کو اہل سنت کہلوانے کے دعویدار بعض سُنی نما رافضی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام سن کے ایسے چیں بجبیں ہوتے ہیں، کہ ان کی عقل و خرد سلب ہو جاتی ہے!

میں ارباب فکر و دانش کو دعوت فکر دیتا ہوں!

ایک منٹ کے لئے تسلیم کر لیتے ہیں، کہ سیدنا معاویہ سے سیاسی خطا ہوئی؟

لیکن یہ عظیم شخصیت کیا اتنی ہی گئی گذری ہے؟

کہ ہر کہ ومہ اور حقیر انسان ان پہ زبان طعن دراز کرے؟

چلیں آپ اسے کاتب وحی نہیں مانتے نہ مانیں!

کاتب خطوط تو مانتے ہیں نا؟

خطوط اسی سے لکھوائے جاتے ہیں! جس پہ مکمل اعتماد ہو!

اسے صلح حدیبیہ کے وقت ایمان لانے والا نہیں مانتے نہ مانیں!

فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والا، اور مؤلفۃ القلوب کی لسٹ میں شامل ہونے والا ہی مان لیں!

لیکن اللہ نے جو تمغے تمام اصحاب محمد ﷺ کو دیئے ہوئے ہیں!

اولئک ھم المؤمنون حقا!

اولئک ھم الراشدون!

اولئک ھم المفلحون!

اولئک حزب اللہ!

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان! رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ! اعد لھم جناۃ تجری تحتھا الانہار کے تمغے اس کو بحیثیت صحابیٔ رسول دیئے ہوئے ہیں، وہ ان سے کون چھین سکتا ہے؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اور حدیث نبوی" من رآنی اور آمن رآنی" کے مصداق ان کو جنت میں داخل ہونے سے کون روک سکتا ہے؟

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اک اور عجیب بات نظر آتی ہے!
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں نہیں بلایا، بلکہ خود چل کے دمشق گئے،
دمشق جانے والے افراد میں تین افراد اہم ترین تھے، سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ، (رضی اللہ عنہم) قیس بن سعد بن عبادہ خود بھی صحابی ہیں، اور ان کے والد سعد بن عبادہ بھی صحابی تھے، یہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی فوج کے کمانڈر انچیف تھے، دمشق پہنچنے پہ پورا شہر ان کے استقبال کے لئے امنڈ آیا!
کیوں نہ آتے؟

آج کا دن تو ان کے لئے اہم ترین دن تھا جس رسول ﷺ کا وہ کلمہ پڑھتے تھے!
اس رسول ﷺ کے دو نواسے سیدتنا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے جگر گوشے، جو آج ان کے شہر کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کرنے آئے ہیں!
دمشق کی سب سے بڑی مسجد، جامع دمشق، میں تل دھرنے کی جگہ نہیں، سیدنا حسن سیدنا معاویہ کو منبر پہ بٹھاتے ہیں!
خود اپنے بھائی کے ساتھ نیچے زمین پہ بیٹھتے ہیں، آنے والی نسل انسانیت تک یہ پیغام پہنچانے کے لئے!
ہم " آل رسول و اولاد علی" آج جس شخصیت کو عزت و احترام دینے لگے ہیں،
وہ اسی عزت و احترام کے لائق ہے زبان حال سے وہ یہ بتلا رہے ہیں،
معاویہ کے فضائل و مناقب کا تم جتنا بھی انکار کرتے جاؤ گے، اس کے مناقب اتنے ہی بڑھتے چلے جائیں گے!
اگر معاویہ باغی ہوتے؟
تو حسنین کریمین اپنی گردنیں تو کٹوا دیتے، لیکن ایک باغی کے ہاتھ پہ کبھی بیعت نہ کرتے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہاں موجودہ دور کے سب سے بڑے محقق اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے سابق جسٹس ڈاکٹر مولانا علامہ خالد محمود کی کتاب عبقات کے صفحہ 379 سے ایک حوالہ شامل کرنے کی جسارت کرونگا،

حضرت علامہ صاحب ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں "حضرت عمار کو قتل کرنے والے بے شک طائفہ باغیہ ہوں گے، لیکن حضرت امیر معاویہ اس کے ماتحت نہیں آتے،اس لئے کہ باغی اسے کہتے ہیں، جو کسی حکومت کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے خلاف ہو جائے،اور جو شروع سے ہی مخالف ہو،اس پر باغی کا لفظ پورا منطبق نہیں اترتا، معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں کچھ ایسے لوگ ہونگے، جو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے،اور پھر وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل ہو گئے ہوں،ہاں یہ صحیح ہے، کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے اس حدیث کی رو سے طائفہ باغیہ ہیں، لیکن جب تک ان قاتلوں کی نشاندہی نہ ہو جائے، ہم اس حدیث کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پورے لشکر پر منطبق نہیں کر سکتے،اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو اپنی وفات کے وقت مسلمانوں کے بالاتفاق حکمران تھے، مختلف فیہ شخصیت نہ تھے، وہ باغی کیسے ہو سکتے ہیں؟"

حسنین کریمین کے سامنے ان کے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ بھی موجود تھے!

نہ وہ ہم سے بڑھ کے ہیں اسلام میں، نہ ہم ان سے بڑھ کے ہیں،اس بات کا ہرگز کوئی بدباطن یہ مطلب نہ نکالے، کہ شان مقام و مرتبہ میں سیدنا معاویہ سیدنا علی کے برابر ہیں!

میرا ایمان وایقان یہ ہے، کروڑوں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اکٹھے ہو جائیں، لیکن اس مقام پہ کبھی بھی نہیں پہنچ سکتے، جو مقام اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا ہے، صرف السابقون الاولون ہونے ہی کی وجہ سے نہیں!

بلکہ اور بھی بے شمار وجوہات کی وجہ سے!

خطیب نام پکارتا ہے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا!

وہ اٹھتے ہیں اپنا ہاتھ سیدنا معاویہ کے ہاتھ میں دے کے بیعت کر لیتے ہیں!

ضیاء ناصر صاحبزادہ

خطیب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام پکارتا ہے!

آپ بھی اٹھتے ہیں اور سیدنا معاویہ کی بیعت کر لیتے ہیں!

پھر خطیب قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کا نام پکارتا ہے " اٹھو اور بیعت کرو" شیعہ مصنف اپنی کتاب رجال کشی کے صفحہ 102 پہ یہ سارا قصہ نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے!

فالتفت الی الحسین علیہ السلام ینظر مایامرہ!

قیس بن سعد بن عبادہ سیدنا حسین کی طرف دیکھتے ہیں!

جیسے زبان حال سے کہہ رہے ہوں مجھے رہنے دی جئے!

سیدنا حسین فرماتے ہیں!

قم یاسعد" فبایع" انہ امامی" اے سعد اٹھ اور بیعت کر بے شک وہ میرے امام ہیں!

یہاں شیعہ مجتہد دجل سے کام لیتے ہوئے اپنی طرف سے بھی ایک لفظ لکھتا ہے، یعنی الحسن علیہ السلام، یعنی حسن میرے امام ہیں!

ٹھیک ہے میں مان لیتا ہوں!

سیدنا حسین کا مطلب یہی ہو گا، کہ حسن میرے امام ہیں!

لیکن اب تو بات اور واضح ہو گئی، مطلب یوں بنے گا،

اے سعد اٹھ اور میرے امام کے ہاتھ پہ بیعت کر!

حسنین کریمین بمعہ اپنے کمانڈر انچیف کے بیعت کر کے رسول اللہ ﷺ کی پیشینگوئی کی تکمیل کر دیتے ہیں!

لیکن اولاد یہود کو یہ امن پسند نہیں!

احتجاج طبرسی کا شیعہ مصنف اپنی کتاب احتجاج طبرسی کی جلد 2 کے صفحہ نمبر 9 پہ لکھتا ہے" حسن نے جب معاویہ کی بیعت کر لی، اور معاویہ کو اپنا امام اور امیر مان لیا، تو کچھ لوگوں نے حسن کو ملامت کی، تو حسن نے کہا،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

تمہاری بربادی ہو، تم نہیں جانتے! میں نے جو کچھ کیا ہے، اللہ کی قسم دنیا وما فیہا سے میرے شیعوں کے لئے بہتر ہے"

بیعت کے بعد امت ایک ہو جاتی ہے، امن کا دور دورہ واپس آ جاتا ہے، فتوحات کا رکا ہوا سفر پھر سے شروع ہو جاتا ہے، حسنین کریمین ہر سال دمشق کا سفر کرتے ہیں لاکھوں درہم سالانہ سیدنا معاویہ کی طرف سے ان کو وظیفہ مل رہا ہے!

اگر معاویہ کافر تھے؟

فاسق تھے؟

فاجر تھے؟

عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے والے نہیں تھے؟

قرآن وسنت کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے تھے؟

توان کے ہاتھ سے ان کے گھر میں جا کے ہر سال ان سے وظائف لینے والے کون تھے؟

معاویہ وہ شخصیت ہے!

جس پہ جب بھی الزام دھرو گے فاطمہ کے جگر گوشے اس کی لپیٹ میں لازمی آئیں گے، ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع ان کی ذاتی خوبیوں سے ہٹ کے اس لئے بھی کرتے ہیں، کہ ہمیں اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت ہے، الحمد للہ۔

اور ہم جانتے ہیں، جب جب معاویہ پہ زبان طعن دراز ہو گی، اہل بیت رسول اس کی لپیٹ میں لازمی آئیں گے!

تین اور اعتراضات کا جواب بھی یہاں دیتا جاؤں!

1۔ معاویہ کو کیا حق تھا قصاص عثمان کی آواز اٹھانے کا؟

جواب:۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک حق نہیں چار حق تھے!

جس کی وجہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آواز اٹھائی!

پہلا حق؛ سید نا عثمان کو بچاتے ہوئے ان کی جس بیوی کے ہاتھ کی چار انگلیاں کٹ گئی تھیں، وہ خاتون نائلہ سید نا معاویہ کی رشتے میں بہن تھیں، اکثر دوستوں کے لئے یہ نئی بات ہو گی، جائے اہل علم سے پوچھئے، انساب کی کتب اٹھایئے، آپ کو آپ کے سوال کا جواب مل جائے گا،

دوسرا حق؛ رشتہ کے اعتبار سے عثمان اور معاویہ آپس میں چچازاد بھائی تھے، اور عرب کے قبائلی معاشرہ کا یہ بنیادی اصول تھا، کسی قبیلے کے کسی ایک فرد کے خلاف اعلان جنگ یا زیادتی پورے قبیلے کے خلاف اعلان جنگ اور زیادتی تصور ہوتی تھی! بلکہ یہاں تک تھا، کہ اگر قبیلے کے کسی فرد نے کسی باہر کے فرد کو امان دے دی یا اس کا حلیف بن گیا، تو اس کی حفاظت بھی پورے قبیلے پہ فرض ہو جاتی تھی، عرب تاریخ میں اس کی لاکھوں مثالیں موجود ہیں، اور یہاں تو معاملہ ہی چچازاد بھائی کا تھا، اس سے آگے کون سا رشتہ ہوتا ہے؛

تیسرا حق؛ سید نا عمر فاروق نے سید نا معاویہ کو گورنر مقرر کیا تھا، سید نا عثمان نے ان کی قابلیت و لیاقت کی وجہ سے ان کو برقرار رکھا تھا؛ بحیثیت ایک گورنر کے بھی اپنے امیر المؤمنین کا قصاص وہ طلب کر سکتے تھے!

چوتھا اور سب سے اہم ترین حق؛ سید نا عثمان کے بیٹے ابان بن عثمان اور دیگر بیٹوں نے خاندان میں سید نا معاویہ کے بڑا ہونے کی وجہ سے اپنا حق قصاص ان کو تفویض کر دیا تھا، اور اپنی والدہ کی کٹی ہوئی انگلیاں، والد کا خون آلود کرتا لے کے سید نا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق (شام) آ گئے تھے، اس بات کا ثبوت " سلیم بن قیس الکوفی الھلالی العامری" جسے سید نا علی رضی اللہ عنہ کا شاگرد بتایا جاتا ہے، کی کتاب میں بھی موجود ہے، اور سید نا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سید نا معاویہ پہ قصاص طلب کرنے پہ اعتراض نہ کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے، کیونکہ سید نا علی بھی جانتے تھے، کہ معاویہ کا حق بنتا ہے، خون عثمان کے قصاص کی آواز اٹھانے کا!

سلیم بن قیس اپنی کتاب " کتاب سلیم بن قیس" میں لکھتا ہے " ان معاویۃ یطلب بدم عثمان ومعہ ابان بن عثمان وولد عثمان" ترجمہ؛ جب حضرت معاویہ قصاص عثمان (رضی اللہ عنہ) کے لئے اٹھے، تو ابان بن عثمان اور عثمان کے دیگر بیٹے ان کے ساتھ تھے!

یہی سلیم بن قیس آگے یہ بھی لکھتا ہے، ابو مسلم خولانی کے سوال پہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا" انا ابن عمہ وانا اطلب بدمہ وامرہ الی" میں عثمان کا چچازاد بھائی ہوں، اور میں ان کے قصاص کا اس لئے بھی طالب ہوں، کہ اس کے ورثاء کی طرف سے یہ میری ڈیوٹی لگائی گئی ہے !

2۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا معاویہ نے بیعت اس لئے نہیں کی تھی، کہ وہ بیعت سے قبل قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے، جب خود امیر المؤمنین بن گئے، تو انہوں نے قصاص عثمان کیوں نہ لیا؟

جواب؛ یہ اعتراض کرنے والے بزر جمہر اچھی طرح جانتے ہیں، کہ ان کا یہ اعتراض کتنا بودا اور جھوٹا ہے، لیکن بد قسمتی سے ہمارے اہل سنت کی کتاب و مطالعہ سے دوری، نیز ہمارے اکابرین کی اس موضوع کو اہم نہ سمجھتے ہوئے اس پہ کتب نہ لکھنے کی وجہ سے انہیں اس اعتراض کا موقع مل جاتا ہے،

میرے علم میں تو کم از کم ایسی کوئی کتاب نہیں،

اگر کسی صاحب علم نے اس پہ کوئی کتاب لکھی ہے اور احباب میں سے کسی کے علم میں ایسی کوئی بھی کتاب ان چار میں سے کسی بھی زبان، عربی، اردو، فارسی، یا انگلش میں؟ تو اس کی نشاندہی کر سکتے ہیں!

میں ان کا ممنون ہونگا!

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہ قصاص عثمان نہ لینے کا الزام لگانے والے اچھی طرح جانتے ہیں، کہ ان کا یہ اعتراض مبنی بر جھوٹ ہے، لیکن ان کے مذہب کی بنیاد ہی اس بات پہ قائم ہے، کہ چمکتے ہوئے سورج کو دیکھ کے بھی یہی کہا جائے، کہ رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے، اور اس پہ اتنے تسلسل سے جھوٹ بولا جائے، کہ ہر شخص یہ سوچنے پہ مجبور ہو جائے، کہ میری آنکھیں تو مجھے دھوکہ دے رہی ہیں، سچ وہی ہے، جو میرے کانوں میں انڈیلا جا رہا ہے!

جھوٹوں کے محبوب ترین مؤرخ ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ طبری میں اور " یاقوت حموی" نے" معجم البلدان" میں قاتلین عثمان سے قصاص کی متعدد روایات بیان کی ہیں!

سب سے قبل یہ بات ذہن میں رکھ لیں، مفسدین ایک دو یا دس بیس نہیں، بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، لیکن ان کے سرخیل چند افراد تھے، نیز یہ مفسدین کسی ایک علاقہ کے نہیں تھے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

تین مقامات ان مفسدین کے گڑھ تھے، کوفہ، بصرہ، فسطاط (فسطاط اس زمانہ میں مصر کا دار الحکومت تھا اسی کا نام بعد میں قاہرہ رکھا گیا)

مفسدین بھی تین ہی طرح کے تھے،

نمبر 1۔ وہ طبقہ تھا، جو براہ راست سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث تھا،

نمبر 2۔ وہ طبقہ تھا، جو براہ راست قتل میں ملوث تو نہ تھے، لیکن مدینہ منورہ پہ حملہ آور ہونے والوں کے ساتھ مدینۃ النبی میں ان کے ممد و معاون بن کے آئے تھے۔

نمبر 3۔ وہ طبقہ تھا، جو براہ راست قتل میں ملوث بھی نہ تھا، ساتھ بھی نہیں آئے تھے، لیکن ان مفسدین سے ان کا تعلق اس قدر گہرا تھا، کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے امیر المؤمنین بننے کے بعد ان لیڈروں کے بلاوے پہ وہ سیدنا علی کی فوج میں شامل ہو گئے تھے، آج کل کی اصطلاح میں آپ انہیں سہولت کار کہہ سکتے ہیں۔

ان میں سے پہلی دو اقسام کا تو کوئی ایک شخص بھی نہیں بچا تھا، البتہ تیسری قسم کو ختم کرنے میں کافی ٹائم لگ گیا، ممکن ہے، کوئی اکا دکا فرد بچ بھی گیا ہو۔

پہلی قسم کے مفسدین و قاتلین میں عبداللہ بن سبا، مالک بن الحارث الاشتر نخعی، محمد بن ابی بکر، کنانہ بن بشر، عمرو بن الحمق، عبدالرحمن بن عدیس، کمیل بن زیاد، عمیر بن ضابی، محمد بن ابی حذیفہ، جبجاہ الغفاری، حکیم بن جبلہ، ابن المحرش، حرقوص بن زہیر، ذریح بن عباد وغیرہ نمایاں افراد میں سے تھے۔

تحریک مفسدین کا بانیٔ اعظم عبداللہ بن سباء۔

اس کا تفصیلی تذکرہ اور سیدنا علی مرتضی کی طرف سے اسے جلاوطن کئے جانے یا آگ میں جلوائے جانے کی روایات شر البریہ کی معتمد و مستند کتب کے حوالہ جات کے ساتھ " سلسلۂ شر البریہ " قسط نمبر دو، تین، اور چار میں موجود ہیں، جو 2015/9/29 سے 2015/10/01 تک میری وال پہ پوسٹ ہوئی تھیں،

تفصیل دیکھنے کے خواہشمند احباب میری وال پہ موجود ان اقساط کو دیکھ سکتے ہیں،

مالک بن حارث الاشتر نخعی۔

یہ شخص مفسدین کا دوسرا سب سے بڑا لیڈر اور ابن سباء کا سب سے اہم اور متحرک ترین مہرہ تھا، ہر مقام پہ یہ شخص نمایاں نظر آتا ہے، نیز شر البریہ اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا صحابی کہتے ہیں، محمد بن ابی بکر کے مصر میں قتل ہو جانے کے بعد سیدنا علی کو مجبور کر کے اس نے مصر کی گورنری حاصل کی، گورنری کا پروانہ حاصل کرنے کے بعد یہ شخص ابھی فسطاط(قاہرہ) نہیں پہنچا تھا، کہ راستہ میں اسے ایک دیہاتی آدمی نے شربت میں زہر ملا کے پلا دیا، جس سے یہ ملعون وہیں پہ جہنم رسید ہو گیا، یہ شخص اتنا بڑا مفسد تھا، کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یکے بعد دیگرے کوفہ کے تمام گورنروں پہ اس شخص نے انتہائی بیہودہ الزامات لگوائے، یہ اور اس کے حواری اتنے خبیث تھے، کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری کو جب کوفہ کا گورنر بنا کے بھیجنے لگے، تو

فرمایا!

ابو موسیٰ!

میں تمہیں ایسی سرزمین کی طرف بھیجنے لگا ہوں، جہاں شیطان نے انڈے دے دیئے ہیں، اور ان میں سے چوزے بھی نکل آئے ہیں، اس لئے جو طریقہ آپ کو معلوم ہے، اس کی پابندی کی جیئے گا، اور تبدیل مت ہوئیے گا، ورنہ اللہ بھی اپنا طریقہ آپ کے ساتھ تبدیل کر لے گا۔

مالک اشتر اور اس کے حواریوں نے پہلے سیدنا سعد بن ابی وقاص کے خلاف مدینہ جا جا کے شکایات لگائیں!

پھر سیدنا عمار بن یاسر کو معزول کروایا!

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی الل عنہ پہ بدکاری کا الزام لگایا!

تحقیق پہ الزام جھوٹا ثابت ہوا، تو الزام لگانے والوں پہ حد قذف لگائی گئی!

سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پہ شراب نوشی کا الزام لگایا!

سیدنا سعید بن عاص کے زمانہ میں ہنگامے برپا کئے!

سیدنا ابو موسیٰ اشعری کے خلاف بھی شکایات لے کے مدینہ پہنچے!

کوفہ میں خلافت کی طرف سے آنے والے کسی گورنر کو سکون سے بیٹھنے نہیں دیا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ وہی لعنتی انسان تھا، جس نے جنگ جمل سے قبل اپنے ساتھیوں کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تھا

"کیوں نہ ہم علی(رضی اللہ عنہ پہ حملہ کر کے اسے عثمان کے پاس پہنچادیں")

محمد بن ابی بکر۔

یہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس میں سے بیٹا تھا، کچھ لوگوں نے اس کے بارہ میں لکھا ہے، کہ سن دس ہجری میں یہ پیدا ہوا تھا، یعنی رسول اللہ کی رحلت سے چند ماہ قبل، اور کچھ نے رسول اللہ کی رحلت کے بعد پیدائش لکھی ہے۔

اگر آپ ﷺ کی وفات سے چند ماہ قبل بھی پیدا ہوا ہو، تب بھی صحابیت کے لئے کچھ شرائط ہیں، اور وہ ان شرائط پہ پورا نہیں اترتا، نیز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہونے کا مطلب یہ نہیں، کہ وہ جو بھی کرے بخشا بخشایا ہے!

قرآن مجید نے حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا تذکرہ کیا ہے، جو طوفان نوح میں غرق ہو گیا تھا، اس کے لئے الفاظِ قرآنی ہیں

"انہٗ عمل غیر صالح" بیشک اس کے اعمال اچھے نہیں۔

اللہ رب العزت کے ہاں نجات کا دارومدار حسب نسب نہیں، بلکہ اعمال صالحہ ہیں،

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی والدہ" حضرت اسماء بنت عمیس نے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، یہ وہی اسماء بنت عمیس ہیں، جو سیدتنا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بیماری کے ایام میں ان کی خدمت کرتی تھیں، اور ان کی وفات پہ ان کو غسل بھی انہی نے دیا تھا، سیدنا علی کے نکاح میں آنے سے ان کا بیٹا محمد بن ابی بکر بھی سیدنا علی کے گھر میں آ گیا، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھیل کود کے بڑا ہوا، جوان ہونے کے بعد یہ بھی کسی علاقہ کی گورنری چاہتا تھا، لیکن اس میں قابلیت نہ ہونے کی وجہ سے سیدنا عثمان نے اسے کسی علاقہ کا گورنر نہ بنایا، اسی رنجش کی بناء پہ یہ بھی مفسدین کے ساتھ مل گیا، سیدنا عثمان کی شہادت کے وقت ان کے مکان کے عقبی حصہ سے مفسدین کو ان کے گھر میں لے کے آنے والا اور سب سے قبل سیدنا عثمان رضی اللہ

عنہ کی داڑھی کو پکڑ کے جھنجھوڑنے والا یہی شخص تھا، سیدنا عثمان کے الفاظ " بھتیجے آج تیرے والد زندہ ہوتے تو وہ بھی یہ جرات نہ کرتے " سُن کے شرمندہ ہو کے پیچھے تو ہٹ گیا، لیکن ان کی شہادت کے آخری لمحوں تک وہیں موجود رہا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس نے مصر کی گورنری تو لے لی، لیکن اس کے مصر پہنچنے کے بعد پورے مصر میں اس کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی، بالآخر مصریوں نے اسے قتل کر کے اس کی لاش سڑے ہوئے گدھے کی کھال میں بھر کے اسے جلا دیا!

یہ تو طبری کی روایت کا خلاصہ ہے، لیکن ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں یہ قصہ تھوڑے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے، لیکن آخری الفاظ ان کے بھی یہی ہیں، کہ اس کو قتل کر کے اس کی لاش مرے ہوئے بدبودار گدھے کی کھال میں ڈال کے اسے آگ میں ڈال کے جلا دیا گیا!

کنانہ بن بشر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر سیدنا عمرو بن العاص کی سرکردگی میں مصر بھیجا، جس کا مقابلہ محمد بن ابی بکر کے لشکر کے ساتھ ہوا، کنانہ بن بشر محمد بن ابی بکر کے لشکر کے مقدمہ الجیش کا سالار تھا، سامنے سے کچھ شامی لوگوں نے اس پہ حملہ کیا، پیچھے سے معاویہ بن خدیج نے اس پہ حملہ کیا، ان ہی کے وار سے یہ جہنم رسید ہوا، اس ملعون نے سیدنا عثمان کے ماتھے اور سر کے ابتدائی حصے پہ لوہے کی لاٹ ماری تھی، اور اسی ملعون نے تلوار سے سیدنا عثمان کا پیٹ پھاڑنے کی کوشش کی تھی، جسے روکتے ہوئے حضرت نائلہ آپ کی بیوی نے تلوار پکڑ لی، جس سے ان کی چار انگلیاں کٹ گئیں تھیں!

عمرو بن الحمق:

یہ وہ ملعون ہے، جو محمد بن ابی بکر کے ساتھ دیوار پھلانگ کے داخل ہوا تھا، اور امام مظلوم کو شہید کرنے سے قبل ان کے جسم پہ کودتا رہا، پھر ان کے جسم پہ نیزے سے نو زخم لگائے تھے، جنگ صفین کے بعد اس کو پکڑنے کے لئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کچھ افراد کی ڈیوٹی لگائی، یہ بھاگ گیا، اور پہاڑی علاقہ کی ایک غار میں جا کے چھپ گیا، تلاش کرنے والوں نے اسے پکڑ لیا، اور اسے قتل کر کے اس کا سر سیدنا معاویہ کے پاس آ کے پیش کیا۔

صاحبزادہ ضیاء ناصر

عبدالرحمن بن عدیس؛

اس ملعون نے حضرت نائلہ کے اس پیغام پر کہ سیدنا عثمان کو دفن کرنے کی اجازت دی جائے، حضرت نائلہ کو ننگی گالیاں دی تھیں، جنگ صفین کے بعد یہ حمص کی طرف بھاگ گیا، وہاں جبل جلیل نامی ایک گاؤں میں قیام کیا، وہیں ایک بدو کے سامنے شیخی ماری، کہ میں بھی عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے والوں میں سے ہوں، اس بدو نے اس لعنتی کو وہیں فی الفور قتل کر دیا!

کمیل بن زیاد؛

یہ ملعون انڈر گراؤنڈ ہو گیا تھا، حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کا پتہ چلا، کہ یہ نخع کے مقام پہ چھپا ہوا ہے، اور اسکا اپنے قبیلے کے افراد سے رابطہ بھی ہے، حجاج نے یہ اعلان کیا، کہ اگر اس شخص نے گرفتاری نہ دی، تو اس کے پورے قبیلے کو میں قتل کر دونگا!

دو ہزار سے زائد افرادِ قبیلہ کے قتل کے خوف سے قبیلے والے ہی اسے پکڑ کے لائے، اور حجاج کے سامنے پیش کر دیا، حجاج نے اس سے سوال وجواب کر کے اپنے ایک سپاہی ادہم بن الحزد کو حکم دیا، کہ اسے قتل کر دو، اس نے اسے جہنم میں روانہ کر دیا۔

عمیر بن ضابی؛

یہ وہ ملعون تھا، جس نے امام مظلوم کی شہادت کے بعد ان کی پسلیاں توڑی تھیں، یہ بھی سیدنا معاویہ کے دور میں چھپ کے بچا رہا، حجاج بن یوسف کے دور میں سامنے آیا، اس نے حجاج بن یوسف کو یہ آفر بھی کی، کہ میرے دو جوان بیٹے ہیں، میں تو بوڑھا آدمی ہوں، میری جگہ میرے ایک یا دونوں بیٹوں کو میری جگہ لے لیں، لیکن حجاج نے کہا، اللہ کی قسم تو چالیس سال سے بچتا پھر رہا ہے، آج بچنے والا نہیں، یہ کہہ کے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

حکیم بن جبلہ؛

یہ ملعون بصرہ کا بہت بڑاڈاکو تھا، ذمی خصوصاً اس کا نشانہ بنتے تھے، ان کی پے در پے شکایات پہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم پہ بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر نے اسے گھر میں قید رکھنے کا حکم دے دیا، قائد تحریکِ مفسدین عبداللہ بن سباء جب اپنی شیطنت پھیلانے کے لئے بصرہ آیا تو اسی کے گھر میں ٹھہرا، اور یہیں سے شرپسندوں کی ایک جماعت اکٹھی کی، سبائی پروگرام کے مطابق ہر شہر سے چار چار گروہوں نے مدینہ کی طرف چڑھائی کی تھی، بصرہ کے سب سے بڑے گروہ کا سالار یہ حکیم بن جبلہ تھا، عبداللہ بن سباء سے اس کا بہت ہی گہرا اور قریبی تعلق تھا، مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے امام مظلوم پہ جب بلوائیوں نے پتھراؤ شروع کیا، تو اسی ملعون نے اس کی ابتدا کی تھی، مفسدین کو جب پہلی بار مدینہ منورہ سے مطمئن کر کے اپنے گھروں کو واپس بھیجا گیا، تو یہ اور مالک اشتر نخعی مدینہ ہی میں ٹھہر گئے تھے، انہی دونوں اشخاص نے وہ جعلی خط تیار کیا تھا، جس بناء پہ مفسدین راستہ ہی میں سے واپس پلٹ آئے، اور امام مظلوم کو شہید کر دیا گیا، جنگ جمل میں یہ اپنی ناپاک زبان سے سیدتنا عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کو بکواسات کرتا رہا، جس جس فرد نے اسے ان بکواسات سے روکنے کی کوشش کی، اس لعنتی نے اسے قتل کر دیا، حتا کہ اس کے اپنے قبیلہ کی ایک عورت نے اسے کہا!

او خبیث بن خبیثہ تو ام المؤمنین کو بکواس کر رہا ہے؟ تو لعنتی نے اس خاتون کو بھی شہید کر دیا!

جنگ جمل میں یہ زخمی ہوا، سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ندا لگانے والے نے ندا لگائی، کون ہے جو حکیم بن جبلہ کو پکڑ کے لائے؟

طبری کے الفاظ ہیں، اسے کتوں کی طرح گھسیٹتے ہوئے لایا گیا، ضخیم نامی ایک شخص نے اس کی گردن پکڑ کے اسے اس طرح مروڑا، کہ سر کا اگلا حصہ پیچھے پیٹھ کی طرف مڑ گیا، اور یہ اسی حالت میں تڑپتے تڑپتے جہنم رسید ہو گیا۔

جہجاہ الغفاری:

یہ وہ ملعون تھا، جس نے سیدنا عثمان کے ہاتھ میں موجود عصاء نبوی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصاء جسے پکڑ کے آپ خطبہ دیا کرتے تھے) کو پکڑ کے اپنی ران پہ مار کے اسے دو ٹکڑے کر دیا تھا، اس کی اسی ران پہ ایک

پھوڑا نکلا، ہزار علاج کے باوجود وہ پھوڑا ناسور (کینسر) بن گیا اس میں کیڑے پڑ گئے، اور اسی زخم سے پورے جسم میں زہر پھیلا، اور یہ واصل بجہنم ہوا۔

محمد بن ابی حذیفہ؛

مشہور صحابیٔ رسول حضرت ابو حذیفہ کا بیٹا تھا، جنگ یمامہ میں ان کی شہادت ہوئی تھی، ان کی وصیت کے مطابق سیدنا عثمان نے اس کی پرورش کی، جوان ہونے پہ اس نے بھی کسی علاقہ کی گورنری مانگی، امام مظلوم نے جوابدیا، تم اپنے آپ کو کسی قابل کر لو، تو میں کسی علاقہ کا تمہیں حاکم بنادونگا، یہ دل میں آپ سے ناراض ہو گیا، کچھ دنوں بعد آپ سے جہاد کی اجازت مانگی، اجازت لے کے جہاد پہ جانے کی بجائے مصر میں محمد بن ابی بکر کے ساتھ مفسدین کی تیاری کے کام میں مصروف ہو گیا، مفسدین مدینہ روانہ ہو گئے، لیکن یہ وہیں رہا، مدینۃ الرسول کے محاصرے کی خبر سن کے اس نے مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سے گورنری چھین کے انہیں مصر سے نکال دیا، انہیں راستہ میں سیدنا عثمان کی شہادت کی خبر ملی، تو مدینہ کی بجائے شام تشریف لے گئے، اور سیدنا معاویہ کو جا کے حالات کی خبر کی، آپ نے عمرو بن سعد کو حکم دیا، کہ مصر پہ حملہ کر کے محمد بن ابی حذیفہ سے مصر واپس لو، عمرو بن سعد اور محمد بن ابی حذیفہ کی آپس میں جنگ ہوئی، یہ ایک قلعے میں جا کے چھپ گیا، عمرو بن سعد نے منجنیق سے اس قلعے پہ پتھراؤ کروایا، گھبرا کے اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلا، اور جہنم رسید ہوا، یہ ایسا خبیث اور ناشکرا شخص تھا، کہ چھوٹا سا بچہ تھا، کہ حضرت عثمان کی سرپرستی میں آیا، آپ نے اپنے سگے بچوں سے زیادہ اس کے ساتھ محبت کی، اس کی پرورش کی، لیکن جوان ہونے کے بعد مصری مفسدین کو تیار کرنے میں سب سے زیادہ اس شخص نے محمد بن ابی بکر کا ساتھ دیا۔

حرقوص بن زہیر؛

جنگ جمل میں بچ کے بھاگ گیا تھا، جنگ جمل میں سیدنا زبیر و سیدنا طلحہ نے اعلان کیا تھا، کہ ہمارا مقابلہ صرف قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے ہے اور کسی سے ہماری کوئی جنگ نہیں، گھمسان کی لڑائی میں تین سو کے قریب مفسدین جہنم واصل ہوئے، صرف ایک مفسد حرقوص بن زہیر بچ کے بھاگ گیا، اور اپنے قبیلہ بنو سعد میں پناہ

لے لی، حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک مدت مقرر کی، کہ اسے ہمارے حوالے کیا جائے، بجائے اسے حوالے کرنے کے انہوں نے اپنے حلیف قبائل بنو عبد القیس اور بنو بکر کے مفسدین سے مدد مانگی، ان سب مفسدین نے مل کے بصرہ کے بیت المال پہ حملہ کیا، حضرات طلحہ وزبیر کے لشکر نے ان سے مقابلہ کیا، بہت سے لوگ تو جہنم واصل ہو گئے، جو بچ گئے، وہ جا کے حضرت علی کے لشکر میں شامل ہو گئے، اور ان کے قبائل نے بھی ان کا مکمل ساتھ دیا، لیکن ان عام مفسدین کی اکثریت کا صفایا جنگ صفین میں ہو گیا!

یہ تو تھا مفسدین کے بڑے بڑے لیڈروں کا انجام!

دوسرے اور تیسرے درجہ کے مفسدین کا سب سے زیادہ صفایا تو جنگ جمل اور جنگ صفین میں ہو گیا تھا، خصوصا جنگ جمل میں تو چُن چُن کے ان کا صفایا کیا گیا تھا،

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین بننے کے کچھ عرصہ بعد حمص شہر کے قریب خصوصی طور پہ ایک جیل خانہ بنوایا، آپ نے اپنی فوج میں سے بہادر اور تیز وطرار افراد پہ مشتمل چھوٹے چھوٹے دستے تشکیل دیئے، جو بصرہ، کوفہ، مصر، اور دیگر علاقوں میں گھوم پھر کے مفسدین کو تلاش کرتے، جیسے ہی قاتلین عثمان میں سے کوئی شخص ان کے ہاتھ آتا وہ چھاپہ مار کاروائی کر کے اسے گرفتار کرتے، اور حمص کے جیل خانہ میں پہنچا دیتے، جہاں وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کے موت سے ہمکنار ہو جاتے!

اس طرح یہودی النسل عبد اللہ بن سباء کے روحانی فرزندوں کی مملکت اسلامی اور اس کے وسائل پہ قبضہ کی خواہش ان کے دلوں ہی میں دفن رہ گئی، جو چند افراد چھپے رہے، وہ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں سامنے آئے، اور حجاج بن یوسف کی تلوار نے زمین کو ان کے ناپاک وجودوں سے پاک کر دیا، امام مظلوم شہید مدینۃ الرسول سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک ایک قاتل کیفر کردار کو پہنچا!

آج کل روافض کے سامنے جب قاتلین عثمان کے نام لئے جاتے ہیں، تو وہ فوراً چلانا شروع کر دیتے ہیں کہ ان میں تو فلاں فلاں صحابی رسول ہے! اور مختلف کُتُب کے حوالے دے کے اُمت کو صحابہ کرام سے متنفر کرنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں، بلکہ کچھ قاتلین عثمان کے بارہ میں تو یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو صلح حدیبیہ کا

ضیاء ناصر

شریک تھا!

ایک طرف تمام صحابۂ کرام سے دشمنی دوسری طرف قاتلین عثمان کو صحابیٔ رسول ثابت کرنے کی کوشش!

یہ ایک جال ہوتا ہے، قاتلین عثمان کو صحابی کہہ کے ان کے جُرم کو ختم کرنے اور قتلِ عثمان کو برحق ثابت کرنے کی کوشش کرنا!

زیادہ تفصیل کی بجائے میں صحیح مسلم کے شارح علامہ نووی رح کا فرمان ذکر کر کے آگے بڑھوں گا

علامہ نووی رح صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کوئی ایک بھی صحابیٔ رسول شہادت عثمان میں ملوث نہیں ہوا۔ شرح صحیح مسلم 15/148

شر البریہ کا اپنے زعم میں قاتلین عثمان سے قصاص عثمان نہ لینے کے سب سے بڑے الزام کا تفصیل سے جواب دے دیا!

تاریخ طبری یا معجم البلدان کوئی آج کے زمانہ کی کتب نہیں، کہ کسی نے آج لکھ دیا، اور ان بیچاروں تک نہیں پہنچا، بلکہ یہ تیسری صدی ہجری کی لکھی ہوئی سب سے پہلی مفصل کتب ہیں، جن میں یہ سب کچھ آج سے گیارہ بارہ سو سال قبل کا لکھا ہوا موجود ہے، انہی کتب کی اکثر روایات لے کے شر البریہ کربلا کا معرکہ بھی بپا کرتے ہیں، اور اصحاب رسول ﷺ پہ زبان طعن بھی دراز کرتے ہیں، لیکن اپنے روایتی دجل، فریب اور مکاری سے کام لیتے ہوئے یہ سب کچھ پڑھ کے بھی سنی مسلمانوں کی کم علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے متنفر کرنے کے لئے وہ سوالات کرتے ہیں، جن کا جواب انہیں صدیوں سے معلوم ہے، لیکن جھوٹا پروپیگنڈہ اور سچ کو چھپانا اس مذہب کا رکن اعظم ہے!

سانحۂ کربلا سمجھانے کے لئے یہ تمام تاریخ اور اس کے اصل کردار بتلانے ضروری تھے!

جو بھی شخص ان تمام معلومات کو اپنے دل و دماغ میں نقش کر لے گا، ان شاء اللہ شر البریہ اسے کبھی بھی دھوکہ نہیں دے سکیں گے!

اب ہم بڑھتے ہیں سانحۂ کربلا کی طرف!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اور اس کی اپنوں اور بیگانوں کے الفاظ میں ابتدا ہوتی ہے،

استخلاف یزید سے!

استخلاف یزید کیوں؟ کیسے؟ اور کب؟

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ انتہائی مدبر اور بیدار مغز انسان تھے!

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سن 19 ہجری میں ان کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد لشکر اسلام کا سالار اور شام کا والی مقرر فرمایا، اس دن سے لے کے اپنی وفات کے دن تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کے نہیں دیکھا!

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گورنروں کے معاملہ میں انتہائی سخت تھے، کتب تواریخ میں بے شمار واقعات موجود ہیں، ان کی مدت خلافت کے آخری پانچ سال تقریبا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ امیر شام رہے، اور انہیں ان سے کوئی شکایت نہیں ہوئی!

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارہ سالہ خلافت کے دوران سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی مملکت کی سرحدات کہاں تک پہنچادیں؟

کن کن ممالک کو فتح کیا؟

یہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے!

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساڑھے پانچ سالہ دور خلافت میں بظاہر مسلمان مگر بباطن یہودیوں نے اپنی سازشوں سے اسلامی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اس پورے عرصہ میں ایک انچ زمین بھی فتح نہیں ہوئی!

لیکن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت کے بعد عساکر اسلامی پھر سے پوری دنیا میں اسلام کا پھریرا لہرانے لگے!

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں عراقی علاقوں میں چند فتنوں نے سر اٹھایا، لیکن آپ کا انٹیلی جنس کا نظام اتنا مضبوط تھا، کہ فتنے کو پھیلنے سے قبل ہی ختم کر دیا جاتا تھا!

ضیاء ناصر صاحبزادہ

امن وامان کی حالت کے بارہ میں مؤرخین لکھتے ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعلان تھا، صراف اپنی دکانوں پہ تالا نہ لگائیں، اگر کسی کی چوری ہو جائے، تو مجھ سے آ کے وصول کرلے، زیاد بن ابی سفیان جو آپ کے بھائی تھے، انٹیلی جنس کا سارا کنٹرول ان کے ہاتھ میں تھا، افغانستان جیسے دور دراز علاقہ میں بھی معمولی سی غلط حرکت یا چوری چکاری کی خبر فوراً ان تک پہنچ جاتی تھی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے بعد ایک بار پھر مملکت اسلامی امن وامان کا گہوارہ بن چکی تھی، عمر کے آخری پہر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو شدت سے یہ احساس ہونے لگا، کہ اسلامی مملکت کی سرحدات بہت زیادہ پھیل گئی ہیں، میرا وقت آخر قریب ہے، دشمنان اسلام خصوصاً یہود کی سازشیں وقتی طور پہ تو دب گئی ہیں، لیکن یہ ایسی قوم ہے، جو آرام سے بیٹھنا نہیں جانتی، وہ مملکت اسلامی جس کی بنیادوں میں ہزاروں شہداء، جن میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا لہو شامل ہے، اگر اس کے مستقبل کا صحیح فیصلہ نہ ہوا، تو یہ مملکت بکھر جائے گی، آپ اپنے ساتھیوں سے مشورے شروع کر دیتے ہیں، مختلف علاقوں کے گورنرز کی آراء بھی لینا شروع کر دیتے ہیں، آپ کے قابل اعتماد ساتھیوں میں، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ان کا شمار ان ساڑھے چودہ سو لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ خون عثمان کے قصاص کے لئے حدیبیہ کے مقام پہ بیعت کی تھی، جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ سے ہوتا ہے،

لَ-قَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا • سورۃ الفتح آیت نمبر 18

ترجمہ؛ یقیناً اللہ تعالی مؤمنین سے خوش ہو گیا، جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا، اسے اس نے معلوم کر لیا، اور ان پہ اطمینان نازل فرمایا، اور انہیں قریب کی فتح عطاء فرمائی۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مشورہ دیتے ہیں، آپ اپنے بعد اپنے ہونہار بیٹے یزید کو امیر المؤمنین بنادی جئے، کیونکہ وہ سرد و گرم چشیدہ بھی ہے، اس میں قائدانہ صلاحیتیں بھی ہیں، اور سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے، اہل شام اور بنی امیہ آپ کے خاندان کے علاوہ اب کسی اور کو برداشت نہیں کریں گے، بڑی مشکل سے مملکت اسلامی

میں سکون آیا ہے،اور فتوحات نئے سرے سے زور و شور سے ہو رہی ہیں،اگر آپ نے کسی اور کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا،یا بغیر کسی کو مقرر کئے دنیا سے چلے گئے،تو ایک بار پھر مملکت اسلامی انتشار کا شکار ہو جائے گی!

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ پہ آپ فوراً عمل شروع نہیں کر دیتے،بلکہ اپنے بڑھاپے کے باوجود حج کے موقع پہ مکہ کا سفر کرتے ہیں،وہاں باقاعدہ ایک جرگہ منعقد کرتے ہیں،جس میں جلیل القدر صحابۂ کرام بھی موجود ہیں،اور کبار تابعین بھی!

ایک آواز بھی یزید کے خلاف نہیں اٹھتی!

حج سے فارغ ہو کے آپ عازم مدینۃ الرسول ہوتے ہیں،وہاں کے اصحاب حل و عقد کو اکٹھا کرتے ہیں،اور یزید کی نامزدگی کا معاملہ ان کے سامنے رکھتے ہیں !

آگے بڑھنے سے قبل میں یزید کے معاملہ میں مختلف گروہوں کا ذکر کرونگا؛

کیونکہ یزید کی ولی عہدی کوئی معمولی معاملہ نہیں،بلکہ اس کے ساتھ سینکڑوں جلیل القدر صحابۂ کرام اور پانچ امہات المؤمنین کی ناموس جڑی ہوئی ہے!

یزید کے معاملہ میں چار گروہ ہیں؛

پہلے گروہ کا عقیدہ؛

سیدنا حُسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید کافر ہو گیا تھا!

اسی گروہ کا ایک حصہ اسے کافر تو نہیں کہتا،لیکن فاسق و فاجر کہتے ہوئے دائمی لعنت کا سزاوار ٹھہراتا ہے!

دوسرے گروہ کا عقیدہ؛

جس کے افراد کی تعداد شاید چند سو بھی نہ ہو،وہ یزید کو رضی اللہ عنہ کہتی ہے،اور نعوذ باللہ سیدنا حسین کو باغی کہتی ہے!

تیسرے گروہ کا عقیدہ؛

یہ گروہ مکمل سکوت اختیار کرتا ہے،نہ رحمت کا مُستحق جانتا ہے نہ لعنت کا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

چوتھے گروہ کا عقیدہ؛
یزید پہ تمام الزامات جھوٹے ہیں اور وہ بحیثیت ایک مسلمان رحمت الٰہی کا مستحق ہے !
پہلے میں ان تمام گروہوں کے نظریات کا ذکر مختصراً کرونگا؛
پھر ہم آگے چلیں گے؛

پہلا گروہ؛
اس میں روافض تو سر فہرست ہیں ہی، اہلِ سُنت کہلوانے والے مکاتب فکر کے افراد کی ایک بڑی تعداد بھی اس گروہ میں شامل ہے، ان کی سب سے بڑی دلیل" ہمارے اکابر نے لکھا ہے اور وہ تو کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتے" (گویا ان کی نظر میں مکھی پہ مکھی مارنے والے اکابر مقامِ معصومیت پہ فائز ہیں جو کبھی غلطی کر ہی نہیں سکتے) تحقیق و تدقیق سے انہیں اللہ واسطے کا بیر ہے، یہ اکابر پرست گروہ صرف برِ صغیر پاک و ہند میں پایا جاتا ہے، ان کے پاس ایک لمبی فہرست ہے الزامات کی !

اس گروہ کے پاس جتنی بھی روایات ہیں، وہ ساری کی ساری واقدی، ابو مخنف لوط بن یحیٰی، سیف بن عمر، اور اسی قبیل کے دیگر افراد کی گھڑی ہوئی روایات ہیں، جن روایات کی رو سے دنیا میں جتنے بھی کبائر ہیں، وہ سارے کے سارے یزید میں موجود تھے !

اس گروہ کے پاس ایک بھی صحیح اور مُستند روایت موجود نہیں اس استنادی یتیم گروہ کا سب سے بڑا چُورن جو یہ مُحرم الحرام میں بیچتے ہیں وہ محبتِ حُسین ہیں ان کی نظر میں کائنات کا سب سے بڑا سانحہ واقعۂ کربلا ہے، ان کے اس محبت کے چورن کی زد میں کوئی بھی جلیل القدر صحابی آجائے، یہ اس پہ کوئی بھی غلیظ سے غلیظ اور بڑے سے بڑا کھوٹا الزام لگانے سے ذرہ بھر بھی نہیں چوکتے !

یہ سوچ اور فکر اس قدر منظم ہو کے پھیلائی گئی، کہ بڑے بڑے اکابر بھی اس کا شکار ہوئے بناء نہ رہ سکے، چاہے وہ اکابر آج کے ہوں، پچاس سال قبل کے ہوں یا ہزار سال قبل کے، آپ یہ لکھنے پہ مجھ پہ اکابر کا گستاخ، ملحد، ناصبی وغیرہ وغیرہ جو مرضی فتوی لگا سکتے ہیں، لیکن حقیقت یہی ہے !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

لیکن حقیقت یہی ہے کہ بہت سے اکابر اس مسئلہ میں تسامح کا شکار ہوئے ہیں، انہوں نے اس معاملہ میں تحقیق کی ضرورت ہی نہ سمجھی، جیسے کسی مؤرخ نے لکھا، انہوں نے وہیں سے اٹھا کے آگے نقل کر دیا، وہی راوی جن سے وہ ایک حدیث لینا بھی گوارہ نہیں کرتے!

ان کی سینکڑوں جھوٹی تاریخی روایات پہ یہ اس طرح ایمان لے آئے، جیسے وہ آیات قرآنی ہوں!

میں ان اکابر کو اس لئے بھی زیادہ قصوروار نہیں سمجھتا، کہ آج سے بیس یا پچاس سال قبل جن کتب کا حصول مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا، آج وہ تمام کتب ایک کلک کے فاصلہ پہ ہیں، جو کتب ان اکابر کے زمانہ میں نایاب تھیں، آج دنیا کی بڑی بڑی لائبریریوں نے انہیں نیٹ پہ ڈال دیا ہے، جس شخص میں ذوق مطالعہ و ذوق تحقیق موجود ہے، اس کے لئے ہر کتاب تک رسائی آسان تر ہے!

دوسرا گروہ؛

جو یزید کو صحابی رضی اللہ عنہ کہتا ہے!

ان کے نزدیک شاید صحابیت کوئی ایسا ٹائٹل ہے، جب چاہا جس کو چاہا دے دیا!

اس گروہ کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں، بس ان کا زعم باطل ہے!

تیسرا گروہ؛

سکوت کا قائل ہے، ان کا مؤقف یہ ہے، کہ سچ اور جھوٹ کو اس طرح مکس کر دیا گیا ہے، کہ ہمارے لئے اس میں تمیز کرنا مشکل ہے، اگر یزید اچھا تھا، تو ہم اسے بُرا کہہ کے یا اس پہ لعن طعن کر کے اپنی عاقبت خراب نہیں کرنا چاہتے، اور اگر وہ برا تھا، تب بھی بیچ میں چودہ سو سال کا فاصلہ حائل ہے، آج کل کے زمانہ میں ہمارے پڑوس میں کوئی قتل کا معاملہ ہو جائے، تو ہم اتنے وسائل کے باوجود اس کے اصل محرکات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے، کجا کہ اس معاملہ کی تہہ تک پہنچ جائیں، جس میں اتنے زمانے حائل ہیں، اور ایک مذہب کے ماننے والے کروڑوں افراد صدیوں سے اس شخص کے خلاف پروپیگنڈا میں لگے ہوئے ہیں، ہماری عافیت سکوت ہی میں ہے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

چوتھا گروہ؛

اپنی بات کو کچھ محکم دلائل کے ساتھ ذکر کرتا ہے؛

یہ گروہ پہلے یزید کا تعارف کرواتا ہے، وہ یزید جسے آج رافضیت کے مسموم پروپیگنڈا کا شکار ہر انسان برا کہتا ہے، وہ تھا کون؟

کیا وہ اتنا ہی برا تھا؟ جتنا روافض اور صرف برصغیر پاک وہند کے کچھ اہل سُنت کہتے ہیں، یا اس میں کچھ اچھائیاں بھی تھیں؟

پاکستان، انڈیا وغیرہ کو چھوڑ کے ایران، عراق، لبنان، یمن سعودی عرب کویت، امارات سمیت پوری اسلامی دنیا میں صرف روافض اسے برا کہتے ہیں، اہل سنت کی اکثریت یا تو سکوت کی قائل ہے یا بحیثیت ایک فوت شدہ مسلمان اس پہ رحمت بھیجنے کی قائل ہے!

اس طبقۂ فکر کے دلائل میں سب سے پہلے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ، رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث، اور تاریخی روایات پہ نقد ہے!

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا فرمان ہے!

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ•

ترجمہ؛

اے ایمان والو؛ اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو، کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچادو، پھر اپنے کیئے پر پریشانی اٹھاؤ۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ رب العزت کا واضح فرمان ہے، کہ جب بھی تمہیں کوئی ایسی خبر ملے، جس کا تم تک پہنچانے والا فاسق ہو، تو بلا تحقیق اسے قبول مت کرو،

فاسق کی سادہ سی تعریف آپ دوستوں کی اکثریت جانتی ہے، ارتکاب کبائر کرنے والے کو فاسق کہتے ہیں، جھوٹ

صاحبزادہ ضیاء ناصر

بولنا یا جھوٹ کو آگے پھیلانا بھی فسق ہے، کیونکہ جھوٹ بھی اہم کبیرہ گناہوں میں سے ایک اہم ترین بڑا گناہ ہے، یہاں میں ایک بار پھر اپنے دوستوں کی توجہ اس شخصیت کی طرف کروانا چاہوں گا، جسے اہل سنت کی اکثریت بھی امام ابن جریر طبری کے نام سے پکارتی ہے، میں اگر اس شخص کو رافضی کہتا ہوں، تو ٹھوس دلائل کے ساتھ کہتا ہوں!

پہلے تو یہ دیکھئے، موصوف کا تعلق کس سرزمین سے ہے، اور کس زمانہ میں موصوف نے اپنی تاریخ لکھی؟

سو کالڈ امام طبری صاحب کا پورا نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید ہے (لو جی جو کہتے ہیں، یزید اتنا برا تھا، کہ اس کے نام پہ لوگوں نے اپنے بچوں کا نام رکھنا ہی ختم کر دیا، ان کے اپنے مؤرخ اسلام کے دادا جان کا نام یزید تھا) ان صاحب کا تعلق ایران کے ایک علاقہ طبرستان کے ایک گاؤں آمل سے تھا، طبرستان کا آج کل نام " ماژندران" ہے، اس زمانہ کا یہ گاؤں دریاء اھواز کے کنارے پہ واقع تھا، بحیرہ خزر سے 20 کلومیٹر جنوب میں، کوہ البرز سے 10 کلومیٹر شمال میں، اور طہران سے مشرق میں 180 کلومیٹر دور واقع ہے، اور یہ علاقہ آج بھی ایران ہی میں شامل ہے!

اسلامی تاریخ کا بیڑا غرق کرنے والا امت مسلمہ کا سب سے بڑا غدار یہی شخص ہے، تاریخ کے طالب علم بخوبی جانتے ہیں، عباسیوں کے عہد میں بنی امیہ، سیدنا معاویہ، اور اصحاب رسول ﷺ کے خلاف روایات گھڑنے کا کام بڑے ہی منظم انداز میں کیا گیا، طبری صاحب کی شیعیت کے لئے فقط تین دلائل ہی کافی ہیں، ایک تو انہوں نے اپنی کتاب " تاریخ الامم والملوک" (تاریخ طبری) میں سیدنا معاویہ کا نام لے کے ان پہ لعنت کی، دوسرا آنجناب نے جھوٹے اور کذاب راویوں کی اصحاب رسول ﷺ پہ طعن والی تمام روایات اپنی تاریخ میں درج کر کے قاری پہ ذمہ داری ڈال دی، کہ اب راوی کی تحقیق آپ خود کرتے رہو، میں نے تو تمام روایات اکٹھی کر دی ہیں، اب جو شخص اسماء الرجال کا علم نہیں جانتا، وہ میری کتاب پڑھ کے اصحاب رسول پہ لعن طعن کرتا رہے! میری بلا سے!

تیسری دلیل؛ یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے موصوف اس کے معاونین وانصار پہ بھی لعنت کرنے کا اپنا فریضہ نہیں بھولے!

ایک لمحہ کے لئے یزید کو برا تصور کر بھی لیا جائے؟ تب بھی اس کے معاونین وانصار میں ایک بہت بڑی تعداد اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کی ہے، اور پانچ ازواج مطہرات بھی اس میں شامل ہیں،

کسی صحابئ رسول پہ یا ازواج مطہرات میں سے کسی ایک ہستی پہ بھی اشارتاً کنایتاً لعنت کرنے والے یا کروانے والے کو کوئی شخص سنی ماننا چاہے تو اس کی مرضی، میں تو ایسے شخص کو ایک لمحے کے لئے بھی سنی ماننے کو تیار نہیں، ایک ایسا شخص کفار، فساق، فجار سے مروی تمام روایات اپنی کتاب میں اکٹھا کر رہا ہے، اور اس کی ہر ہر روایت اللہ کی کتاب قرآن مجید کی واضح نصوص قطعیہ کے خلاف ہو، جن روایات کے راویوں کی اکثریت وضاع (خود روایات گھڑنے والے) جھوٹے اور کذاب ہوں، اگر بالفرض ثقہ اور مستند راویوں سے بھی وہ روایت کرتا، تب بھی کتاب اللہ نے اصحاب رسول کا جو مقام متعین کر دیا ہے، وہ ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے ان مفسدین کی روایات کی طرف توجہ نہیں کرنے دیتا، کجا یہ کہ میں ان روایات کو تسلیم کروں! اور انہیں درخور اعتناء سمجھوں!

ہاں میں ان مفسد باغیوں کی کھال اتار کے انہیں ننگا ضرور کرونگا، تا کہ امت کے سادہ لوح عوام کو یہ حقیقت معلوم ہو سکے، کہ سو سو سال بعد پیدا ہونے والے جھوٹے راوی ان لوگوں کے متعلق کیا بکواس کرتے ہیں، جنہیں اللہ نے اپنی کتاب میں اولئک ھم المؤمنون حقا کا تمغہ عطاء فرمایا ہے!

میرے اور آپ کے ایمان میں شک ہو سکتا ہے، لیکن جنہیں اللہ پکے مؤمن ہونے کا سرٹیفیکیٹ دے رہا ہے، ان کے ایمان میں شک کرنے والا بھی کافر ہے!

ایک شخص طبرستان کا رہنے والا ہے، وہاں سے رے کا سفر کرتا ہے، کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد بغداد پہنچتا ہے، وہاں سے، بصرہ، واسط، مصر، شام، پھر واپس بغداد (مکہ ومدینہ کے سفر کی مجھے کوئی شہادت نہیں ملی کہ موصوف نے کوئی سفر حج یا عمرہ وغیرہ کا بھی کیا تھا یا نہیں؟) وغیرہ کے اسفار کرتا ہے، صرف کوفہ میں تقریباً تیس سال قیام کرتا ہے،

کیا ان تمام علاقوں میں رہنے والے اکثر افراد اصحاب رسول کے دشمن تھے؟ کیا سچے لوگوں کا قحط پڑ گیا تھا؟ کہ اس کی تاریخ صرف جھوٹے اور شیعہ راویوں کی روایات!

جن میں اصحاب رسول میں سے ہر اس اہم ترین فرد! جس نے بھی ملت اسلامیہ کے لئے اہم ترین خدمات انجام دیں تھیں، کے خلاف روایات سے بھری ہوئی ہے !

اگر یہ شخص تقیہ زدہ رافضی نہیں تھا؟ تو اپنی تاریخ میں ان تمام مقامات کہ جہاں شیعہ اماموں کا یہ شخص تذکرہ کرتا ہے، علیہ السلام کا لفظ جو شیعوں نے اپنے آئمہ کے لئے مخصوص کرر کھا ہے! کیوں لکھ رہا ہے؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے !

یہ شخص طبری تو مفسر بھی ہے، کیا اسے قرآن مجید کی یہ آیت نظر نہیں آئی تھی؟ کہ جب بھی کوئی فاسق تم تک کوئی خبر لے کے آئے، اس کی تحقیق کر لیا کرو؟

چلیں مان لیتے ہیں، اسے جتنے لوگ بھی ملے! وہ جھوٹے ہی ملے! لیکن اللہ کی کتاب میں سینکڑوں آیات اصحاب رسول کی شان میں موجود تھیں! اس نے ان فساق اخباریوں کی خبروں پہ اعتماد کرنے کی بجائے قرآن مجید کی آیات محکمات پہ غور کیوں نہ کیا؟ جن میں اصحاب رسول کی عظمت و مدح موجود تھی؟

کیسے کرتا؟ کیونکہ خود کٹر رافضی تھا!

ان صاحب کی تفسیر ہی کا مطالعہ کر لیا جائے!

تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے، کہ اسی فیصد سے زائد خرافات روایات سے ان کی تفسیر بھری ہوئی ہے!

آج اہل سنت اکابرین اس وجہ سے بھی دو ابن جریر طبریوں کی بات کرتے ہیں، کہ اگر دو ابن جریر طبری نہ مانے، تو تفاسیر میں موجود بہت بڑے روایات کے ذخیرہ پہ سوالات اٹھنا شروع ہو جائیں گے! تو ہم ان کا جواب کیا دیں گے؟

اگر دو ابن جریر بھی مان لئے جائیں، تو یہ کیسے ممکن ہے؟ دونوں کا سن پیدائش بھی ایک!

دونوں کا سن وفات بھی ایک!

دونوں کی کنیت بھی ایک!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

دونوں کا نام بھی ایک !

دونوں کے والد کا نام بھی ایک !

دونوں کے گاؤں کا نام بھی ایک !

دونوں کے اساتذہ بھی ایک !

دونوں کے شاگرد بھی ایک !

دونوں ہی نے بہت سی کتب لکھیں !

ایک کی کتب کے نام تو ہیں !

کتب بھی ہیں !

دوسرے کی کتب کو زمین کھا گئی یا آسمان ؟

کبھی کسی نے اپنے اکابرین سے یہ سوال کیا؟

ہر گز ہر گز نہیں کیا !

کرتے بھی تو شاید یہ جواب ملتا، کہ سقوط بغداد کے وقت ہلاکو خان کی افواج نے ان کو دریا برد کر دیا تھا،

اگر مذکورہ بالا تمام باتیں یکساں تھیں ؟

تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے !

اور دفن بھی ایک ہی قبر میں ہوئے !

یہ تو اک عجوبہ ہے، سمجھنے کا نہ سمجھانے کا !

شیعہ کتب میں بعض روایات کے راویوں پہ جب سوال اٹھا، کہ اس راوی نے تو ابن جریر طبری کی وفات کے سو سال سے بھی زیادہ عرصہ بعد دنیا میں آنکھ کھولی ہے، یہ طبری سے کیسے روایت کر رہا ہے ؟

تو ایک مجتہد علامہ مامقانی صاحب جو بہت بڑے محدث، اور شیعہ اسماء الرجال کے امام سمجھے جاتے ہیں نے اس کا آسان حل ڈھونڈ لیا، کہ ایک تیسرا ابن جریر پیدا کر لیا، صرف لطیفہ یہ کر دیا، کہ ان کے والد کے نام ابن جریر کے

صاحبزادہ ضیاء ناصر

متعلق یوں کہہ دیا، ممکن ہے ابن جریر ان کے نانا کا نام ہو، وطن بھی آمل ہی لکھا، جو کٹر رافضیوں کا گڑھ تھا، لیکن باپ، دادا، پردادا کسی کا نام نہ لکھا!

یا شاید وہ ابن جریر باپ کے بغیر ہی پیدا ہوا ہوگا!

کیونکہ ان کے ہاں متعہ کی اولاد کی کثرت جو ہے، سوچا ہوگا، چند راویوں کا استاد بھی متعہ کا نتیجہ بن جائے، تو کیا فرق پڑے گا!

یہاں میرے بھولے بھالے اہل سنت دوست جو اکابر کی تحقیق کو حرف آخر، اور ان کے لکھے ہوئے کو صحیفۂ آسمانی سمجھتے ہیں!

میرے اوپر یہ اعتراض کر سکتے ہیں، تمام اکابر نے اسے سنی لکھا ہے، اور اسے امام کا لقب دیا ہے، تم کون ہوتے ہو، ہمارے امام پہ جرح کرنے والے؟

)کیا پدی کیا پدی کا شوربہ کا طعنہ بھی دے سکتے ہیں،)

میں ذرا بھی محسوس نہیں کرونگا، کیونکہ میں جانتا ہوں، میں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے، اور بھڑیں اپنے ڈنک تو مجھے ماریں گی!

میں اپنے ان عزیز دوستوں کے سامنے کچھ حقائق رکھوں گا، اس کے بعد بھی وہ اکابر و اسلاف کا کلمہ پڑھتے رہیں، تو ان کی مرضی!

ابن جریر صاحب کے اساتذہ کا حال کتب رجال میں دیکھ لیں، یا شاگردوں کا حال دیکھ لیں ان میں ننانوے فیصد شیعہ ہی نظر آئیں گے!

تفسیر طبری کا مطالعہ کی جئے، جن جن مقامات پہ شیعہ مفسرین نے موضوع روایات داخل کر کے قرآن مجید کی آیات سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے، ان تمام مقامات پہ طبری صاحب نے اپنی جھوٹی روایات ضرور داخل کی ہیں، مثلاً واقعۂ کساء ہی کو لے لی جئے، مسند احمد و دیگر کتب میں تو اس پہ چار پانچ موضوع روایات ہیں، لیکن تفسیر طبری میں سولہ روایات ہیں، جن میں سے دس تو ایسی ہیں، کہ آپ کو کسی اور کتاب میں ہرگز ہرگز نہ ملیں گی!

اسی طرح آیت تطہیر میں بھی وہی تفسیر ہے، جو شیعہ مفسرین کرتے ہیں!

اسی طرح غدیر خم والی روایت" من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تمام محققین محدثین کے ہاں موضوع ہے لیکن طبری صاحب اس کو بھی صحیح قرار دے رہے ہیں، ان کی خوشہ چینی کرتے ہوئے بعد والے ہمارے چند تفضیلی اہل سنت محققین بھی اس کو صحیح قرار دیتے ہیں!

تفسیر تو موصوف نے بڑی ضخیم لکھی، لیکن شورہ پشتان عجم کی گھڑی ہوئی روایات ہر آیت کی تفسیر میں ضرور لکھیں،

اگر کہیں کوئی روایت منافقین عجم کی گھڑی ہوئی نہ مل سکی، تو اپنے پاس سے گھڑ کے اس آیت کی تفسیر میں درج کردی!

تاکہ کوئی خالی الذہن فرد یہ فیصلہ ہی نہ کرسکے، کہ کونسی روایت اس آیت کی صحیح تفسیر ہے!

علامہ حافظ احمد بن علی سلیمانی اور امام ابن حبان جو علامہ ابن حجر کے شیخ الشیوخ یعنی دادا اساتذہ ہیں، ان میں سے امام سلیمانی نے تو واضح لکھا ہے

"کان یضع للروافض"

طبری صاحب رافضیوں کے لئے حدیثیں گھڑا کرتے تھے!

امام سمعانی ان محدث امام سلیمانی کے متعلق اپنی کتاب " کتاب الانساب صفحہ 305 میں لکھتے ہیں" لم یکن لہ نظیر فی زمانہ اسنادا و حفظا و درایتا بالحدیث وضبطا وایقانا" سند، حفظ، درایت بالحدیث، ضبط اور ایقان میں اپنے زمانہ میں امام سلیمانی بے نظیر شخصیت تھے!

اور امام ابن حبان نے اپنی تفسیر کی ابتدا میں لفظ صاد پہ تشریح کرتے ہوئے لکھا

" قال ابو جعفر الطبری وھو امام من ائمۃ الامامیۃ" ابو جعفر طبری فرقہ امامیہ میں سے ایک امام ہیں،

انھی طبری صاحب نے " المسترشد" نامی کتاب لکھی، جو شیعہ مذہب کے بنیادی عقیدہ" مسئلہ امامت کے اثبات پہ ہے، اس کتاب میں امامت کو منصوص من اللہ ثابت کیا ہے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اگر یہ امام طبری صاحب شیعہ نہیں؟

تو مسئلہ امامت تو شیعیت کا اساسی مسئلہ ہے، اس کے اثبات پہ کتاب کیوں لکھی؟

وضو میں پاؤں پہ مسح کے بھی موصوف قائل تھے!

جو خالصتا شیعہ نظریہ ہے، اور اس کے اثبات میں بھی ایک کتابچی (رسالہ) لکھ مارا تھا!

طلاق کا فتوی بھی شیعہ مذہب کے مطابق دیتے تھے!

طبری صاحب نے صحاح ستہ کے تمام جامعین کا زمانہ پایا ہے، موصوف اگر اتنے ہی سچے ہوتے؟

تو صحاح ستہ کی کسی ایک کتاب میں کوئی ایک روایت تو ان سے لی جاتی؟

صحاح ستہ سے باہر کا کوئی اہل سنت جامع حدیث ہی ان سے روایات لے لیتا!

ان کا ہم عصر کوئی ایک محدث کوئی شخص ثابت کر دے، جس نے ان کو صرف ثقہ لکھا ہو!

میں منہ مانگا انعام اس شخص کو دونگا!

ان کے زمانہ کے ہی نہیں، تھوڑے سے بعد والے زمانہ کے آئمہ حدیث نے بھی ان کی توثیق نہیں کی!

ہاں ابن حجر، علامہ ذہبی، یا خطیب بغدادی جیسے بہت بعد کے آئمہ نے توثیق ضرور کی ہے!

لیکن ابن حجر تو اس پہ اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے کچھ جوابات دیتے ہیں اپنے دادا استاد پہ معاصرانہ چشمک کا اتہام لگا کے، آگے " واللہ اعلم " لکھ کے سارا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیتے ہیں!

دلائل تو بیشمار ہیں، ان کے رفض کے لیکن میں ان کے گھر کی ایک گواہی دے کے اپنے موضوع کی طرف پلٹتا ہوں!

موصوف کے ایک بھانجے کا نام ہے!

ابو بکر محمد بن عباس الخوارزمی!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اس کی وفات چھیانوے سال کی عمر میں 382 ہجری میں ہوئی، اس کے دو شعر بڑے مشہور ہیں !

بآمل مولدی وبنو جریر

لاخوالی ویحکی المرء خاله

فبھاانارافضی عن تراث

وغیری رافضی عن کلاله

آمل میں میری پیدائش ہے، اور جریر کے بیٹے (محمد بن جریر طبری) میرے ماموں ہیں، اور ہر شخص اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے، تو سن لو !

میں وراثتاً رافضی ہوں، اور میرے سوا جو رافضی ہے، وہ دور کے لگاؤ سے ہے !

دیگر دلائل کے ساتھ ساتھ اس گھر کے بھیدی نے جو لنکا ڈھایا ہے اس نے تو ان سب سے پہلے اور مستند مؤرخ اسلام کا سارا معاملہ ہی کلئیر کر دیا !

علامہ ابن جریر رح بغداد کے اس محلہ کے حنبلی علماء پہ الزام لگاتے ہیں !

جس محلہ میں موصوف رہتے تھے، کہ جنہوں نے ظلم کیا، اور انہیں رافضی مشہور کیا، تو کیا اس محلہ میں یا ارد گرد شافعی مالکی حنفی علماء نہیں تھے ؟

انہوں نے اس مظلوم کا ساتھ کیوں نہ دیا؟

اپنے گاؤں سے نکل کے رے، بغداد، فسطاط (مصر) بصرہ، کوفہ وغیرہ جہاں جہاں بھی موصوف نے قیام کیا یا علم حاصل کیا !

ایک سے ایک سڑے ہوئے رافضی، کذاب، وضاع، دجال اور ملحدین کی شاگردی اختیار کی !

انہیں سے روایات لیں !

پھر بغداد میں آ کے بیٹھ گئے !

اور تاریخ اسلام کی تدوین کرنے لگ گئے !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اور تفسیر قرآن بھی لکھنا شروع کر دی! اپنی عمر کے آخری بیس سال اس کام میں صرف کیئے! کام ابھی مکمل نہیں ہوا تھا!

کہ وقت آخر آگیا، ان دونوں چیزوں کو ان کے شاگردوں نے مکمل کیا، جگہ بجگہ قال ابو جعفر رح کے الفاظ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اگر خود مکمل کی ہوتیں دونوں چیزیں؟ تو" قال ابو جعفر کے الفاظ کبھی نہ لکھتے!

اور یہ الفاظ تفسیر کی بجائے تاریخ میں زیادہ استعمال ہوئے ہیں!

ان صاحب کا میں نے اتنا تفصیلی تعارف اس لئے کروایا، کہ آپ دوستوں کو یہ معلوم ہو سکے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول پہ جتنے بھی اعتراضات کیے جاتے ہیں، یزید کی ولی عہدی کے بارہ میں وہ تمام ان ہی کی تاریخ سے ماخوذ ہیں!

خصوصا مدینہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے اور صحابۂ کرام سے مشورہ کرنے، اور ہر جید صحابی کے پیچھے ایک ایک تلوار بردار کھڑا کرنے کی روایت!

کہ اگر یزید کی ولی عہدی کے لئے بیعت نہ کی، تو تمہیں قتل کر دیا جائیگا!

یا کچھ صحابۂ کرام کو پیسے دے کے خرید اگیا وغیرہ وغیرہ!

ان تمام روایات کو جن کے راوی، واقدی، ہشام، سائب، ابو مخنف سیف بن عمر، سُدی، اور اسی قبیل کے دیگر کوفی وضاع، کذاب، حدیثیں اور روایات گھڑنے والے شیاطین کی تمام کی تمام روایات کو شہرہ آفاق" تاریخ طبری" میں درج کر دیا گیا!

ہمارے آج کے محققین کی اکثریت بھی قرآن مجید کو پس پشت ڈال کے صحابۂ کرام کو سمجھنے کے لئے، یا تو تاریخ طبری اٹھا لیتی ہے، یا اسی تاریخ طبری کا چربہ بعد میں آنے والی کتب تواریخ کو اٹھایا، اپنی مرضی کی روایت نکالی، کسی صحابیٔ رسول پہ زبان طعن دراز کی، اور آگے لکھ دیا، کذا فی الکامل لابن اثیر صفحہ فلاں یا کذا فی البدایہ والنھایہ صفحہ فلاں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اواللہ کے بندو! اصحاب رسول کو سمجھنا ہے تو قرآن کے دامن میں آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ میں غور کرو، میرے شیخ طریقت (اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے) کے سنہری قول کے مطابق " اصحاب رسول کو سمجھنے کے لئے شہد کی مکھی بنو، گندگی کی مکھی نہ بنو" شہد کی مکھی صرف پھولوں کا (قرآن واحادیث صحیحہ کا) رس چوستی ہے، اور بدلے میں تمہیں شہد دیتی ہے، جو بیشمار بیماریوں کے لئے شفاء ہے، گندگی کی مکھی گند (ذخیرہ ہائے جھوٹی روایات" تاریخ وغیرہ") پہ بیٹھ کے جب آپ کے ایمان کے دروازے پہ بیٹھتی ہے تو آپ کو مہلک بیماریاں تحفے میں دیتی ہے، اور صحابہ دشمنی سے بڑی کوئی مہلک بیماری نہیں!

اسلام کے دشمن یہودیوں نے اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے سب سے آسان اور حساس ہدف کو ٹارگٹ کیا!

انہیں بخوبی معلوم تھا، مسلمانوں کی رسول اللہ سے محبت کس قدر ہے، اور وہ اسے کیسے کیش کروا سکتے ہیں، مسلمانوں میں پھوٹ کیسے ڈلوا سکتے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی صرف ایک بیٹی بقید حیات تھی، سیدتنا فاطمۃ الزھرا اسلام اللہ علیہا، باقی تینوں بیٹیاں وفات پا چکی تھیں، بیٹے تو بچپن میں ہی وفات پا چکے تھے، رسول اللہ کی اسی پیاری لخت جگر کو ٹارگٹ کیا گیا، غصب خلافت، غصب فدک، سانحۂ کربلا وغیرہ وغیرہ، یہ سب کہانیاں قصے اگر اسی طرح سچے مان لئے جائیں، جس طرح اولاد یہود ہمیں باور کروانا چاہتی ہے، تو پھر اصحاب رسول ہی کی چھٹی نہیں ہوتی، بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی چھٹی ہو جاتی ہے نعوذ باللہ، اور یہی ان کا اصل مشن ومقصد ہے!

مدنی کریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان والا شان ہے

عن ابی الدرداعن النبی ﷺ قال:

"مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

)سنن الترمذی، 327/4، رقم الحدیث 1931 والحدیث صحیح باتفاق العلماء)

"صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوالدرداءؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا" جو

صاحبزادہ ضیاء ناصر

شخص اپنے بھائی کی عزت سے اس چیز کو دور کرے گا، جو اسے عیب دار کرتی ہے، اللہ قیامت کے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کردے گا"

قسط نمبر 10 کے آخر میں پیش کردہ حدیث میں کسی مسلمان کی عزت کی حفاظت کو بہت بڑا عمل بتایا گیا ہے، جس عمل کے کرنے والے کے لئے رسول ﷺ نے جہنم سے نجات کی خوش خبری عطاء فرمائی ہے،

کسی بھی مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرنا ایک مستحب اور بے حد پسندیدہ کام ہے، اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اگر ایسی شخصیات کی عزتوں کا دفاع کیا جائے، جو صاحب فضیلت ہوں تو اس عمل کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، مثلاً اگر کسی صحابی کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے، اور ان پر غلط اور جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں تو ایسے صحابی رسول ﷺ کی عزت کا دفاع کرنا بہت بڑی عبادت اور بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے، اسی طرح صحابۂ کرام کے بعد تابعین کی جماعت امتِ مسلمہ کی افضل ترین جماعت ہے، اگر اس جماعت کے کسی فرد کی عزت پر حملہ کیا جائے، اور اس پر جھوٹے الزمات لگائے جائیں تو ان کا دفاع کرنا بھی بہت بڑے ثواب کا کام اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے!

اب آتے ہیں ان الزامات یا سوالات کی طرف جو اکثر کیے جاتے ہیں!

پہلا اعتراض؛

کیا یزید کے لئے جنت کی بشارت تھی یا نہیں؟

صحیح البخاری کی پوری حدیث اس طرح ہے!

و قال: وقد روی البخاري في صحیحہ عن ابن عمر عن النبي انہ قال ((اول جیش یغزو القسطنطنیۃ مغفور لہ))

"میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطینہ) پر حملہ کرے گا- وہ سب کے سب مغفور (بخشے ہوئے) ہوں گے-

(صحیح البخاری- کتاب الجہاد والسیر باب ما قیل فی قتال الروم رقم 2924)

یہ بشارت ہے کہ وہ لشکر اور اس میں شامل سب لوگ جنتی ہیں- اس کے امیر یزید بن معاویہ تھے!

بخاری کی ایک اور حدیث ہے،

"محمود بن ربیع نے بیان کیا، کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جگہ بیان کی جس میں ابوایوب انصاریؓ موجود تھے، یہ روم کے اس جہاد کا ذکر ہے جس میں آپ کی وفات واقع ہوئی تھی" فوج کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے"

(صحیح البخاری-کتاب الجہاد-باب الصلاۃ النوافل جماعۃ رقم 1186)

گویا کہ یہ اعتراض ہی ختم ہوا!

کیونکہ جس لشکر کے بخشے جانے اور جنتی ہونے کی بشارت ہے، یہی وہ لشکر میں جس میں ابوایوب انصاریؓ فوت ہوئے اس میں واضح یزید بن معاویہ کا ذکر آیا ہے، لوگ دھوکہ دیتے ہیں، اور بخاری کی یہ دوسری حدیث پیش نہیں کرتے۔

دوسرا اعتراض:

کیا حملہ کرنے والے پہلے لشکر میں یزید بن معاویہ شامل تھے؟

اس حوالے سے جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں کہ یزید پہلے لشکر میں شامل نہیں بلکہ کسی دوسرے تیسرے یا ساتویں آٹھویں لشکر میں شامل تھا وہ صحیح نہیں یا انہیں سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیا گیا ہے!

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں پوری امت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے، کہ یزید بن معاویہ ہی کی امارت میں سب سے پہلے مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر حملہ ہوا۔

فانہ کان امیر ذلک الجیش بالاتفاق

"یزید اس پہلے لشکر کا امیر تھا-اس پر سب کا اتفاق ہے"

(فتح الباری- 103/6)

لہذا یہ اعتراض ثابت ہی نہیں ہوتا، کیونکہ جس مسئلے پر امت مسلمہ کا اجماع ہو چکا، اس پر جھوٹی روایت کا سہارا لے کر نکیر کرنا درست نہیں، مزید امام مہلب رح کہتے ہیں کہ "یزید ہی نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کیا" (قباء الثریا، فتح الباری لابن حجر 102/51)

صاحبزادہ ضیاء ناصر

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "یہ وہ پہلا لشکر تھا جس نے قسطنیطنیہ پر حملہ کیا، اس کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے" (منہاج السنہ - 4/544)

امام ذہبی نے کہا" یزید کی ایک نیکی یہ بھی ہے، کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ میں اس لشکر کا امیر تھا، جس میں ابو ایوب انصاریؓ شامل تھے، (سیر اعلام النبلاللذ ہبی 4/36)

علامہ ابن کثیر نے کہا "یزید نے ہی سب سے پہلے قسطنطینہ کے شہر پر حملہ کیا تھا- یہ 49 یا 50 ہجری میں ہوا- اس میں شامل سب لوگ مغفور بخشے ہوئے ہیں- (البدایہ والنہایہ 229/8)

اس کے علاوہ بھی بہت سے دلائل ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ حملہ کرنے والے پہلے لشکر کے امیر یزید بن معاویہؓ ہی تھے، جس کی بخاری کی حدیث میں بشارت ہے!

تیسراااعتراض!

وہ شہر جس مدینہ قیصر کی بات ہے، وہ قسطنطنیہ نہیں، بلکہ حمص ہے اس کا جواب یہ ہے کہ: حافظ ابن حجر رح کا یہ قول درست نہیں کہ وہ حمص نہیں، اس لئے کہ:

-آپ ﷺ نے قیصر کا نام لیا، اس نام سے شہر نہیں، بلکہ اس سے مراد ملک تھا، اس کا شہر کونسا تھا؟ یا نہیں؟ یہ بحث نہی!

علامہ ابن حجر خود ہی ایک جگہ لکھتے ہیں،

"حدیث میں سمندری غزوہ کو جیش مغفور کے غزوہ سے قبل بتایا گیا ہے، اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا اس سمندری غزوہ میں موجود ہوں گی، اور حمص اس سمندری غزوہ سے پہلے فتح ہو چکا تھا، جس سمندری غزوہ میں ام حرام تھیں، (فتح الباری 6/10)

یہ دلیل ہے، کہ حمص جب فتح ہوا وہ قیصر کا شہر نہیں تھا، بلکہ اس کا شہر قسطنطنیہ بعد میں فتح ہوا- جس کے امیر یزید بن معاویہؓ تھے!

چوتھا اعتراض!

بسر بن ابی ارطاۃ کا حملہ:

یہ روایت ابن جبیر الطبری نے ذکر کی ہے (تاریخ الطبری- 181/5)-اس کا راوی واقدی ہے، جو کذاب، جھوٹا اور رافضی تھا، اس کی بات دلیل نہیں، وہاں روایت بیان کرکے واقدی کذاب ہے، امام شافعی کہتے ہی کہ واقدی کی ساری کتابیں جھوٹی ہیں (الجرح والتعدیل-لابن ابی حاتم 20/2)

پانچواں انتہائی گرا ہوا اعتراض!

دین کی نا سمجھی اور جنت کی بشارتوں کو کم عقلی کی بنیاد پر رد کیا جاتا ہے، کہ اصول فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے ،کہ "مامن عام الا خص منہ البعض" یعنی عموم ایسا نہیں جس میں سے بعض افراد مخصوص نہ ہوں "

یہ ایسا ہی اعتراض ہے کہ کوئی شخص خلفاء راشدین ابو بکر و عمر فاروق و عثمان، عشرہ مبشرہ کی بشارت پر رد کرے، کیونکہ انہیں بھی جنت کی بشارت دی گئی ہے،

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے ایک اور مثال ذکر کرتا ہوں

صحیح البخاری ہی کی روایت ہے،

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

"حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں! (صحیح البخاری، 2/3 -1773)

دوسری حدیث میں یوں ہے،

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

جس نے فجر اور عصر پڑھیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح البخاری- 119/1-574)

اب ان روایات کو بنیاد بنا کر خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ کی بشارت جنت کا انکار کیا جا سکتا ہے کیا اصول فقہ کا یہ اصول یہاں بھی لاگو ہوگا؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

امام مسلم نے کہا:

ایک شخص حاطب رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہا، کہ حاطب جہنم میں داخل ہو گا؛

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو نے غلط کہا، کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں موجود تھا۔

صحیح مسلم، 2495

یعنی وہ بدر اور حدیبیہ میں موجود تھا، اس لئے وہ جنت میں داخل ہو گا، یہاں بھی بشارت ہی ہے، بدر اور حدیبیہ والے جنتی ہیں!

اصل میں اعتراض کرنے والوں کو بشارت کا فرق معلوم نہیں، بشارتیں دو قسم کی ہیں۔

پہلی قسم؛

مخصوص اعمال پر بشارت دی گئی، جو ان اعمال کو پورا کرے گا، اس کے تقاضوں کے عین مطابق وہ جنت میں جائے گا، جیسے حج کی یا نماز کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔

دوسری قسم؛

مخصوص افراد یا جماعت کے حوالے سے ہے، جن میں افراد کو متعین کیا گیا ہے، جیسے اصحابِ بدر، صلح حدیبیہ، خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، پہلا بحری جہاد یا قسطنطنیہ پر پہلے حملے کی بشارت!

ان لوگوں کے جنتی ہونے کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا!

کیونکہ اللہ ان کے اعمال سے واقف ہے، چاہے وہ اعمال اس عمل سے پہلے کے ہوں یا بعد کے!

اللہ کے علم میں نقص کا تو عقیدہ رکھنا ہی کفر ہے۔

اگر کوئی شخص ان اشخاص کے جنتی ہونے کا انکار کرے، تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کو علم نہیں تھا نعوذ باللہ، کہ جن کے لئے بشارت دی جا رہی ہے، وہ بعد میں نعوذ باللہ فاسق و فاجر ہو جائیں گے!

ایسا ہونا ممکن ہی نہیں، لہذا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

صاحبزادہ ضیاء ناصر

چھٹا اعتراض؛

یزید کی نیت نہیں تھی، جبراً لشکر میں شامل کیے گئے، اس حوالے سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ؛

قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ 46ھ میں کیا گیا تھا، علامہ ابن اثیر متوفی 630ھ لکھتے ہیں یعنی 49ھ اور کہا گیا 50ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا لشکر بلاد روم کی جانب جنگ کے لئے بھیجا، اس کا سپہ سالار سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کو بنایا، اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ جائے تو وہ بیمار بن گیا اور عذر کر دیا، اس پر اس کے باپ خاموش رہ گئے، لوگوں کو بھوک اور سخت بیماری لاحق ہو گئی، یہ سن کر یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ مقام فرقدونہ میں لشکر پر کیا بلا نازل ہوئی' بخار آیا کہ سرسام میں مبتلا ہوئے۔ مجھے کچھ پرواہ نہیں جبکہ میں اونچی قالین پر دیر سران میں بیٹھا ہوں اور ام کلثوم میرے بغل میں ہے۔

ام کلثوم یزید کی بیوی تھی۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار سنے، تو یزید کو قسم دی کہ ارض روم جا کر سفیان کے ساتھ ہو جاتا کہ تو بھی ان مصائب سے دوچار ہو' جن سے غازیان اسلام ہوئے۔ اب مجبور ہو کر یزید گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک بڑی جماعت کر دی (بحوالہ: الکامل فی التاریخ جلد سوم ص131)

مندرجہ بالا یہ روایت جھوٹی ہے—اس میں ایک راوی ابو مسعود ابن لقتات کی شخصیت پر کوئی مضمون نہیں ملا، یہ شخص مجہول ہے، ایک شخص گم نام ہے، اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں، اس کی روایت بھی نہیں لی جا سکتی!

لہٰذا یزید کے حوالے سے جتنے اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ سب شیعہ رافضیوں کی کتب سے لئے گئے، یا جھوٹی اور من گھڑت روایات ہیں، جن کی کوئی اصلیت نہیں، بلاوجہ بغیر کسی تحقیق کے کسی مسلمان پر الزمات لگا دینا، کسی مسلمان کے شایان شان نہیں، ایسی صورت میں ہم دفاع کا پورا حق رکھتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی حدیث کی رو سے ایسے شخص کو اللہ قیامت والے دن آگ سے بچائیں گے، جیسا کہ شروع میں حدیث ذکر کر دی گئی ہے،

کچھ آج کل کے سنی نما شیعہ یوں کہتے ہیں، (سنی نما رافضی وہ ہوتے ہیں، جو کہلواتے تو اپنے آپ کو سنی ہیں، لیکن ان کی سوچ و فکر رافضیت سے بہت زیادہ متاثر ہے، اور وہ اسی سوچ و فکر کو انہی کے دلائل جن کی بنیاد صرف اور صرف

ضیاء ناصر صاحبزادہ

جھوٹے راویوں کی روایات پر مشتمل ہے، فوقیت دیتے ہیں) کہ اگر کوئی شخص یزید رح یا یزید امیر المؤمنین کہے، وہ یہ دعا بھی کرے، یا اللہ میرا حشر یزید بن معاویہؓ کے ساتھ کردے، ایسے جہلاء کی جہالت کا کوئی علاج نہیں،، کیا وہ اس بات کا پکا ثبوت دے سکتا ہے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اسے جنت میں لے جائیں گے ؟اور اس کا حشر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگا؟؟

جب وہ ایسا ثبوت نہیں دے سکتے ! تو ہم سے کیوں طلب کرتے ہیں؟

یزید پر کوئی ایک جرم بھی کربلا سمیت صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا،(کربلا کے اصل کرداروں سے ان شاء اللہ اگلی قسط میں نقاب سرکاؤں گا) اور وہ اس لشکر کا سپہ سالار تھا، جو مغفور اور بخشا ہوا ہے، اگر قیامت والے دن یزید سیدنا حسین کے ساتھ ہوئے، تو جو لوگ الزمات بغیر تحقیق کے لگاتے ہیں، ان کا حشر کس کے ساتھ ہوگا؟

اس پہ بھی ذرا غور کر لیا کریں!

اس کے علاوہ اور بھی جہالت کا ثبوت ہے کہ ساری زندگی کوئی بھی کام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق نہیں کریں گے، لیکن پھر بھی خواہش ہے کہ ان کا حشر حسین کے ساتھ ہو!

شاید عقل گھاس چرنے گئی ہوتی ہے، اللہ کے پیغمبر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری لخت جگر اور سیدنا حسین کی امی جان سیدتنا فاطمہ سلام اللہ علیہا کو تو یوں فرمائیں، بیٹی عمل کرنا، عمل کرنا، عمل کرنا!

روز محشر یہ نہیں دیکھا جائے گا، کہ تیرا شجرۂ نسب کیا ہے؟ بلکہ یہ دیکھا جائے گا، تو عمل کیا لے کے آئی ہے؟ لاکھوں کیا؟ کروڑوں سیدنا حسین مل کے بھی خاتون جنت کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے!

اور ہم صرف لفظی اور جعلی محبتوں کی نسبت پہ اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھ لیتے ہیں،

آیئے؛ آپ کو قسطنطنیہ کے جہاد میں شامل ایک زبردست شخصیت سے ملواتے ہیں، یہ وہ عظیم اور خوش قسمت شخصیت ہیں، باوجود رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہونے کے شیعہ کے ظلم وستم و تبرا سے اس لئے بھی محفوظ ہیں، کہ جنگ جمل، جنگ نہروان، اور جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عن کے ساتھ شامل تھے،

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کوئی ایک غزوہ بھی ایسا نہیں، جس میں ان کی شمولیت نہ ہو !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ان کا اسم گرامی ہے؛ خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار الخزرجی،

قبیلۂ خزرج کی برانچ بنو نجار کے سردار ہیں، اسلام لانے سے قبل یثرب کی انتہائی اہم شخصیات میں ان کا شمار ہوتا تھا، مطالعۂ سیرت النبی ﷺ کرنے والے دوستوں کو معلوم ہوگا، کہ یثرب سے حج کے لئے آنے والے افراد کو رسول اللہ ﷺ مکہ سے باہر ایک گھاٹی میں لے جاکے دعوت اسلام پیش فرمایا کرتے تھے، عقبۂ دوم میں یہ شخصیت بھی اپنے چھ دیگر ساتھیوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھی، واپس یثرب پہنچ کے اپنی اہلیہ کو مشرف بہ اسلام کیا، دیگر اعزہ واقرباء کو بھی اسلام کی دعوت دینا شروع کی، اس شخصیت اور ان کے دیگر ساتھیوں کے اصرار پہ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ ہجرت کی، آپ ﷺ یثرب میں داخل ہوئے، اسی یثرب کو بعد میں مدینۃ الرسول کا نام دیا گیا، اس شہر کا ہر مسلمان شخص اس بات کا خواہشمند ہے، کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو، لیکن آپ جواب میں ارشاد فرماتے ہی!

میری اونٹنی کی مہار میرے ہاتھ میں نہیں، بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، مدینہ کی گلیوں میں چلتے چلتے ایک دو منزلہ مکان کے سامنے جاکے اونٹنی بیٹھ جاتی ہے، آپ ﷺ اونٹنی سے اترتے ہیں، اور اس گھر کے مالک، خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار الخزرجی،

جنہیں دنیا" ابوایوب انصاری، میزبان رسول اللہ ﷺم " کے نام سے پہچانتی ہے، کو اللہ کے حکم سے شرف میزبانی بخشتے ہیں!

یہ وہی شخصیت ہیں، جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا، تو ان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینۃ الرسول کا امیر بنا کے گئے، اس خوش نصیب شخص کی عمر 80 سال کے قریب ہے، ان کے کانوں میں آواز پہنچتی ہے، کہ جہاد قسطنطنیہ کے لئے افواج اکٹھی ہو رہی ہیں، یہ مدینۃ الرسول سے اس بخشے ہوئے لشکر اسلام میں شرکت کے لئے چل پڑتے ہیں،

حالانکہ اگر ان کی زندگی کے کارناموں پہ نظر ڈالی جائے، تو یہ تو بدری بھی ہیں اور بیعت رضوان والوں میں سے بھی ہیں، ان کے لئے تو بخشش اور مغفرت کی بشارات پہلے سے موجود ہیں!

لیکن خالق کائنات اس لشکر اسلام میں انہیں شامل فرما کے اور اسی سفر جہاد میں اپنے پاس بلا کے ان کے واسطہ سے کسی اور شخصیت کو مقام عروج پہ پہنچانا چاہتے ہیں !

مختلف علاقوں سے عساکر اسلامی اس لشکر میں شامل ہوتے ہیں، دستور کے مطابق ہر علاقہ سے آنے والے لشکر کے امراء علاحدہ علاحدہ ہیں، لیکن سپہ سالار اس لشکر کا یزید بن معاویہ ہے !

دوران سفر بیماری پھیلتی ہے، جس بیماری سے بہت سے لوگ اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں، سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی بیمار ہو جاتے ہیں، سپہ سالار لشکر یزید بن معاویہ کو ان کی علالت کی خبر پہنچتی ہے، عیادت کے لئے ان کے پاس پہنچتا ہے، وہ اسے وصیت فرماتے ہیں !

میرا وقت آخر قریب ہے !

اگر میری اجل آ پہنچی تو مجھے سمندر کے لہروں کے حوالے نہیں کرنا، بلکہ جہاں تک ہو سکے، دشمن کے علاقے کے اندر جا کے دفن کرنا ہے !

سیدنا ابوایوب انصاری اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں، یزید طبیبوں کو حکم کرتا ہے، ان کے وجود کو محفوظ کیا جائے، آپ کا جسم حنوط کیا جاتا ہے، ساحل پہ بحری بیڑا لنگر انداز ہوتا ہے، لشکر اسلامی ساحل پہ اترتا ہے !

سیدنا ابوایوب انصاری کے حنوط شدہ جسم کو بھی بحری جہاز سے اتار لیا جاتا ہے، پورا لشکر اسلامی جنازہ کی نماز پڑھتا ہے، اور امام جنازہ " یزید بن معاویہ " ہے، اس جنازہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں، فوجی اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کے آپ کے جنازہ کو قسطنطنیہ کی دیوار کی طرف لے کے بڑھتے ہیں، رومی لشکر بڑی حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہا ہے، قبر تیار کی جاتی ہے، آپ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے !

دیوار کے اوپر سے رومی افواج کے کمانڈر کی آواز آتی ہے تم لوگ کیا کر رہے ہو؟

اسے جواب دیا جاتا ہے ! یہ ہمارے آقا کے بہت ہی پیارے اور ہمارے محترم صحابی ہیں، ان کو ہم دفن کر رہے ہیں !

رومی کمانڈر کہتا ہے، تمہارے جانے کے بعد ہم ان کی قبر اکھاڑ دیں گے، اور ان کے جسم کو باہر نکال دیں گے !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اس کے یہ الفاظ جب یزید بن معاویہ کے کانوں تک پہنچتے ہیں، تو یزید وہ تاریخی الفاظ کہتا ہے!

اورومی کمانڈر! سن لے!

اگر تونے کسی بھی برے ارادے سے ہمارے آقا کے اس میزبان کی قبر کو ہاتھ بھی لگایا، تو لاکھوں مربع میل پہ پھیلی ہوئی مملکت اسلامی کے کسی ایک بھی کونے میں تمہارا کوئی عبادت خانہ بھی باقی نہیں بچے گا،اس شیر کی للکار سُننے کے بعد کسی رومی کو یہ جرات نہ ہوئی، کہ آپ کی قبر مبارک کے ساتھ کوئی بے ادبی کرنے کا سوچ بھی سکے، آج بھی وہ قبر اسی مقام پہ ترکی کے دارالحکومت قسطنطنیہ (نیا نام استنبول) میں موجود ہے،

یہی یزید بن معاویہ سن 51, 52 , 53 ہجری میں امیر حج بنا بھیجا جاتا ہے،ان تین سالوں میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی حج کرتے ہیں!

اسی امیر حج کی اقتدا میں نمازیں بھی پڑھی جارہی ہیں،اور خطبہ حج بھی یہی امیر حج " یزید بن معاویہ " دے رہے ہیں،

اسی یزید بن معاویہ کی ولی عہدی کے لئے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جنکا شمار بیعت رضوان میں شامل صحابہٴ کرام میں ہوتا ہے نے رائے دی،

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو فوراً قبول نہیں کیا!

بلکہ اپنے گورنروں سے مشورہ کیا، پیرانہ سالی کے باوجود حج کے لئے تشریف لے گئے، پہلے مدینۃ الرسول گئے، وہاں کا مشورہ مکمل کرکے مکہ مکرمہ گئے،

طبری صاحب یہاں حسب عادت سیدنا مغیرہ بن شعبہ پہ یہ الزام دھرتے ہیں، کہ انہوں نے کوفہ کی گورنری دوبارہ حاصل کرنے کے لئے یزید کی ولی عہدی کا مسئلہ اٹھایا، مشہور محاورہ " دروغ گورا حافظہ نہ باشد " جھوٹے کی یادداشت کمزور ہوتی ہے

"یہی طبری صاحب پہلے سن 51 ہجری کے حالات میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ کی وفات لکھ چکے ہیں، ایک شخص کی وفات اگر 51 میں ہو چکی ہے؟ تو وہی شخص 56 میں دوبارہ گورنر بننے کے لئے کس طرح یزید کی ولی عہدی کی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سفارش کر سکتا ہے؟

56 ہجری کے حالات میں طبری صاحب لکھتے ہیں، کہ اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے انہوں نے خود استعفی دیا، پھر جب معلوم ہوا، کہ سعید بن عاص کوفہ کے گورنر بننے لگے ہیں، تو گورنری دوبارہ حاصل کرنے کے لئے، انہوں نے یزید کی ولی عہدی کا معاملہ اٹھادیا، طبری صاحب کو ہر اس صحابیؓ رسول سے خصوصی چِڑ ہے، جس نے بھی اسلام کی بقاکے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دئے ہوئے ہوں!

مدینہ منورہ کی مشاورت کا بھی جب تذکرہ کرتے ہیں، تو وہاں حضرت عبدالرحمن بن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما کو بھی شامل کر دیتے ہیں، کہ یزید کی ولی عہدی کا انکار اور اس پہ احتجاج کرنے والے عبدالرحمن بن ابی بکر بھی تھے!

حالانکہ عبدالرحمن ابن ابی بکر اس واقعہ سے تین سال قبل سن 53 ہجری میں اجماع امت کے قول کے مطابق، اور ایک قول کے مطابق سن 55 ہجری میں وفات پاچکے تھے!

تو کیا اپنی وفات کے تین سال بعد یا بقول ایک رائے کے ایک سال بعد دوبارہ زندہ ہوئے تھے؟

کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں، کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی سے کوئی مشاورت نہیں کی، بلکہ آمرانہ انداز میں اس فیصلے کو نافذ کر دیا، لیکن اپنے اس دعوے کی ان کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں، اور وہ عرب معاشرے کو بھی نہیں جانتے!

عربوں کے ہاں زمانہ قبل از اسلام یعنی دور جاہلیت میں بھی اس طرح کی آمریت کا کوئی تصور موجود نہیں تھا، اور نہ ہی اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے، ان کے ہاں قبائلی سرداروں کا انتخاب بھی باہم مشورہ سے ہوتا تھا!

اصل صورت حال یوں تھی، کہ تمام عرب قبائل نے خلافت کی ذمہ داری متفقہ طور پہ قبیلۂ قریش کو سونپ رکھی تھی، اور قریش میں بھی ان مہاجرین صحابہ کو الیکٹورل کالج کی حیثیت حاصل تھی جو بدر سے قبل مسلمان ہو چکے تھے، ان کے ساتھ ساتھ الیکٹورل کالج کا دوسرا حصہ وہ انصار مسلمان تھے، جو مہاجرین کی طرح بدر سے قبل مسلمان ہو چکے تھے!

یہی بزرگ باہم مشورہ سے خلیفہ کا انتخاب کیا کرتے تھے،ان اکابر صحابہ کو جنہیں قرآن مجید نے " السابقون الاولون من المہاجرین والانصار " کا زریں ٹائٹل دیاہے، کو دیگر صحابۂ کرام کی طرف سے یہ ممتاز حیثیت دینے کی وجہ یہ تھی، کہ انہوں نے ان حالات میں اسلام کو قبول فرمایا تھا، جب مظالم ومصائب کی انتہاء تھی،اہل ایمان کو تعداد میں تھوڑے ہونے کی وجہ سے عرب میں کوئی خاص مقام حاصل نہیں تھا، خاندان، کنبہ، قبیلہ بلکہ گھر کے اکثر افراد ان کے ایمان لانے پہ ان کے دشمن بن گئے تھے، لیکن انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے، ہر دکھ اور ہر ظلم کو ہنستے ہوئے برداشت کیا، اور ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے پسند کردہ دین سے منہ موڑنا گوارا نہ کیا!

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرنے والے بھی یہی سابقون الاولون تھے!

انہی کے مشورہ سے سیدنا ابو بکر صدیق نے سیدنا عمر فاروق کو اپنا جانشین نامزد کیا، انہی کے مشورہ سے سیدنا عمر فاروق نے اپنی شہادت سے قبل امت کے چھ سب سے اہم اور ممتاز ترین افراد یعنی عشرہ مبشرہ میں سے چھ زندہ لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپی، اور انہوں نے باہم مشورہ سے سیدنا عثمان کو خلیفہ نامزد کیا، اس کے بعد انہی السابقون الاولون میں سے جو لوگ زندہ تھے، انہوں نے سیدنا علی المرتضی کا انتخاب فرمایا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بطور خلیفۃ المسلمین انتخاب کرنے والے اولیں افراد میں یہی السابقون الاولون میں سے بچ جانے والے افراد تھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بطور خلیفۃ المسلمین انہی اکابر نے تقرر فرمایا!

لیکن سن 56 ہجری جب یزید کی ولی عہدی کا وقت آتا ہے، تو ان میں سے اکثر اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، جو بچ گئے تھے، وہ انتہائی ضعیف تھے!

کیونکہ جنگ بدر سن 2 ہجری میں ہوئی، اب سن 56 ہجری ہے، جو صحابی اس وقت بیس سال کے بھی تھے، وہ بھی اب 76 سال کے تو ہو چکے تھے، اس لئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشاورت کے عمل کو بڑے پیمانے پہ کرنے کے لئے، اور امت کو انتشار وافتراق سے بچانے کے لئے، مکہ اور مدینہ کے اسفار کئے!

چوتھی صدی ہجری کے شیعہ مجتہد ومؤرخ علی بن حسین المسعودی نے اپنی کتاب " مروج الذہب ومعادن الجوہر " ج 2 ص 26 مطبوعہ بیروت میں بڑے واضح انداز میں لکھاہے، معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ایک بڑا

جرگہ منعقد کیا، جس میں پوری امت کے نمائندے شریک ہوئے، معاویہ (رضی اللہ عن) نے اپنی تجویز پیش کی، اور سب کو آزادانہ حق دیا، کہ وہ اپنی اپنی رائے پیش کریں، اس اجتماع میں اہل عراق بھی آئے، ان میں سے بعض لوگوں نے معاویہ کی اس تجویز کی مخالفت بھی کی، لیکن اکثریت نے یزید کے حق میں فیصلہ دیا، جن میں عشرہ مبشرہ کے دس جنتیوں میں سے آخری فرد جو زندہ موجود ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بنا کسی بھی اعتراض کے بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں!

اس جرگہ کے بعد سفر مدینہ کیا، وہاں زعماء امت کے سامنے اپنی تجویز پیش کی، صرف چار افراد کے علاوہ کسی نے اختلاف نہیں کیا، ان میں سے بھی دو افراد نے بعد میں اپنا اختلاف ختم کر کے بیعت کر لی، یہ چار افراد کون تھے؟ اور ان میں سے کن دو افراد نے بعد میں بیعت کر لی؟

اور سانحۂ کربلا و سانحۂ حرہ کے بعد بھی اپنی بیعت کو نہیں توڑا!

جن چار افراد نے اس وقت بیعت سے انکار کیا وہ مندرجہ ذیل تھے!

سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم!

ان میں سے بھی سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بعد میں بیعت کر لی اور تاحیاتِ یزید بیعت پہ قائم رہے!

یہاں طبری صاحب پھر حسب عادت ایک درفنطنی چھوڑتے ہیں جنہیں ہمارے کئی مہربان یہ دیکھے بناء کہ کہنے والا کون ہے؟ اور کن مجہول اور کذاب لوگوں کی روایات پیش کر رہا ہے صحیفۂ آسمانی سمجھ کے قبول کر لیتے ہیں، صرف قبول ہی نہیں کرتے! بلکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہ ان روایات کو بطور طعن استعمال بھی کرتے ہیں، یہ سوچے سمجھے بناء کہ ان روایات کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان روایات سے صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہ ہی نہیں، سینکڑوں اصحاب رسول ﷺ پہ بزدلی اور لالچ کا الزام لگتا ہے!

طبری صاحب کی روایات سے پہلے ایک اور مؤرخ اسلام کی ایک روایت پیش کرنے کی جسارت کرونگا!

ان کا اسم گرامی تو عزالدین ابوالحسن، علی بن محمد شیبانی ہے، لیکن امام ابن اثیر کے نام سے معروف ہیں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ان کی مشہور ترین کتب " الکامل فی التاریخ" اور " اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ " ہیں،

ان محترم کی تاریخ پیدائش 555 ہجری اور تاریخ وفات 630 ہجری ہے، ان کی " تاریخ کامل " تقریبا تاریخ طبری کا چربہ ہے، اور یہ بات مقدمہ میں وہ خود لکھ چکے ہیں، کہ میری تاریخ کی اساس طبری ہے، لیکن کہیں کہیں اپنی طرف سے بھی یا سنی سُنائی وہ روایات جن کی کوئی اصل نہیں، اپنی تاریخ میں نقل کی ہیں، اسی طرح کی صرف دو روایات پڑھیئے، جو موصوف نے تاریخ الکامل کی جلد 3 صفحہ 350 پہ نقل فرمائی ہیں، اور ان صاحب کی صحابۂ کرام کے بارہ میں سوچ و فکر کو ملاحظہ کی جیئے، جو دو روایات پیش کرنے لگا ہوں وہ اس چیلنج کے ساتھ

"کہ ابن اثیر سے قبل پانچ سو بہتر سالوں میں کسی جھوٹے سے جھوٹے مؤرخ نے بھی یہ قصہ بیان نہیں کیا، اپنی وفات 630 سے دو سال قبل موصوف نے یہ تاریخ لکھی، روایات پڑھیئے اور سر دھنیئے!

پہلی روایت میں موصوف رقم طراز ہیں!

معاویہ (رض) نے لوگوں کو رشوت دے کر یزید کی بیعت کے لئے تیار کیا تھا!

رشوت کی جو رقم موصوف نے بیان کی ہے، اسے تو لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے،

کسی کو تیس ہزار درہم، کسی کو چار سو دینار، کسی کو ایک لاکھ درہم، وغیرہ وغیرہ!

دوسری روایت؛

معاویہ (رض) نے جب یزید کی خلافت کا اعلان کیا، تو ان چاروں کے پیچھے ایک ایک تلوار بردار کو کھڑا کر دیا، اور انہیں یہ حکم تھا، کہ اگر یہ حضرات ذرہ بھر بھی چوں وچرا کریں، تو انکی گردن اڑا دی جائے!

ان دونوں روایات کی نہ تو کوئی سند بیان کی گئی، اور نہ ہی کوئی حوالہ، کہ موصوف نے یہ کہاں سے نقل کیں!

مجھے تو ایسے محسوس ہوتا ہے، رات کو موصوف تاریخ طبری پڑھتے پڑھتے سو گئے، نیند میں کوئی خواب دیکھا، صبح اٹھتے ہی یہ روایات اپنے پاس سے گھڑ کے اپنی تاریخ میں نقل فرما دیں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سن 56 ہجری میں ایک واقعہ ہوا، 628 میں موصوف نے کتاب لکھی، کوئی ایک مؤرخ تو ایسا ہونا چاہئے تھا، چلیں ابو مخنف لوط بن یحیٰی یا واقدی جیسے کذابوں کے یا طبری جیسے تقیہ باز رافضیوں کے ذمہ ہی لگا دیتے، تو انسان ان کتب کے اوراق کو چھان لیتا، اور ان روایات کا آپریشن کر لیتا!

جس روایت کی نہ کوئی سند نہ کوئی حوالہ!

روافض اسے ہمارے خلاف پیش کریں، یہ کہہ کے، کہ اہل سنت کے مؤرخ نے لکھا ہے، تو ان کا تو حق بنتا ہے! کیونکہ ان کا تو فرض اول ہی صحابہ کرام کو مطعون کرنا ہے!

لیکن ہمارے آج کے محققین بھی سیدنا معاویہ کے تذکرے پہ اس طرح کی روایات کی لٹھ لے کے ہمارے اوپر چڑھ دوڑنے کی کوشش کریں، تو یہ تو ہم ہرگز نہ ہونے دیں گے، اگر آپ صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں درج روایات، جن کے راویوں کو باریک ترین چھلنی سے چھانا جا چکا ہے، کس کی سوچ کیا تھی؟ عقیدہ کیا تھا؟ یہ روایت کس درجہ کی ہے؟ قرآن مجید کی کسی آیت کے مخالف ہے یا موافق؟ یا ہماری عقل کے معیار پہ پوری نہیں اترتی! یا اس روایت سے ملحدین دلیل پکڑتے ہیں، اس لئے ہم صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی روایت ہونے کے باوجود اسے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اس روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پہ حرف آتا ہے!

اور ہر وہ روایت جس سے رسول اللہ کی شان میں حرف آتا ہو، قابل قبول نہیں، یا ہم تاویل کریں گے، اگر ممکن ہوئی، اور اگر ممکن نہ ہوئی، تو رد کریں گے!

میں اپنے ان مہربانوں کی خدمت میں بصد ادب واحترام یہ گذارش کرونگا!

اصحاب محمد " محمد رسول اللہ ﷺ " کی نبوت کی دلیل ہیں، وہ تمام روایات جو بغیر اسناد کے ہونگی، یا جن روایات میں کذاب، دجال، رافضی، یا مجہول الحال اشخاص ہونگے؟

اصحاب محمد ﷺ جو دلیل ہیں نبوت محمد کریم کی، ہم ان تمام روایات کو قطعی طور پہ رد کر دیں گے، چاہے کتنے ہی بڑے امام یا مؤرخ اسلام نے اپنی کتب میں درج کی ہوں گی، ان دونوں روایات سے جو تاثر ملتا ہے؟ وہ یہ ہے! کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آج کل کے جھوٹے مکار اور مفاد پرست سیاست دانوں کی طرح کے کوئی سیاست

دان تھے نعوذ باللہ، اور سیدنا حسین، سیدنا ابن زبیر، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم نعوذ باللہ آج کل کے ووٹروں کی طرح کے ضمیر فروش ووٹر تھے، جنہوں نے چند ٹکوں کی خاطر یا جان کے خوف سے بیعت کر لی!

اصحاب رسول ﷺ کا ہر ہر فرد اک ایسا چمکتا ہوا ستارہ ہے، جسے کسی بھی قسم کے خوف یا لالچ کا بادل اپنی روشنی بکھیرنے سے باز نہیں رکھ سکتا!

طبری صاحب نے جو روایت پیش کی ہے، اس میں یوں ہے، کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانچوں اشخاص اوپر مذکورہ بالا چار افراد، اور پانچویں سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر ان سب سے علاحدہ علاحدہ ملاقات کی، سب کو یہی کہا، کہ تم پانچ میں سے باقی چار تو مان گئے ہیں، ایک تم نہیں مانے، اور تم ہی مرکزی آدمی ہو!
(جیسے ہمارے پاکستانی پولیس والے جب کسی گروپ کو گرفتار کرتے ہیں، تو اسے
یہ کہتے ہیں، باقی اپنا جرم مان گئے ہیں، تم بھی مان جاؤ) لمبی روایت ہے، سب نے اپنا اپنا جواب دیا، لیکن اس روایت کے گھڑنے والے سے سب سے بڑی غلطی تو یہ ہوئی!
کہ اس نے روایت کے پانچ اشخاص میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو بھی شامل کر دیا، جو اس واقعہ سے تین سال قبل وفات پا چکے تھے، اب قبر میں سے کیسے انہوں نے واپس تشریف لا کے اس مشاورتی اجلاس میں شرکت کی؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں!
نیز اس روایت کا بنیادی راوی جو سارا قصہ سنا رہا ہے، اس کا کوئی نام، کوئی پہچان اس سند میں درج نہیں!
صرف یہ الفاظ ہیں "رجل بنخلة" نخلہ کے مقام پہ ایک شخص!
اب یہ یہودی ہے؟ عیسائی ہے؟ مسلمان ہے؟ سبائی ہے؟ یا کوئی مفسد؟
اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں!
اب اس مجہول الحال شخص جسے یہ بھی پتہ نہیں، کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اس واقعہ سے تین سال قبل وفات پا چکے ہیں، اور وہ انہیں اس اجلاس میں شامل بتا رہا ہے، ایسے کذاب اور جاہل کی روایت کو ہم کیسے تسلیم کر لیں؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اسی طرح کی ایک اور روایت طبری صاحب نے ذکر فرمائی ہے، جس میں سیدنا معاویہ مرض الوفات میں اپنے بیٹے یزید کو نصیحت کر رہے ہیں، کہ فلاں فلاں اشخاص تمہاری مخالفت کریں گے !

حسین پر اگر قابو پالو تو ان سے در گذر کرنا کیونکہ انہیں رسول اللہ اور ہماری رشتہ داری کا بڑا حق حاصل ہے، ابن عمر کا عبادت نے ستیاناس کر دیا ہے، وہ لوگوں کی دیکھا دیکھی بیعت کر لیں گے ! ابو بکر کے بیٹے کو عورتوں اور کھیل تماشوں سے کوئی فرصت نہیں، ابن زبیر شیر کی طرح تمہاری گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تمہیں دھوکہ دے گا، اس پہ اگر تم نے قابو پالیا، تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، وغیرہ وغیرہ !

اس روایت کی سند دیکھیں تو ہشام کلبی اور ابو مخنف جیسے کذاب اور سڑے ہوئے رافضی اس کے اندر موجود ہیں، کہ جن کے دل و دماغ کے ایک ایک گوشے میں اصحاب رسول اللہ سے نفرت رچی بسی ہے، وہ اس طرح کے بکواس نہیں کریں گے، تو اور کون کرے گا؟

صحیح اسناد کے ساتھ ایک بھی روایت ایسی موجود نہیں، جس میں اس طرح کی خرافات موجود ہوں، صحیح بات یہی ہے، کہ عبداللہ بن زبیر اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی، باقی تمام صحابہ و جلیل القدر تابعین اور پانچ امہات المؤمنین نے بیعت کر لی !

ان بزرگوں کو یزید کی بیعت کرنے میں کونسا امر مانع تھا؟

بیعت نہ کرنے والے بزرگ انتہائی ایمان داری کے ساتھ یہ رائے رکھتے تھے، کہ باپ کے بعد بیٹے کی خلافت کی اسلام میں پہلے کوئی مثال نہیں !

اگر یزید کے کردار میں کوئی کجی ہوتی، وہ شرابی، بے نمازی، عیاش، یا بد کردار ہوتا؟

تو یہ بزرگ فوراً یہ اعتراض کرتے، لیکن دنیا کی کسی بھی تاریخ کی سچی یا جھوٹی کسی بھی کتاب میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں !

اگر ایسی کوئی بات ہوتی؟ تو صحابۂ کرام میں سے کوئی ایک شخص تو یہ اعتراض کرتا، سب خاموشی سے بیعت نہ کر لیتے !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اگر بعض لوگوں کے جھوٹے گمان کے مطابق یہ خرابیاں اس میں امیر المؤمنین بننے کے بعد پیدا ہوئی تھیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت محمد بن الحنفیہ (جنہیں شاید اسی طرح کی حق گوئیوں کی پاداش میں والد کی نسبت سے نہیں، بلکہ والدہ کی نسبت سے شیعہ بھی اور سنی بھی یاد کرتے ہیں یعنی محمد بن علی کی بجائے محمد بن حنفیہ حالانکہ سیدنا علی کی باقی ساری غیر فاطمی اولاد میں سے کسی کو بھی ان کی والدہ کی نسبت سے مشہور نہیں کیا گیا)

(کربلا کے سانحہ کے بعد سانحۂ حرہ سے قبل اعتراض کرنے والے سازشیوں کے سامنے اس کے کردار کی ہرگز تعریف نہ کرتے) ان کی روایت میں آگے چل کے بیان کرونگا ان شاء اللہ

اس وقت بیعت کرنے والے چیدہ چیدہ صحابۂ کرام یہ تھے:

سیدنا سعد بن ابی وقاص (یہ عشرہ مبشرہ کے آخری بچ جانے والے صحابی ہیں) جابر بن عبداللہ انصاری، انس بن مالک، کعب بن عمرو، مالک بن ربیعہ، ابو قتادہ انصاری، رافع بن خدیج، اسامہ بن زید، ارقم بن ارقم، (یہ ارقم صحابی وہی ہیں جن کا مکہ والا گھر اوائل اسلام میں مسلمانوں کی سرگرمیوں کا مرکز تھا، اور عمر فاروق نے بھی اسی گھر میں جا کے کلمہ پڑھا تھا) قیس بن سعد، براء بن عازب، معقل بن یسار، عثمان بن حنیف انصاری، صفوان بن معطل، ابو سعید خدری، زید بن ارقم، (سیدنا علی کی شان میں کئی روایات ان زید بن ارقم سے مروی ہیں) عوف بن مالک، سلمہ بن اکوع، عدی بن حاتم، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، ابوہریرہ، نعمان بن بشیر، عبداللہ بن عباس، ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عمر، مالک بن حویرث، عبیداللہ بن عباس، سمرہ بن جندب، عبداللہ بن عمرو بن العاص، حکیم بن حزام، جابر بن تمسیک، مالک بن ربیعہ، ابو واقد لیثی، ضحاک بن قیس، معاویہ بن خدیج، سعید بن العاص، ثابت بن ضحاک، اور امہات المؤمنین میں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، ام المؤمنین حفصہ، سمیت پانچ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین

ان میں بدری بھی ہیں السابقون الاولون من المہاجرین والانصار بھی ہیں، اصحاب بدر بھی ہیں، اور بیعت رضوان والے بھی ہیں!

ضیاء ناصر صاحبزادہ

روافض نے ایک تیر سے سینکڑوں صحابہ کرام علیہم السلام کے عدل وانصاف ہی نہیں بلکہ ان کے ایمان پہ بھی سوالیہ نشان کھڑا کر دیا!

اور ہمارے اہل سنت مکھی پہ مکھی بٹھانے والوں نے بھی روافض کی گالی گلوچ سے بچنے اور اپنے آپ کو آل رسول کا محب ثابت کرنے کے لئے، جھوٹی روایات کو آیات قرآنی سمجھتے ہوئے یزید کو پلید، فاسق، فاجر، لعین، عیاش، بدکردار کہنا اور لکھنا شروع کر دیا، کچھ نے تو تحقیق کرنے کی زحمت گوارا نہ کی، ابن اثیر، ابن کثیر، طبری وغیرہ پہ ایمان بالغیب لے آئے، کہ وہ ہم سے پہلے گذرے ہوئے ہیں، انہوں نے تحقیق سے ہی لکھا ہوگا، آخر ہزار سال، آٹھ سو سال، یا چھ سو سال پہلے کے بزرگ تھے!

ان کی تحقیق کی مثال تو ابن اثیر صاحب کی دو جھوٹی کہانیوں سے میں دے ہی چکا ہوں، کوئی محقق اگر ان کتب پہ تحقیق کرے، تو بے شمار جھوٹے قصے کہانیاں اسے ملیں گے، اور کچھ نے باوجود اپنی علمی عظمت و بزرگی کے جان بوجھ کے اسے برا لکھا، کہ زمانے کا چلن یہی ہے، چلو ادھر کو جدھر کی ہوا چلے!

اسکی مختصر سی مثال دے کے آگے چلتا ہوں موجودہ دور کے بہت بڑے محقق مولانا عتیق الرحمن سنبھلی، جو اس شخصیت کے لخت جگر ہیں، جن کو بڑے بڑے اکابر نے بہت بڑا محقق اور مناظر اسلام مانا بھی ہے اور کہا بھی ہے، یعنی مولانا منظور احمد نعمانی لکھنوی رح،

ان مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نے جب یزید پہ 1953 میں اپنے ماہنامہ الفرقان میں محرم میں پیش کی جانے والی جھوٹی کہانیوں کا رد کیا، اور صرف راہ اعتدال کو پیش کیا، تو ارادت مندوں کے سخت الفاظ میں لکھے ہوئے خطوط آنا شروع ہو گئے ان کے والد صاحب نے ان کی باقاعدہ جواب طلبی کی، بیٹے نے باپ کے سامنے جب سارے دلائل اور حقائق رکھے، تو وہ بھی ماننے پہ مجبور ہو گئے، کہ تمہاری تحقیق ٹھیک ہے، ہم لوگوں نے اس طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

خود مولانا منظور احمد نعمانی رح لکھتے ہیں!

میں سفر سے واپس آیا تو اس کی (بیٹے عتیق الرحمن کے مضمون کی) دو باتوں سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، غصے سے میرا دماغ کھول اٹھا!

ان باتوں میں سے ایک یہ تھی، کہ سیدنا حسین کے اقدامات کے لئے بغاوت کا لفظ اس مضمون میں استعمال کیا گیا تھا، دوسری بات مضمون کا یہ بیان تھا، کہ جب حضرت حسین رض کوفے کے قریب پہنچ کے اس حقیقت سے آگاہ ہوئے، کہ کوفے والے غداری کر گئے ہیں، اور پھر یزیدی لشکر پہنچ جانے سے آپ کے لئے واپسی کا راستہ بھی باقی نہ رہا، تو یزیدی سالار عمر بن سعد کے سامنے آپ نے تین شکلیں رکھی تھیں، کہ ان میں سے کسی کو قبول کر لیا جائے!

جن میں سے ایک یہ تھی، کہ انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے، تاکہ وہ براہ راست اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں!

میں یزید کو جتنا بڑا ظالم، خبیث، اور ناہنجار ساری عمر سے جانتا آ رہا تھا، اس کی بناء پر میرے نزدیک یہ ناممکن بات تھی، کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایسی پیشکش فرمائیں!

حضرت حسین کے لئے یہ بات سوچنی بھی میرے لئے محال تھی، میں غصہ میں اٹھا، اور مولوی عتیق کے گھر کی طرف کو روانہ ہوا، تاکہ ان سے باز پرس کروں، کہ یہ کیا لکھ دیا ہے!

آگے جا کے حضرت نعمانی رح لکھتے ہیں، مولوی عتیق کے پاس اس طرح کے غصے کے کچھ خطوط پہلے ہی آ چکے تھے!

اور وہ اس سلسلہ میں ایک دوسرے مضمون کی تیاری کر چکے تھے! اس کے لئے انہوں نے تاریخ کی متعدد کتابوں سے عبارتیں اور حوالے نقل کر کے رکھے ہوئے تھے!

انہیں دیکھ کر مجھے بھی یہ ماننا پڑ گیا، کہ پھر تو غلط نہیں لکھا ہے،

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر صفحہ نمبر 17

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ہمارے بڑے بڑے اکابر تاریخی واقعات میں خود تحقیق کی بجائے دوسروں کی تحقیق پہ کس طرح ایمان لے آتے ہیں، اس کی مثال بھی مولانا منظور احمد نعمانی رح نے اسی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ نمبر 10 پہ دی ہے!

حضرت نعمانی رح فرماتے ہیں!

مکہ مکرمہ کے مشہور عالم و محدث اور محقق شیخ احمد زینی نے اپنی کتب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب رح کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں، جن کی بنیاد پر ان کو یہود و نصاری وغیرہ کافروں سے بھی بدتر درجہ کا کافر قرار دینا صحیح اور برحق ہوگا، اور اسی طرح کی باتیں ہمارے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح نے بھی اپنے رسالہ رجوم المدنیین میں تحریر فرمائی تھیں!

لیکن بعد میں حضرت مدنی نے ایک اخباری بیان (حالانکہ انصاف کی رو سے تردید پہ بھی رسالہ ہی لکھنا چاہئے تھا) کے ذریعہ اعتراف فرمایا، کہ انہوں نے " رجوم المدنیین میں جو کچھ اس سلسلے میں لکھا تھا، وہ عام شہرت ہی کی بنیاد پر لکھا تھا۔ صفحہ نمبر 10

حضرت مدنی رح اور محمد بن عبدالوہاب رح کے زمانہ میں کوئی صدیوں کا فاصلہ حائل نہیں!

زیادہ سے زیادہ پچاس سال کا فاصلہ حائل ہے، اور وہ اپنے زمانہ ہی کے ایک بندے کے علم و تقوی کی بنیاد پہ اس کی کتب کے مندرجات پہ اعتماد کرتے ہوئے، ایک ایسے شخص کے خلاف کہ جس نے پھر سے عربوں کو قبر پرستی سے ہٹا کے خدا پرستی کے راستہ پہ چلایا، ایک رسالہ تصنیف فرما دیتے ہیں!

تو اس شخص کے خلاف ہمارے اکابر کیوں نہ لکھتے؟ جسے تاریخ کے سب سے پہلے مورخ اسلام (عامۃ الناس کی نظر میں) نے فاسق و فاجر، پلید، ظالم وغیرہ وغیرہ لکھ دیا ہو، اس کی بات تو حروف قرآنی کے درجہ میں ہو گی، جب کے اس کے بعد مسلمہ آئمہ اہل سنت نے بھی اسی بات کو آگے لکھ دیا ہو، اور کچھ اپنی طرف سے بھی جھوٹی روایات شامل کر دی ہوں جیسا کہ ابن اثیر کی الکامل کی دو روایات میں پہلے ذکر کر چکا ہوں!

جیسا کہ گذشتہ اقساط میں ایک بات واضح طور پہ لکھ چکا ہوں، کہ دشمنان اسلام نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی محبت اور احترام کو کیش کروا کے اسلام کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اس سے بڑا بد قسمت اور بد بخت انسان روئے زمین پہ اور کوئی نہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے محبت اور احترام کا رشتہ نہ رکھتا ہو، لیکن احترام اپنی جگہ پہ اور کسی کو مقام معصومیت پہ بٹھا دینا الگ چیز ہے!

جن کتب تواریخ میں سیدنا معاویہ کی طرف منسوب یہ روایات ملتی ہیں، کہ ان کے زمانہ میں خطباء منبروں پہ سیدنا علی مرتضی کو سب وشتم کرتے تھے، انہی کتب تواریخ میں سیدنا علی مرتضی کے بارہ میں بھی یہ روایات ملتی ہیں، کہ وہ سیدنا معاویہ پہ لعنت کرتے تھے!

طبری ج6 ص40 پہ ایک روایت ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ سیدنا معاویہ تو صرف سب وشتم کرتے یا کرواتے تھے، لیکن سیدنا علی تو باقاعدہ لعنت کرتے تھے، اور ان کے اس کام کے کرنے کے بعد جب سیدنا معاویہ کو معلوم ہوا، تو انہوں نے بھی یہی کام شروع کر دیا!

روایت کا ترجمہ یہ ہے!

اور وہ علی جب فجر کی نماز پڑھتے، تو قنوت پڑھتے، اور کہتے!

کہ اے اللہ، لعنت کر معاویہ پر، عمر ابن العاص پر، ابو الاعور پر، عبید بن مسلمہ پر، عبد الرحمن بن خالد بن ولید پر، ضحاک بن قیس پر، اور ولید پر، پس یہ بات جب معاویہ کو معلوم ہوئی، تو وہ بھی جب قنوت کرتے، تو علی، ابن عباس، حسن، حسین، اور اشتر پر لعنت کرتے!

ہمارے اہل سنت کہلوانے والے وہ بزرجمہر جو سیدنا معاویہ اور ان کے ساتھیوں پہ یہ الزام لگاتے ہیں، کہ سیدنا علی پہ وہ سب وشتم کرتے تھے، اور بطور حوالہ اسی طبری کو پیش کرتے ہیں، ان بزرجمہروں کو یہ روایت نظر نہیں آتی؟ کہ سیدنا معاویہ تو صرف سب وشتم کرتے تھے، لیکن سیدنا علی تو باقاعدہ لعنت کرتے تھے!

عربی میں لفظ سَبّ کے تو اور بھی معانی ہیں، لیکن لعنت کے اور معانی آپ مجھے بتا دیجئے!

میرا عقیدہ اور ایمان یہ ہے، نہ تو سیدنا معاویہ سب وشتم کرتے تھے، اور نہ ہی سیدنا علی لعنت کرتے تھے!

یہ دشمنان اسلام کا جھوٹا پروپیگنڈہ اور بکواس ہے، رسول اللہ کے تربیت یافتہ صحابہ کبھی بھی یہ کام نہیں کر سکتے تھے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا! جہاں آپ سب وشتم کی روایات پیش کرتے ہیں، وہیں لعنت کی روایات بھی پیش کر دیتے، لیکن رافضیت کے مسموم پروپیگنڈہ کے زیر اثر ہی نہیں، بلکہ انہی کے معصومیت آئمہ کے عقیدہ کو باطنی طور پہ آپ لوگ بھی مانتے ہیں، کہ قرابت داران رسول جو کچھ بھی کر لیں، چونکہ وہ معصوم ہیں، اس لئے ہم ان کی بات کو چھپادیں گے، اور جو قریبی قرابت دار نہیں، اس پہ رافضیوں کے ساتھ مل کے جھوٹے الزامات کی بارش کرتے رہیں گے!

حقیقت یہ ہے، کہ ہم اہل سنت کہلوانے والوں کی اکثریت دل وجان سے اسی ذہنی رویے کی شہادت دیتی ہے!

انصاف کی بجائے ہم سیدنا معاویہ کو بڑی مشکلوں سے تھوڑی سی رعایت دے دیتے ہیں، کبھی مجتہد مخطی کہہ کے، کبھی لفظ باغی کے مختلف معانی پیش کر کے،

حقیقت یہ ہے، کہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی بھی اگر سابقون الاولون میں سے نہ ہوتے؟ تو شیعیت کے زیر اثر اذہان انہیں کبھی بھی نہ بخشتے، کچھ سنی کہلوانے والے تو اب بھی کم نہیں کرتے، کم از کم سیدنا عثمان پہ تو الزامات لگا ہی دیتے ہیں!

میری سوچ، میری فکر اور میرا عقیدہ یہ ہے، اصحاب رسول کے بارہ میں طبری یا دیگر مؤرخین کی روایات سوائے بکواسات کے اور کچھ بھی نہیں،

آج جتنی خامیاں یزید میں گنوائی جاتی ہیں، ان میں سے ایک خامی بھی اس میں ہوتی تو تین سو کے قریب صحابۂ کرام اس کے ہاتھ پہ بیعت ہر گز نہ کرتے!

یا تو صحابۂ کرام کی صحبت رسول کا انکار کر دو؟ یا یزید کو لعن طعن کرنا چھوڑ دو!

ایک بھی صحابیٔ رسول کبھی بھی کسی فاسق و فاجر کے ہاتھ پہ کسی بھی لالچ یا خوف سے بیعت نہیں کر سکتا کجا سینکڑوں صحابہ، ان میں سابقون الاولون بھی ہیں، بدری بھی ہیں، بیعت رضوان والے بھی ہیں، اور امہات المؤمنین بھی!

ضیاء ناصر
صاحبزادہ

آج چودہ سو سال کے بعد آپ میں تو اتنی ایمانی غیرت ہے! کہ اس کی طرف منسوب مظالم پہ آپ اسے برملا پلید کہتے ہیں، لعن طعن کرتے ہیں، کیا صحابہ کرام میں نعوذ باللہ غیرت ایمانی آپ جتنی بھی نہیں تھی؟ کہ چلو برملا نہ سہی، چھپ چھپا کے ہی یہ کام کر لیتے!

بیعت توڑ دیتے کم از کم ابو مخنف، اور واقدی جیسے کذاب اور دجال تاریخ طبری میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھوا دیتے، اور اولادِ یہود کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا، کہ نعوذ باللہ سب صحابہ منافق تھے!

حقیقت یہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے بڑے غیرت مند تاریخ انسانی میں انبیاء کے بعد کسی ماں نے جنے ہی نہیں!

اور جو یزید کے معاملہ میں انہیں کتمان حق کا مجرم ٹھہراتا ہے، وہ چاہے کوئی بڑے سے بڑا علامہ، محدث، مؤرخ، راوی کوئی بھی کیوں نہ ہو، اس سے بڑا دیوث اور بے غیرت بھی کسی ماں نے جنا نہیں!

یزید پہ لعن طعن سے دروازہ کھلتا ہے، صحابہ کرام پہ لعن طعن کا!

اور صحابہ کرام پہ لعن طعن سے دروازہ کھلتا ہے رسول اللہ ﷺ کی تئیس سالہ محنت کو ناکام ثابت کرنے کا، اور یہی دشمنانِ اسلام کا مقصد وحید ہے!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہیں، انہوں نے امت کی خیر خواہی، دور فتن کے مخصوص حالات اور مسلمانوں میں آئندہ انتشار و خلفشار سے بچنے کے لئے اس وقت کے اہل حل وعقد کی رائے اور مشاورت کے ساتھ نیک نیتی سے یہ کام سرانجام دیا تھا جسے کسی طور پر بھی خلاف اسلام اور شریعت کے متصادم قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اسلام میں تقرر خلیفہ کی چار صورتوں میں سے دوسری صورت یہ ہے کہ:

"خلیفہ سابق کسی کو اپنے بعد متعین و نامزد کر دے اور اس کے جواز پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے"۔

صاحب نبراس امام عبد العزیز فرہارویؒ فرماتے ہیں:

(الطریق الثانی نص الامام السابق وھذا باجماع اھل السنۃ)

(النبراس شرح لشرح العقائد، ص 537)

صاحبزادہ ضیاء ناصر

امام قاضی ابو یعلیٰ محمد بن حسین الفراءؒ لکھتے ہیں:

"خلیفہ کے لئے بالکل جائز ہے کہ وہ اپنے بعد کسی شخص کو اپنا ولی عہد بنائے۔اس معاملے میں اہل حل و عقد کی موجودگی ضروری نہیں اس لئے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عن کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ صحابہ کو نامزد کیا تھا اور یہ نامزدگی کرتے وقت ارباب حل و عقد کی موجودگی کو ضروری نہیں سمجھا"۔

(الاحکام السلطانیہ، ص 9، تحت فصول فی الامۃ)

امام ابن حزم اندلسیؒ فرماتے ہیں:

"پس ہمارے نزدیک امامت اور خلافت کا انعقاد کئی صورتوں سے صحیح ہو سکتا ہے ان میں سے پہلی اور سب سے افضل و صحیح صورت یہ ہے کہ مرنے والا خلیفہ اپنی مرضی سے کسی کو اپنی موت کے بعد خلیفہ مقرر کر جائے!

اس نامزدگی میں یہ برابر ہے کہ وہ اپنی حالت صحت میں اسکو نامزد کرے یا اپنی بیماری میں اور یا اس دنیا سے رحلت کے وقت!

کیونکہ نص اور اجماع کے لحاظ سے یہ کسی صورت بھی ناجائز اور منع نہیں ہے!

(الفصل فی الملل والنحل، ج4 ، ص 169)

امام ابن خلدونؒ فرماتے ہیں:

"امام کی حقیقت یہی ہے کہ وہ قوم کے دینی و دنیوی مصالح کو پیش نظر رکھتا ہے لہٰذا امام قوم کا بہی خواہ، مخلص ہمدرد اور محافظ ہوتا ہے، شریعت مطہرہ میں اجماع سے ولی عہدی کا جواز و انعقاد ثابت ہے،اس سلسلے میں امام پر بدگمانی روا نہیں اگرچہ وہ اپنے باپ یا بیٹے ہی کو ولی عہد بنا جائے!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی حسن ظن رکھنا چاہیئے کیونکہ آپکی عدالت اور صحبت رسالت کا یہی تقاضہ ہے اور پھر بڑے بڑے صحابہ کا اجماع اور انکی خاموشی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بدگمانی سے بری ہیں کیونکہ صحابہ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ حق سے چشم پوشی فرمائیں اور مروت

سے کسی کے ساتھ نرمی برتیں اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ شان تھی کہ وہ اقتدار شاہی کے سامنے حق بات ماننے سے انکار کریں، تمام صحابہ کی شان بلند و ممتاز اور انکی عدالت انکے ساتھ اس قسم کی بدگمانیوں سے مانع ہے!

(مقدمہ ابن خلدون، ج 2، ص 242)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ میں قیام تقریبا چار ماہ کے قریب رہا، جو لوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پہ یہ الزام لگاتے ہیں، کہ آپ بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لئے مدینہ سے نعوذ باللہ راتوں رات چوری چھپے بھاگ کے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے، تاکہ مجھے بیعت نہ کرنی پڑے، وہ عقل مند یہ کیوں بھول جاتے ہیں،

کہ مکۃ المکرمہ چاند پر یا مریخ پر واقع نہیں تھا بلکہ مملکتِ اسلامیہ ہی میں واقع تھا، اور مکہ کا گورنر (عامل) بھی یزید بن معاویہ ہی کی حکومت کا کارندہ تھا، کوئی بھی انسان اگر کسی وجہ سے ایک مقام چھوڑ کے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے، تو وہ ہمیشہ اس مقام کی طرف جائے گا، جہاں پہ وہ چیز موجود نہ ہو، جس کی وجہ سے پہلا مقام اسے چھوڑنا پڑا، حقیقت وہی ہے، جو میں پچھلی قسط میں باحوالہ درج کر چکا ہوں، کہ آپ نے تقریبا چوبیس گھنٹے مدینہ منورہ میں انتظار کیا، حکام وعدہ کے مطابق نہیں آئے، تو آپ مکہ تشریف لے گئے، اب مکہ میں آپ کا عرصۂ قیام تقریبا چار ماہ ہے!

آپ رجب کے آخر یا شعبان کے شروع میں مکہ آئے، اور پھر کوفہ جانے کے لئے آٹھ ذی الحج یوم ترویہ (جس دن حجاج حج کے لئے منٰی کی طرف روانہ ہوتے ہیں) کو مکہ چھوڑا، یہ عرصہ چار ماہ کے قریب بنتا ہے، اس چار ماہ کے عرصہ میں مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن العاص تھے، یہ بھی بنو امیہ میں سے تھے، اگر سیدنا حسین مدینہ سے خروج یا بغاوت کے لئے چوری چھپے نکلے تھے؟ تو کیا مکہ (جہاں آپ کا قیام تقریبا چار ماہ رہا) کے گورنر کے آڑے کون سی چیز آئی کہ اس نے آپ سے بیعت طلب نہیں کی؟

آپ کو کیوں تنگ نہیں کیا؟

حقیقت یہ ہے، کہ نام نہاد عشاق اہل بیت یزید کو تو مطعون کرتے ہی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ سیدنا حسین رضی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اللہ عنہ کو بھی اپنی واہی تباہی روایات کے سہارے مطعون کرتے ہیں، گذشتہ قسط کے بعد کئی اہل تشیع نے جو فرینڈ لسٹ میں بھی موجود نہیں، حسب عادت گالی گلوچ کے میسیجز بھیجے، کچھ نے تو یہ الزام بھی لگایا، کہ تم نعوذ باللہ سیدنا حسین کو" باغی" ضدی" ناسمجھ" بنا کے پیش کر رہے ہو، ان الزامات پہ میں فقط اتنا ہی کہوں گا" لعنت اللہ علی الکاذبین"

الحمد للہ ہم سیدنا حسین کا اسی طرح احترام کرتے ہیں، جو احترام ان کے شایان شان ہے، اور جس احترام کے وہ مستحق ہیں !

ہاں انہیں" معصوم" قطعا" نہیں مانتے، کہ معصومیت خاصۂ انبیاء ورسل ہے، اور آپ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود صحابی ہیں، نبی یا رسول نہیں !

قیام مکہ میں کسی بھی محفل میں، کسی بھی مجلس میں، خلوت میں یا جلوت میں، کسی گروپ سے ملاقات کرتے ہوئے، یا انفرادی کسی بھی ملاقات میں،

آپ نے اشارتاً کنایتاً کبھی بھی یزید کے بارہ میں ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ !

وہ فاسق ہے، فاجر ہے، بے نمازی ہے، شرابی ہے، بہنوں سے یا ماؤں سے زنا کرتا ہے، کافر ہے، اگر وہ بر سر اقتدار رہا، تو میرے نانا کا دین ملیامیٹ ہو جائے گا، اسلام تباہ ہو جائے گا، کفر کا بول بالا ہو گا، یزید کا وجود مذہب وملت کے لئے ناسور ہے، لا الہ کی بقا خطرے میں پڑ گئی ہے !

اس لئے میں اسے حکمران تسلیم نہیں کرتا ! بلکہ اس کا تختہ الٹ کے اسلام کو اور مملکت اسلامی کو بچانا چاہتا ہوں !

یا کبھی عوام سے اس بات کی درخواست کی ہو ! کہ یہ سب سے بڑا جہاد ہے ! اور اس جہاد میں میرا ساتھ دو، یزید کی بیعت کا طوق اپنے گلوں سے اتار پھینکو، اور تلواریں اٹھا کے میدان عمل میں آجاؤ !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سب اس لئے نہیں کہا، کہ حقیقت میں ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں! اگر ایسی کوئی بات ہوتی، تو یہ کیسے ممکن تھا؟ آپ بر ملا اس کا اظہار نہ فرماتے؟ اور لوگ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے ساتھ چل نہ پڑتے؟

یہ باتیں کرنے والے بزر جمہر حقیقت میں سیدنا حسین کے ایمان کو اپنے ایمان سے بھی کم تر سمجھتے ہیں نعوذ باللہ!

میں پاکستان کی نہیں ان بزر جمہروں کے پسندیدہ ملک " ایران " کے ماضی قریب میں ہونے والے نام نہاد اسلامی انقلاب کی مثال یہاں پیش کرنا چاہوں گا، خمینی ان کی نظر میں بہت اونچی شخصیت ہے، لیکن ان کے عقیدہ کے مطابق بھی کروڑوں خمینی سیدنا حسین کے برابر نہیں!

خمینی نے ایران سے باہر فرانس میں بیٹھ کے جب ایرانیوں تک اپنی آواز پہنچائی، اور شاہ ایران کو ظالم، بد کردار، عیاش وغیرہ کہا، تو ایرانی قوم کی اکثریت اس کے ساتھ

اُٹھ کھڑی ہوئی، اور شاہ ایران کا تختہ اُلٹ دیا!

حالانکہ وقت کی سپر پاور امریکہ بھی اس کا ساتھ دے رہی تھی!

تو کیا سیدنا حسین اگر انقلاب کی صدا لگاتے؟

تو مکہ اور حجاز میں رہنے والے ان کا ساتھ نہ دیتے؟

چلیں باقی سارے تو نعوذ باللہ مرتد ہو چکے تھے!

یا مرتدین کی اولاد تھے!

بنو جعفر، بنو عقیل، بنو طالب، بنو عبد المطلب، بنو ہاشم، یا سارے کے سارے قریش بھی نعوذ باللہ مرتد ہو چکے تھے؟

یا اتنے بزدل تھے! کہ انہوں نے اپنے بیٹے، بھائی، بھتیجے، اپنے خاندان کے فخر نواسۂ رسول کا ساتھ دینا گوارا نہ کیا؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کیا انہیں سیدنا حسین کے فضائل و مناقب کا علم نہیں تھا؟

رسول اللہ ﷺ کی زبان مقدس سے نکلے ہوئے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں نکلے ہوئے ارشادات ان کے علم میں نہیں تھے؟

کیا سیدنا حسین ان میں سے کسی کے بھائی کسی کے بھتیجے کسی کے برادر نسبتی یا بنو ہاشم کا فخر نہیں تھے؟

اس حقیقت کو تسلیم کئے بناء چارہ ہی کوئی نہیں، کہ یزید کے کردار میں ایسی کوئی خامی تھی ہی نہیں، جس کی بنیاد پہ آپ اس کے خلاف خروج (بغاوت) کرتے!

اصل کہانی پہ پردہ ڈالنے اور اصل ذمہ داران کو بچانے کے لئے یزید کی ذات کو مطعون کیا جاتا ہے، اور اسے اس سارے سانحے کا ذمہ دار بنا کے اس طرح پیش کیا جاتا ہے، کہ اہل سنت کی اکثریت اس جھوٹ کو مانتی ہے، اور انہی جھوٹی کہانیوں کی بنیاد پہ اس پہ لعنت کی گردان شروع کر دیتی ہے!

اہل تشیع تو خیر اسے کہتے ہی کافر ہیں!

لیکن اہل سُنت مسلمان کہنے کے ساتھ ساتھ اس پہ لعنت کرنا بھی اپنے لئے فرض سمجھتے ہیں!

یہ حقیقت یا تو انہیں معلوم نہیں یا اس کا علم حاصل کرنا ہی نہیں چاہتے، کہ کسی بھی مسلمان پہ چاہے وہ کتنا ہی بڑا فاسق و فاجر کیوں نہ ہو، معین کر کے لعنت کرنا جائز نہیں، کئی صحیح احادیث اس پہ شاہد ہیں!

یزید کے عدمِ فسق و فجور پہ صرف دو حوالے پیش کرنے کی جسارت کرنے کے بعد آگے بڑھنا چاہوں گا!

علامہ ابن کثیر رح اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں رقم طراز ہیں،

وقد اورد ابن عساکر احادیث فی ذم یزید بن معاویہ کلھا موضوعۃ لا یصح شیٔ منہ

البدایہ والنھایہ ج8 ص 231

ترجمہ؛ مؤرخ ابن عساکر نے یزید بن معاویہ کی برائی اور مذمت میں جتنی احادیث بیان کی ہیں، سب کی سب من گھڑت ہیں، ان میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ملا علی قاری حنفی رح اپنی مشہور زمانہ تصنیف " موضوعات کبیر " جس میں وہ تمام جھوٹی احادیث و روایات کی حقیقت بتلاتے ہیں، میں یوں ارشاد فرماتے ہیں !

ومن ذلک الاحادیث فی ذم معاویہ وذم عمرو بن العاص، وذم بنی امیہ ومدح المنصور والسفاح وکذافی ذم یزید والولید ومروان بن الحکم !

اسی طرح معاویہ، عمرو بن العاص، بنوامیہ، یزید، ولید اور مروان کی برائی اور مذمت میں اور منصور اور سفاح کی تعریف میں آنے والی تمام روایات جھوٹی اور موضوع ہیں !

موضوعات کبیر ص 107 عربی مطبوعہ بیروت، اور مترجم اردو موضوعات کبیر ص 209 مطبوعہ لاہور

جو دوست مجھ پہ اکابرین کے مؤقف سے روگردانی کا فتوی لگاتے ہیں، ان دوستوں کے لئے یہ دو روایات لمحۂ فکریہ ہیں !

ان حوالہ جات سے ہٹ کے بھی اہل خرد و عقل سے میرا ایک سوال ہے !

یزید بن معاویہ پہ طعن کرنے والوں کو جب حدیث مغفور لھم دکھائی جاتی ہے، تو فورا اپنے پہلے مؤقف سے ایک سو اسی ڈگری کا یوٹرن لیتے ہوئے نیا دعوی کر دیتے ہیں،

کہ یزید کا فسق پہلے ظاہر نہیں تھا، اقتدار ملنے کے بعد ظاہر ہوا، یا یوں کہتے ہیں، پہلے فاسق نہیں تھا، حکومت کی کرسی پہ بیٹھتے ہی وہ فاسق و فاجر بن گیا !

جواب نمبر 1; جن روایات کے سہارے آپ اسے فاسق و فاجر بنا رہے ہیں، ان روایات کی حقیقت تو علامہ ابن کثیر اور ملا علی قاری رحمہا اللہ واضح کر چکے ہیں، کہ وہ تمام کی تمام موضوع ہیں !

جواب نمبر 2؛ یزید کا جو فسق بعد والوں پہ ظاہر ہوا وہ فسق صحابۂ کرام اور ازواج امہات پہ ظاہر کیوں نہ ہوا تھا؟ کیا صحابۂ کرام نعوذ باللہ بزدل تھے؟ مصلحت کوش تھے؟ لالچی تھے؟ کیا وجہ ہوئی؟ کہ انہوں نے بیعت کا طوق اپنی گردنوں سے نہیں نکالا؟

جواب نمبر 3; سورۂ انفال میں مہاجرین وانصار صحابۂ کرام کے بارہ میں ارشاد ہے کہ وہ پکے مؤمن ہیں" لھم

صاحبزادہ ضیاء ناصر

مغفرۃ ورزق کریم‘‘

اسی طرح سورۂ توبہ میں مہاجرین وانصار میں سے

سابقون الاولون اور انکی اچھے طریقہ سے اتباع کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے!

رافضی کہتے ہیں، یہ بشارتیں زمانۂ نزول کے ساتھ مخصوص ہیں بعد میں معاذاللہ جو مرتد یا منافق ہوگئے سو ہوگئے!

بعض اہل سنت علماء اور شارحین حدیث کہتے ہیں کہ غزوۂ قسطنطنیہ والی حدیث میں یزید پہلے تو مغفور لھم والی بشارت میں شامل تھا بعد میں اپنے ظلم، فسق وفجور کی وجہ سے نکل گیا ان اہل سنت اور روافض کے استدلال میں فرق کیا ہے؟

یا مجھے یہ جسارت کرنے دیجئے کہ آپ لوگوں کا عقیدہ بھی شیعوں کی طرح یہی ہے، کہ تین سو کے قریب تمام کے تمام صحابۂ کرام نعوذ باللہ منافق تھے؟

یا اسی کی طرح نعوذ باللہ فاسق وفاجر تھے؟

یا بزدل تھے؟

ان امہات المؤمنین کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ جو اس وقت زندہ تھیں، اور انہوں نے بھی بیعت نہیں توڑی!

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

ایک لمحے کے کروڑویں حصے کے لئے میں مان لیتا ہوں، کہ یزید بن معاویہ پہلے ہی سے فاسق وفاجر تھا، لیکن اس کا فسق وفجور اقتدار کے حصول کے بعد ظاہر ہوا!

یا اقتدار ملنے کے بعد وہ فاسق وفاجر بنا!

عجیب تر بات یہ ہے، کہ یزید کا فسق و فجور اس کی زندگی میں نہ تو صحابہٴ کرام کو نظر آیا؟

نہ امہات المؤمنین کو نظر آیا؟

اور نہ ہی جلیل القدر تابعین کو نظر آیا؟

نظر آیا بھی تو کسے؟

لوط بن یحییٰ کو!

جو اس کے دور میں پیدا بھی نہ ہوا تھا!

بلکہ اس کی وفات کے تیس چالیس سال بعد پیدا ہونے والے شخص کو نظر آ گیا!

بنیادی بات یہ ذہن میں رکھیئے، کہ مجھے ذاتی طور پہ یزید کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ہے، مجھے دلچسپی ہے، تو ان اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ جنہوں نے اس کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی!

یا رسول اللہ کی ازواج مطہرات کے ساتھ!

جو ہماری مائیں ہیں!

یزید تو اک مہرہ ہے!

ان اصحاب رسول پہ طعن و تشنیع کا!

پہلے اسے فاسق و فاجر ثابت کر دو، پھر اس کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والوں کو فاسق و فاجر ثابت کر دو، یہی سلسلہ چلاتے چلاتے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہ لے جاؤ اور انہیں بھی خلافت کا غاصب ثابت کر دو!

جو دوست دیکھا دیکھی یا شیعیت کے پروپیگنڈے کے زیر اثر یزید کو مطعون کرتے ہیں، انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے، کہ آج سے دس پندرہ سال قبل ایک بات چھپ چھپا کے کہی جاتی تھی، آج بر ملا کھلم کھلا شیعہ مجلسوں میں ان کے ذاکرین، علماء، مجتہدین کہہ رہے ہیں، کہ سیدنا حسین کے قاتل رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھے!

یا صحابہ زادے تھے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

صرف مجلسوں میں ہی نہیں !

بلکہ فیس بک پہ بھی اولاد یہود و مجوس کھلم کھلا یہ پروپیگنڈا کر رہی ہے !

اس پروپیگنڈا کا واحد مقصد اس جدید دور میں تعلیم یافتہ طبقے کو اصحاب رسول ﷺ سے باغی کرنے اور اصل قاتلوں کو چھپانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں !

وہ جانتے ہیں، کہ انٹرنیٹ کے اس دور میں ہر وہ کتاب منظر عام پہ آچکی ہے، جن کے پہلے صرف نام ہی اہل علم نے سُن رکھے تھے،

ہر پڑھا لکھا شخص جس میں تحقیق کا تھوڑا بہت بھی ذوق ہے، اس کی پہنچ ہر کتاب تک ہے، اس لئے اتنا پروپیگنڈا کرو، کہ کتب پڑھ کے بھی لوگ سچ اسی بات کو سمجھیں، جو ہم انہیں بتانا چاہیں، ہمارے دانشور تو پروپیگنڈا کا بانی گوئبلز کو سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں پروپیگنڈا کی بانی اولاد یہود و مجوس ہے !

جو صدیوں سے جھوٹ اس تواتر کے ساتھ بول رہی ہے، کہ اکثر اہل علم بھی ان کے جھوٹ کو تسلیم کر لیتے ہیں، اور وہ اتنے بڑے اور عادی مجرم ہیں، کہ انہوں نے اپنا گند (جسے میرے مرشد ادخال الباغیین کا عنوان دیا کرتے تھے) ہم اہل سُنت کی کُتب میں اس طرح داخل کر دیا، کہ عام آدمی کے لئے سچ تک پہنچنا مشکل ترین ہو چکا ہے !

لیکن ان کے مکر سے آگے اللہ کی تدبیر موجود ہے، اور وہ بہتر تدابیر کرنے والا ہے !

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین !

یزید پہ لعنت کو جائز سمجھنے والے اس کے تین جرائم کی وجہ سے اسے لعنت کا مستحق سمجھتے ہیں !

نمبر 1۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ

نمبر 2۔ سانحۂ حرہ

نمبر 3۔ سانحۂ مکہ

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سانحۂ حرہ و سانحۂ مکہ جس کے بارہ میں آجکل یہ بات کہی جاتی ہے جو کربلا میں نہیں گئے ان کی کربلا خود چل کے ان کے گھر تک چلی آئی ! میرا اس وقت موضوع نہیں، سانحۂ کربلا کے اختتام کے بعد ان روایات اور پروپیگنڈا کا آپریشن بھی کرونگا ان شاءاللہ !

جو لوگ یزید کو اس وجہ سے لعنت کرتے ہیں، کہ یزید بن معاویہ نے سیدنا حسین کو شہید کرنے کا حکم دیا، مشورہ دیا، یا کسی بھی قسم کی اس کی رضا اس ظلم کے کرنے کروانے میں موجود تھی، انہیں سب سے پہلے تو مستند روایات سے یہ سب کچھ ثابت کرنا پڑے گا، جو کہ قطعی طور پہ ناممکن ہے !

جو اس لئے اس پہ لعنت کو جائز سمجھتے ہیں، کہ وہ فاسق و فاجر تھا ! انہیں بھی دلائل قطعیہ سے اسے فاسق و فاجر ثابت کرنا پڑے گا !

اور دلیل یہ نہیں ہوتی، کہ فلاں فلاں اکابر نے اسے مستحق لعنت اور فاسق و فاجر لکھ دیا ہے !

چھوٹا منہ اور بڑی بات لیکن حقیقت یہی ہے، کہ بہت سے اکابرین نے مکھی پہ مکھی بٹھائی ہے، انہوں نے بھی اپنے اکابر پہ اعتماد کرتے ہوئے بلا تحقیق ان کی کتب سے روایات اپنی کتب میں نقل کر ڈالیں، عدم دلچسپی یا قلت وقت (کیونکہ ان کے تعلیمی و تدریسی مشاغل بہت زیادہ تھے) کی وجہ سے اس موضوع پہ تحقیق کی طرف توجہ ہی نہیں دی، اس لئے سلف صالحین یا اکابر کوئی دلیل نہیں !

اگر میں اکابرین کو دلیل سمجھنے لگ جاؤں تو میں سلف صالحین کی کتب سے آپ کو بیسیوں مثالیں نکال کے دے سکتا ہوں، کہ انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہ زبان طعن دراز کی ہے، اور اپنے حنفی کہلوانے والے دوستوں کو سلف صالحین کے ایسے حوالے دے سکتا ہوں، جن میں امام ابو حنیفہ رح کے بارہ میں بہت کچھ کہا گیا ہے، اور تمام اہل علم کا اجماع اس پہ نقل کیا گیا ہے !

اگر اکابرین کی ہر غلط بات ماننی ہی ہے، تو میں ان کی یہ باتیں کس دلیل سے اور کیوں نہ مانوں ؟

لی جئے !

میں آپ کو سلف صالحین ہی میں سے ایک شخصیت کی ایک کتاب کے دو حوالے پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

امام ابن الجوزی ایک بہت بڑی شخصیت ہیں اور انہوں نے ایک کتاب " الرد علی المتعصب العنید " یزید پہ طعن و تشنیع سے بھری ہوئی لکھی ہے، جس میں تمام موضوع (من گھڑت) روایات سے استدلال کیا گیا ہے !

اور ایک کتاب میں امام ابو حنیفہ کو اپنے دست ستم کا نشانہ بناتے ہیں !

ہمارے اکابرین یزید پہ طعن و تشنیع والی کتاب کو تو سو فیصد سچا سمجھتے ہوئے اس کے حوالے بھی دیتے ہیں، لیکن جب امام ابو حنیفہ رح پہ بات آتی ہے، تو ابن جوزی کے بخیے ادھیڑ دیتے ہیں،

یہ امام ابن الجوزی المتوفی 597 ہجری اپنی کتاب المنتظم لابن الجوزی ج 8 ص 132 پہ امام ابو حنیفہ رح کے متعلق لکھتے ہیں !

وبعد ھذا فاتفق الکل علی الطعن فیہ ! ابو حنیفہ پہ طعن کرنے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے !

اسی کتاب کی اسی جلد کے صفحہ 143 پہ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں !

فھذا من مشھور المسائل والمتروک اضعافہ ولکونہ خالف مثل ھذہ الاحادیث الصحاح سعوا بالالسن فی حقہ فلم یبق معتبر من الائمۃ الا تکلم فیہ !

جن مسائل میں ابو حنیفہ نے صحیح احادیث کی مخالفت کی ہے، اس کی یہ صرف چند مثالیں ہیں، جنہیں میں نے ذکر کیا ہے، اور جن مثالوں کو میں نے ذکر نہیں کیا، وہ اس سے کئی گناہ زیادہ ہیں، اور چونکہ ابو حنیفہ اس جیسی صحیح احادیث کی مخالفت کرتے تھے، اس لئے اہل علم نے ان کے خلاف لب کشائی کی، چنانچہ معتبر آئمہ میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں، جس نے ابو حنیفہ پہ طعن نہ کیا ہو !

آپ کے خانہ ساز انصاف کے اصولوں کو میں اگر تسلیم کر لوں، تو مجھے ابن الجوزی صاحب کی ان باتوں کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا، یہ تو ہو نہیں سکتا، کہ ان کی ایک بلا دلیل بات کو مان لوں اور دوسری بلا دلیل بات کا رد کر دوں !

میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو تحقیق کے میدان میں نہیں چلتا، سب کو ایک ہی کسوٹی پہ پرکھنا پڑتا ہے، لکھنے والا کوئی بھی کیوں نہ ہو !

کہ ان اکابر نے بلا دلیل جو کہہ دیا، ہم اسے تسلیم کرلیں، کیونکہ ایک طرف تو اللہ کے رسول کے فرامین ہیں!
دوسری طرف اکابرین ہیں!
سچے ایمان والا کوئی بھی شخص اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین ہی کو اہمیت و ترجیح دے گا!
اور جو کوئی اکابرین کی بلا دلیل بات کو ماننا چاہتا ہے وہ جانے اور اس کا ایمان جانے!
یزید کو پلید اور لعنتی کہنے اور لکھنے والوں سے میرے چند چھوٹے چھوٹے سوالات ہیں!
کیا یزید بن معاویہ اپنے فسق کی وجہ سے یا سانحہ کربلا کا آپ لوگوں کی نظر میں ذمہ دار ہونے کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا؟ یا مسلمان ہی رہا تھا؟
اگر کافر ہو گیا تھا؟ تو اس کی دلیل قرآن و صحیح احادیث سے دی جیے!
کہ غیر نبی کو قتل کرنے والا، یا قتل کروانے والا یا کسی بھی طرح اس قتل پہ خوش ہونے والا کافر ہو جاتا ہے؟
اگر آپ کے پاس دلیل تو کوئی نہیں، لیکن آپ پھر بھی یہی دعوی کیئے جاتے ہیں، کہ وہ کافر ہو گیا تھا!
تو اس پہ بھی ایک سوال ہے، کہ اس بات کا ثبوت دے دی جیئے، کہ اس نے اپنی موت سے قبل توبہ نہیں کی تھی؟
کیونکہ توبہ کا معاملہ تو بندے اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے، اگر اس نے توبہ نہیں کی تھی؟
تو آپ کے علم میں یہ بات کیسے آئی؟
اس کا مستند اور مدلل ثبوت دے دی جیئے!
اگر بغیر کسی بھی دلیل کے کافر بھی ہو چکا تھا؟ تو اس بات کا جواز دے دی جیئے،
کہ کسی کافر شخص کو معین کر کے اس پہ لعنت ملامت کرنا جائز ہے؟
صحیح بخاری کتاب الجنائز میں ایک حدیث ہے، نبی اکرم ﷺ کے سامنے سب سے بڑے دشمن اسلام ابو جہل کے مرنے کے بعد کسی شخص نے اس کو گالی دی، اللہ کے رسول ﷺ نے اسے منع فرمایا، حدیث کے الفاظ ہیں،
لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ماقدموا۔
فوت شدگان کو گالی مت دو، کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کے ہاں پہنچ چکے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ابو جہل سب سے بڑا دشمن اسلام تھا، لیکن اس کے مرنے کے بعد اللہ کے رسول اس کو گالی نکالنے سے منع اس لئے کرر ہے ہیں، کہ اللہ کا سچا دین مکارم اخلاق پہ قائم ہے گالی گلوچ پہ نہیں، اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ایک حدیث موجود ہے !

سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر۔

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے لڑنا کفر ہے!

جو لوگ یزید کو صرف فاسق و فاجر بلا دلیل صرف اکابرین کی اتباع میں کہتے ہیں، ان کو خوشخبری ہو، کہ وہ تو اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے ساتھ اللہ کے پاس پہنچ گیا، وہ جانے اس کا اللہ جانے، لیکن آپ اگر پہلے حسن بصری رح سے بھی بڑے نیکو کار تھے اب الحمد للہ اس کو گالیاں دینے کی وجہ سے ضرور فاسق ہو چکے ہیں،

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

یزید بن معاویہ کو بلا دلائل قطعیہ فاسق و فاجر کہنے والے، ملعون و پلید کہنے والے خود اس حدیث مذکورہ بالا کی رو سے فاسق ثابت ہوتے ہیں،

سچی اور حقیقی بات یہی ہے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے کردار و عمل سے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں تھی، اگر یزید بن معاویہ کا کردار و عمل خلاف شریعت ہوتا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس کے خلاف علم جہاد لہرانے میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی نہ کرتے!

رہا یہ سوال؟ کہ انہوں نے بیعت یزید کیوں نہ کی؟ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیوں کیا؟

ایک بات ذہن میں رکھئے، جب سیدنا معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کی بات کی تھی، تب کل چار صحابۂ کرام نے اختلاف کیا تھا، جیسا کہ میں پچھلی اقساط میں لکھ چکا ہوں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا حسین بن علی، سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم!
ان میں سے بھی دو صحابہ کرام نے بعد میں یزید کی بیعت کر لی تھی، اور تاحیات اس بیعت پہ قائم رہے تھے، حتا کہ سانحۂ کربلا اور دیگر سانحات کے بعد بھی!

ان تمام بزرگوں کا اختلاف اس وجہ سے نہیں تھا، کہ نعوذ باللہ یزید بدکردار تھا، فاسق و فاجر تھا وغیرہ وغیرہ!
بلکہ ان کے اختلاف کا ایک ہی سبب تھا، کہ ان کی رائے بنیادی طور پہ یہ تھی، کہ باپ کے بعد بیٹے کا خلیفہ بننے یا بنانے کی اسلام میں پہلے کوئی روایت نہیں رہی، اس سے ملوکیت کی راہ ہموار ہو گی، اور آگے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہی ایک بنیادی اختلاف تھا، اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا!
اور یہ ان بزرگوں کی دیانتدارانہ رائے تھی، جس کا انہیں حق حاصل تھا، اس میں کوئی انا، ذاتی لالچ یا ضد شامل نہیں تھی، اور اس بات کا میں تو کم از کم ان کے لئے تصور بھی نہیں کر سکتا کہ سیدنا حسین اور سیدنا ابن الزبیر جیسی شخصیات رائے دیتے وقت اپنی انا یا لالچ کو مد نظر رکھ سکتے تھے، جو ناصبین ان کے بارہ میں ایسی بات لکھتے یا کہتے ہیں، یہ فقط ان کے دلوں میں آل رسول کے خلاف چھپا ہوا کینہ اور تعصب ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں!
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات کا حق حاصل تھا، بلکہ صرف سیدنا حسین ہی نہیں، اس وقت زندہ موجود تمام صحابہ کرام اور کبار تابعین کرام کو بھی یہ حق حاصل تھا!
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ تشریف لے آنے کے بعد کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا، جس سے حکومت کمزور ہو، یا مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اتحاد میں کوئی رخنہ پڑے، کوئی ایک بھی صحیح روایت اس ضمن میں پیش نہیں کی جاسکتی، لیکن دوسری طرف آل رسول کے اصلی دشمن کوفی جنہوں نے سیدنا علی کو بھی شہید کیا تھا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی بدتمیزی کی تھی، اور انہیں بھی تکالیف پہنچائیں تھیں، وہ سبائی اچھی طرح جانتے تھے، کہ جب بھی کوئی شخص نیا نیا اقتدار سنبھالتا ہے، تو اسے معاملات کو سمجھنے کے لئے تھوڑا سا ٹائم ضرور لگتا ہے، اسی مختصر سے عرصہ میں اگر ہم اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے تو ٹھیک! وگرنہ ہم کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکیں گے، اور اسلام و مسلمان پہلے کی طرح ترقی کی منازل سر کرتے جائیں گے!

یہی سب سوچ کے انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط لکھنے شروع کردئے، کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، مقصود ان کا یہ تھا، کہ ہم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو استعمال کر کے ایک بار پھر مسلمانوں کے درمیان خون کی ندیاں بہائیں، اور جنگ صفین و جنگ جُمل کی یاد تازہ کریں!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ انتہائی سمجھدار اور صاحب فراست بزرگ تھے، وہ اس بات کو بھانپ گئے تھے، کہ ان لوگوں کا مقصود اُمت کی اصلاح نہیں، بلکہ اُمت کے درمیان تفرقہ، انتشار و اختلاف پیدا کرنا، اور مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانا ہے، اور جب ان کا مقصد پورا ہو جائے گا، تو میرے والد کی طرح یہ مجھے بھی شہید کر دیں گے!

اور یہ بات میں بلا دلیل نہیں کر رہا، بلکہ علامہ ابن کثیر رح نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں ایک روایت درج کی ہے!

کان اھل الکوفۃ یکتبون الیہ یدعونہ الی الخروج الیھم فی خلافۃ معاویۃ کل ذالک یابی علیھم فقدم منھم قوم الی محمد بن الحنفیۃ یطلبون الیہ ان یخرج معھم فابٰی وجاء الی الحسین یعرض علیہ امرھم" فقال لہ الحسین: ان القوم انما یریدون ان یاکلوابنا ویستطیلوابنا ویستنبطوا دماء الناس ودمائنا" فاقام حسین علی ماھو علیہ من الھموم مرۃ یرید ان یسیرالیھم ومرۃ یجمع الاقالۃ عنھم۔

البدایۃ والنھایۃ ج8 ص174 مطبوعہ دار احیاء التراث، ایران

ترجمہ؛ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور ہی میں اہل کوفہ حسین (رضی اللہ عنہ) کی طرف خطوط بھیجتے، اور انہیں اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے تھے، لیکن حسین (رضی اللہ عنہ) ہر بار انکار کرتے رہے، پھر کچھ "کوفی" حسین (رضی اللہ عنہ) کے بھائی محمد بن الحنفیہ کے پاس آئے، اور مطالبہ کیا، کہ وہ ان کے ساتھ چلیں، لیکن انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا، اور حسین (رضی اللہ عنہ) کے پاس آکے ان کی اس پیشکش کے بارہ میں بتلایا تو" حسین (رضی اللہ عنہ) نے کہا، یہ کوفی لوگ درحقیقت ہمیں اپنے مفاد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں، نیز یہ ہمارا استعمال کر کے سرکشی اور امت مسلمہ کے بیچ خونریزی پھیلانا اور خود ہمارا بھی خون بہانا چاہتے ہیں

صاحبزادہ ضیاء ناصر

" یہ سب دیکھ کر حسین (رضی اللہ عنہ) فکر مند ہو گئے، کبھی سوچتے، کہ ان کے پاس جانا چاہئے، اور کبھی سوچتے، کہ جہاں ہیں وہیں رہنا چاہئے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ جانے کی سوچ صرف اس لئے تھی، کہ شاید وہاں جاکے انہیں کچھ سمجھانے بجھانے سے وہ" بندے کے پُتر" بن جائیں، لیکن جب انہیں یہ یاد آتا تھا، کہ میرے والد اور میرے بھائی کے ساتھ یہ پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں، تو وہ اپنا ارادہ تبدیل فرما لیتے تھے!

پوری دنیا میں ہمیشہ سے ایک اصول کار فرما ہے، کہ جب بھی کوئی شخص کسی کو اپنا قاتل نامزد کر دے، تو تحقیقاتی ادارے اسی سے تفتیش کرتے ہیں، یہ واقعات جس زمانہ کے ہیں، اس زمانہ میں نہ تو یزید کی نامزدگی بطور ولی عہد ہوئی تھی، اور نہ ہی کہیں کوئی ایسی بات ہو رہی تھی، بلکہ پوری ملت اسلامیہ سیدنا معاویہ کو امیر المؤمنین تسلیم کرتی تھی، یہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے فوری بعد کے واقعات ہیں، آپ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے، 47 ہجری میں ہوئی یا 49 میں ہوئی؟

لیکن جب بھی ہوئی، اس کے فوری بعد ان خبثاءِ کوفہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد بھیجنے شروع کر دئے، ان کا اس وقت کا یہ عمل اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے، کہ امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق سے انہیں تکلیف تھی، اور وہ کسی نہ کسی طرح دوبارہ انتشار و محاذ آرائی کی کیفیت پیدا کرنا چاہتے تھے!

اس روایت میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے قاتل خود نامزد کر رہے ہیں، اور صرف اس ایک روایت میں نہیں، بلکہ آگے میں اور روایات بھی پیش کرونگا، سیدنا حسین نے کربلا کے میدان میں کھڑے ہو کے کن لوگوں کو اپنا قاتل نامزد کیا؟

ان کی شہادت کے بعد کوفہ کے بازاروں میں شیعہ کے چوتھے معصوم امام سیدنا زین العابدین نے آل رسول کی بے حُرمتی کا ذمہ دار اور پورے قافلہ کی شہادت کا مجرم کن کو ٹھرایا؟

سیدتنا ام کلثوم بنت علی نے کن ظالموں کو اپنے خاندان کی تباہی و بربادی کا ذمہ دار اور اپنے خاندان کا قاتل ٹھہرایا؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

شریکہ الحسین سیدتنا زینب بنت علی نے پورے خانوادے کی شہادت کا ذمہ دار اور اپنے بھائی سیدنا حسین کا قاتل کن لوگوں کو ٹھہرایا؟

سیدتنا سکینہ بنت الحسین نے کافی سالوں کے بعد کوفہ آ کے اپنے دادا سیدنا علی، اپنے باپ سیدنا حسین اور دیگر اہل خاندان کا، اور پھر اپنے خاوند کا قاتل کن کو ٹھہرایا؟

سیدتنا فاطمہ بنت حسین نے اپنے والد اور اپنے خاندان کا قاتل کن کو ٹھہرایا؟

اور یہ سب میں کسی سُنی یا نام نہاد سُنی کی تاریخ سے نہیں، ابو مخنف لوط بن یحیٰی، واقدی، حمید بن سُلیم، سائب کلبی، یا ہشام بن سائب کلبی جیسے کذابوں اور دجالوں کی جھوٹی روایات سے نہیں، بلکہ شیعہ مذہب کے چوٹی کے مُجتہدین کی مُعتمد و مُستند ترین کُتب سے اللہ کے فضل و رحمت اور اس کی توفیق سے ان شاءاللہ ثابت کرونگا!

کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں

اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں

مقتول اپنے قاتلوں کو اپنی زندگی میں نامزد کر گئے، ایک بار نہیں بار بار کر گئے، اس خاندان کے جو افراد زندہ بچ گئے، وہ بھی دُہائیاں دے دے کے اپنے خاندان کے قاتلوں کی مکمل پہچان کروا رہے ہیں، اور قاتل اپنے آپ کو بچانے کے لئے جو پروپیگنڈا صدیوں سے کئے جا رہے ہیں، ہم اہل سُنت اس پروپیگنڈا کا شکار ہو کے کبھی یزید کو کبھی صحابۂ کرام اور کبھی صحابہ کی اولادوں کو قاتل مانے جا رہے ہیں!

آپ لوگ کبھی بھی ان قاتلوں کی اولادوں کے منہ سے اصل قاتل کوفیوں کے نام نہیں سُنیں گے!

کیونکہ کُوفی ان کے اجداد تھے، اور سارے کے سارے کُوفی شیعہ تھے، اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا، بلکہ انہی کے مذہب کی معتمد و مُستند کتاب " مجالس المؤمنین " جو ان کے ایک بہت بڑے مجتہد " قاضی نور اللہ شوستری " کی لکھی ہوئی ہے، اس کا حوالہ پیش کرتا ہوں!

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد، و سُنی بودن کُوفی الاصل خلاف اصل و محتاج دلیل است گرچہ ابو حنیفہ کوفی است۔

مجالس المؤمنین للقاضی نوراللہ شوستری، ص 25 مطبوعہ طہران

ترجمہ: کُوفیوں کے شیعہ ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں" ہاں" کُوفیوں کا سُنی ہونا خلاف اصل اور دلیل کا محتاج ہے، اگرچہ ابو حنیفہ کوفی تھے۔

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے" کے مصداق شیعہ مُجتہد خود تسلیم کر رہا ہے، کہ کوفہ کے رہنے والے سُنی نہیں بلکہ سارے کے سارے شیعہ تھے!

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تُم قتل کرو ہو، کہ کرامات کرو ہو

تم لوگ قتل کر کے اپنے آپ کو پاک صاف ثابت کرنا چاہتے ہو، اور ہم انشاء اللہ اصل قاتلوں کو بے نقاب کر کے چھوڑیں گے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے جو خطوط لکھے تھے، وہ کوئی دو چار نہیں تھے!
بلکہ ان کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی!

اور یہ خطوط لکھنے والے بھی کوفہ کے عام لوگ نہیں، بلکہ ان کے سرکردہ لوگ تھے، یعنی کُوفیوں کے لیڈر تھے، اور یہ بھی نہیں، کہ انہوں نے بس انفرادی خطوط لکھے، بلکہ باہم میٹنگز کر کے اجتماعی طور پہ خطوط لکھے، اور سب نے اپنے اپنے دستخط ان خطوط پہ کیئے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ میں قیام" دار عباس" رض اللہ عنہ میں تھا!

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سگے چچا تھے، اس رشتے کے اعتبار سے سیدنا عبداللہ بن عباس ان کے رشتے میں چچا بھی لگتے تھے اور نانا بھی، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

مکۃ المکرمہ میں ان کی حویلی بہت بڑی تھی، اس وقت چونکہ وہ خاندان کے بزرگ بھی تھے، اس لئے بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انہی کے گھر میں قیام فرمایا!

کچھ روز بعد ہی کوفہ سے خطوط آنے شروع ہو گئے، طبری صاحب اور شیعہ مجتہدین نے جو خطوط نقل کئے ہیں، ان میں سے چند کی نقول پیش خدمت ہیں!

سلیمان بن صرد، مُسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر، اور جملہ شیعان کوفہ کی طرف سے حسین بن علی کے نام!

بعد از سلام؛ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، کہ اس نے آپ کے دشمن جابر کا قصہ پاک کیا، جس نے ناحق حکومت پر قبضہ کر رکھا تھا، اب اس وقت ہمارا کوئی امام نہیں ہے، آپ تشریف لے آیئے، کہ شاید اللہ آپ کے ذریعہ ہم لوگوں کو حق پر جمع کر دے، یہاں جو اموی گورنر نعمان بن بشیر ہیں (یہ صحابئ رسول تھے) ہم ان کے پیچھے جمعہ اور عید تک نہیں پڑھتے، اور اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے، کہ آپ ادھر کے لئے روانہ ہو گئے ہیں، تو ہم ان شاءاللہ ان کا بستر باندھ کر انہیں شام بھیج دیں گے!

تاریخ طبری ج6 ص197

شیعہ کے چوٹی کے مجتہد ملا باقر مجلسی کی کتاب "جلاء العیون" میں کوفہ میں ہونے والی میٹنگز اور خطوط کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے!

جب معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے انتقال کی خبر اہل کوفہ کو ملی، تو کوفہ کے شیعہ، سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر اکٹھے ہوئے، تمام نے اللہ تعالی کی حمد و ثنا کی، اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے انتقال کی خبر کے بعد یزید کی بیعت کے بارے میں بات چیت شروع ہوئی، سلیمان نے کہا!

معاویہ (رضی اللہ عنہم) واصل جہنم (نعوذ باللہ) ہو گیا ہے، اور حسین (رضی اللہ عنہ) نے یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے، اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلے گئے ہیں، اور تم لوگ حسین (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) کے والد بزرگوار (رضی اللہ عنہ) کے شیعہ ہو، اگر تم سمجھتے ہو، کہ ان کی مدد کرو گے، اور ان

ضیاء ناصر صاحبزادہ

کے دشمنوں سے جنگ کروگے، اور جان ومال سے ان کی نصرت کروگے، توان کو خط لکھو، اور کوفہ بلاؤ!

اور اگر تم ان کی مدد میں سُستی اور کوتاہی کروگے، تو پھر ان کو دھوکہ اور فریب مت دو، اور ان کو ہلاکت میں مت ڈالو !

تمام شیعوں نے کہا، کہ اگر حسین (رضی اللہ عنہ) اس شہر کواپنے قدموں کے نور سے منور فرمائیں، تو ہم خلوص کے قدموں سے ان کی طرف بڑھیں گے، اور ان کی مدد کرنے میں اور ان کے دشمنوں کے شر کو دور کرنے میں جان نچھاور کردیں گے، یہ باتیں کرنے کے بعد شیعان کوفہ نے حسین بن علی صلوۃ اللہ علیہما کی طرف مندرجہ ذیل خط لکھا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط منجانب سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر، اور سارے شیعان، مؤمنین، مسلمین اور اہل کوفہ کی جانب سے حسین بن علی صلوۃ اللہ علیہما کی خدمت میں لکھا جارہا ہے!

آپ پر اللہ کا سلام ہو، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، کہ اس نے ہمارے زبردست دشمن (معاویہ) کو ہلاک کیا، جوامت پر بغیر ان کی رضامندی کے حاکم بن گیا تھا، اور ظلم وستم کے ساتھ ان پہ حکومت کرتا تھا، اور ان کے مال میں ناحق تصرف کرتا تھا، نیک لوگوں کو قتل کرتا تھا، اور بُروں کو نیکوں پر مسلط کرتا تھا، پس اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے (نعوذ باللہ) جس طرح قوم ثمود پر لعنت کی، ہم آپ پر یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں، کہ اس وقت ہمارا کوئی امیر نہیں ہے، آپ ہماری طرف توجہ فرمائیں، اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیں، کہ ہم سب آپ کے مُطیع ہیں، شاید خدا آپ کی برکت سے حق کو ہمارے ہاتھوں ظاہر فرمائے، ہم کوفہ کے گورنر کی امامت میں نہ جمعہ پڑھتے ہیں، اور نہ ہی عید کی نماز کے لئے اس کے ساتھ عید گاہ جاتے ہیں، جب ہمیں یہ خبر مل جائے گی، کہ آپ ہماری طرف روانہ ہورہے ہیں، تو ہم اس کو کوفہ سے نکال باہر کریں گے!

ایک اور خط کا مضمون بھی ملاحظہ کی جئے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عرئضہ ہے حسین بن علی(رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں ان کے شیعوں اور مخلصوں کی طرف سے، ہم آپ کے منتظر ہیں، جلدی ہمارے شہر تشریف لائیے!

ایک اور خط بھی پڑھ لی جئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط ہے مخلصین مؤمنین کوفہ کی طرف سے حسین بن علی صلوۃ اللہ علیہما کی خدمت میں، باغ وصحراء سرسبز و شاداب ہو رہے ہیں، پھل پکے ہوئے ہیں، اور اس طرف تشریف لائیں، تو آپ کے لشکر کے لئے سب آمادہ اور حاضر ہیں، اور رات دن آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں!

مندرجہ بالا خطوط اور ان کے لکھنے والوں پہ آپ دوست اپنی توجہ مرکوز رکھئے، ان شاءاللہ اگلی اقساط سے سانحۂ کربلا کے اصل مجرم آپ کے سامنے خود بخود بے نقاب ہوتے جائیں گے، اہل کوفہ کے خطوط اس بات کو روز روشن کی طرح عیاں کر رہے ہیں، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ سے کوفہ بلانے والے یہی لوگ تھے، جو اپنے آپ کو ان کا اور ان کے والد کا مخلص شیعہ کہہ رہے ہیں، صرف خطوط ہی نہیں لکھے، بلکہ پے در پے وفود بھی بھیجے، جن میں انتہائی چالاک اور عیار اشخاص شامل تھے، جو مکمل کوفہ اپنے کنٹرول میں ہونے کی ان کے سامنے صبح وشام تصویر کشی کرتے تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان خطوط اور وفود سے متاثر ہو کے کوفہ جانے کا ارادہ تو کر لیتے ہیں، لیکن ان کوفیوں کے خطوط اور وفود کی چکنی چپڑی باتوں پہ ابھی بھی انہیں پورا یقین نہیں، اس لئے پہلے خود جانے کی بجائے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو دریافت احوال کے لئے وہاں بھیجتے ہیں، کہ تم کوفہ جاؤ، وہاں کے حالات کا بغور مشاہدہ کرو، اور ہمیں اطلاع کرو، اس کے بعد ہم اپنے آنے یا نہ آنے کا فیصلہ کریں گے!

حضرت مسلم بن عقیل سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حکم پہ کوفہ روانہ ہو جاتے ہیں، کوفہ پہنچتے ہی ان کا زبردست استقبال کیا جاتا ہے، صبح وشام شیعان کوفہ جوق در جوق ان کے ہاتھ پہ بیعت کرنے کے لئے حاضر ہونا شروع ہو جاتے ہیں، چند ہی روز میں تقریباً اٹھارہ ہزار کوفی ان کے ہاتھ پہ بیعت کر لیتے ہیں، دوسری طرف

صاحبزادہ ضیاء ناصر

شیعان کوفہ نے مسلم بن عقیل کی کوفہ آمد سے قبل ہی ساٹھ تجربہ کار، عیار، اور چالاک ترین افراد پہ مشتمل ایک اور وفد سیدنا حسین کی خدمت میں بھیج دیا، جن کا صرف ایک نکاتی ایجنڈا تھا، کہ سیدنا حسین کو ہر حال میں کوفہ لے کے ہی واپس آنا ہے، اس وفد نے قسمیں کھا کھا کے سیدنا حسین کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی، کہ کوفہ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کے لئے چشم براہ ہیں، ہم آپ کو اللہ اس کے رسول اور دین اسلام کا واسطہ دے کے کہتے ہیں، آپ ہمارے ساتھ چلئے !

اگر آپ ہمارے ساتھ نہ گئے تو کل روز حشر ہم آپ کے نانا جان کے سامنے آپ کی شکایت کریں گے، اس طرح کی باتوں سے آپ جانے کے لئے تیار تو ہو گئے، لیکن پھر بھی اصل صورت حال جاننے کے لئے، اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو ایک خط اہل کوفہ کے نام دے کے کوفہ روانہ کر دیا!

(آگے بڑھنے سے قبل یہاں ایک بنیادی بات ذہن نشین رکھنے والی ہے، کہ اس دور میں جن لوگوں کے لئے بھی شیعان علی، شیعان عثمان یا شیعان معاویہ کے الفاظ استعمال ہوتے تھے، ان لوگوں کے عقائد میں اس وقت ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں تھا،)

صرف اور صرف سیاسی اختلافات تھے، جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں تھے انہیں شیعان علی یعنی علی (رضی اللہ عنہ) کا گروہ کہا جاتا تھا، اور جو لوگ قصاص عثمان کا مطالبہ لے کے اٹھے تھے، انہیں شیعان عثمان یعنی عثمان (رضی اللہ عنہ) کا گروہ کہا جاتا تھا شیعہ کا معنیٰ بھی " گروہ " ہے، عقائد سب کے ایک جیسے تھے! سب کا کلمہ ایک، نماز ایک، روزہ ایک، زکوٰۃ ایک، حج ایک، ایک دوسرے کے پیچھے ہی نمازیں بھی پڑھتے تھے، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو شیعان علی کہلوانے والوں کے عقائد میں بھی تبدیلی آنا شروع ہو گئی، اور کچھ عرصہ بعد یہ اسلام کے مدمقابل مکمل ایک علاحدہ مذہب بن گیا، اس کی تفصیل کے لئے میری وال پہ موجود میرا مجموعۂ تحاریر " اتحاد امت کو افتراق وانتشار کی بھینٹ چڑھانے والے پہلے مذہب شیعہ شرالبریہ کی حقیقت " جسکی 93 اقساط شئیر ہو چکی ہیں، اور مزید کام جاری ہے الحمد للہ ! (نئے احباب کے لئے

شیعہ مذہب کو سمجھنے کے لئے ان اقساط کا مطالعہ انتہائی سود مند ہو گا)

طبری نے اس خط کو ابو مخنف کے الفاظ میں یوں نقل کیا ہے،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسین بن علی کی طرف سے اہل ایمان اور مسلمانوں کی جماعت کے نام!

ہانی اور سعید آپ لوگوں کے خطوط لے کے میرے پاس آئے، آپ کے قاصدوں میں سے یہ دونوں افراد سب سے آخر میں آئے، جو کچھ آپ لوگوں نے لکھا اور کہا ہے" کہ ہماری راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ہے، آپ آیئے! شاید اللہ آپ کے سبب ہمیں حق و ہدایت پر اکٹھا کر دے، میں نے اپنے چچازاد بھائی جن پر مجھے اعتماد ہے، اور وہ میرے اہل خانہ میں سے ہیں، کو آپ کے پاس روانہ کیا ہے، میں نے ان سے کہہ دیا ہے، کہ آپ لوگوں کا حال اور سب کی رائے وہ مجھے لکھ بھیجیں، اگر ان کی تحریر سے بھی یہی بات ثابت ہو گئی، کہ آپ کی جماعت کے لوگ اور صاحبان عقل و فضل آپ میں سے اس بات پر متفق الرائے ہیں، جس امر کے لئے آپ کے قاصد میرے پاس آئے ہیں، اور جو مضامین آپ کے خطوط میں میں نے پڑھے ہیں، تو میں ان شاء اللہ بہت جلد آپ کے پاس چلا آؤں گا، اپنی جان کی قسم، قوم کا لیڈر تو وہی ہو سکتا ہے، جو قرآن پر عمل کرے، عدل کو قائم کرے، حق کا طرفدار ہو، اور اللہ کی ذات پہ توکل کرے، والسلام

تاریخ طبری ج4ص151

مسلم بن عقیل نے کوفہ آمد کے بعد ایک شخص ابن عوسجہ کے گھر قیام کیا، وہیں پہ دیگر کوفی آ، آ کے ان کے ہاتھ پہ بیعت کرتے رہے، کوفیوں کی اس بیعت کی خبریں گورنر کوفہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تک پہنچ رہی تھیں، لیکن آپ فطرتاً نرم دل انسان تھے، آپ نے اس پہ کوئی ایکشن نہیں لیا، حتا کہ ایک بار مجمع عام میں ایک شخص نے کھڑے ہو کے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کہا!

یا تو آپ کمزور ہیں یا پھر کمزور بنتے ہیں، شہر میں فساد پھیل رہا ہے، اور آپ کچھ نہیں کرتے؟

حضرت نعمان نے فرمایا، اگر اللہ کی اطاعت میں، میں کمزور سمجھا جاؤں، تو یہ اس سے بہتر ہے، کہ اللہ کی نافرمانی میں صاحب قوت کہلواؤں، میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پہ اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے اس کا پردہ فاش کروں، یہ باتیں سن کے اس شخص نے یزید کو کوفہ کے حالات بارے خط لکھ دیا۔

نیز چونکہ ہر حکومت کی انٹیلی جنس بھی ہمیشہ حکمرانوں کو اس طرح کی خبروں سے مطلع کرتی رہتی ہے، کوفہ کے کارندوں نے بھی یزید تک اطلاع پہنچائی، کہ یہاں معاملات ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں، یزید نے فوری طور پہ بصرہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری کا اضافی چارج دینے کا حکم دیا، کہ فوری طور پہ کوفہ پہنچ کے حالات کو کنٹرول کرو!

طبری نے عمار الدہنی کی ایک طویل روایت درج کی ہے، جو اس نے منسوب کی ہے روافض کے پانچویں امام محمد باقر رح کی طرف!

اور یہ عمار الدہنی صاحب بھی شیعہ ہیں، لیکن انہیں معتدل شیعہ کہا جاتا ہے، اس کا ترجمہ پیش خدمت کرتا ہوں، تاکہ کوفہ کے حالات ابن زیاد کے آنے کے بعد اور مسلم بن عقیل کے قتل کا سارا واقعہ آپ دوستوں کو سمجھ آجائے!

عبید اللہ بصرہ کے اپنے چند خاص سرکردہ لوگوں کو لے کے شام کے وقت کوفہ میں اس حال میں داخل ہوا، کہ اس نے اپنا مُنہ اور سر کپڑے سے لپیٹ رکھا تھا، وہ لوگوں کے جس مجمع کے پاس سے بھی گذرتا، انہیں السلام علیکم کہتے ہوئے گذرتا، کوفہ کے لوگ اس دھوکے میں، کہ یہ نواسۂ رسول ہیں، اور کسی مصلحت کی خاطر انہوں نے اپنا چہرہ چھپا رکھا ہے، جواب میں یوں کہتے " وعلیک السلام یا ابن رسول اللہ، اے رسول اللہ کے بیٹے آپ پہ بھی سلامتی ہو، عبید اللہ قصر گورنر پہنچا، وہاں پہنچتے ہی اپنے ایک آزاد کردہ غلام کو تین ہزار درہم دیئے، اور کہا، جاؤ، اس شخص کا پتہ لگاؤ، جس کے ہاتھ پہ کوفہ کے لوگ بیعت کر رہے ہیں، اور اسے یہ کہنا، کہ میں حمص (شام) سے اس بیعت کا حال سن کے آیا ہوں، اور یہ رقم ان کی خدمت میں پیش کر کے کہنا، یہ میری طرف سے مالی مدد قبول فرمالی جیئے، اور اس سے اپنی طاقت میں اضافہ کی جیئے !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

وہ شخص اسی طرح مختلف لوگوں سے نرمی پیار اور محبت سے مل جل کے باغی تحریک کے سرکردہ افراد کی جستجو کرتا رہا، بالآخر اہل کوفہ ہی میں سے ایک بوڑھے شخص تک کسی نے اسے پہنچا دیا، یہ بوڑھا شخص مسلم بن عقیل کی جگہ پہ بیعت لیتا تھا، یہ غلام اسے ملا، اور ساری بات اسے کہہ دی، بوڑھے نے جواب دیا، تمہارے ملنے سے میں خوش بھی ہوا ہوں، اور مجھے تکلیف بھی ہوئی ہے، میں خوش اس بات سے ہوا ہوں، کہ اللہ نے تمہیں ہدایت دی ہے، مگر غمگیں اس لئے ہوا ہوں، کہ ہماری تحریک ابھی مستحکم نہیں ہوئی، وہ بوڑھا اس غلام کو اندر لے گیا، اس سے وہ تین ہزار درہم وصول کئے، اور بیعت لے لی، غلام نے قصر خلافت میں واپس آ کے عبیداللہ بن زیاد کو ساری تفصیل سنادی !

عبیداللہ جب کوفہ میں آیا تھا تو مسلم بن عقیل ابن عوسجہ کے گھر میں قیام پذیر تھے، عبیداللہ کے آنے کے بعد اس کے گھر کو چھوڑ کے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں چلے آئے تھے، یہ بھی کوفہ کے اہم لوگوں میں سے تھا، یہیں سے انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کے بھیجا تھا، کہ اٹھارہ ہزار کوفی بیعت کر چکے ہیں، آپ تشریف لے آئیں، یہ خط آٹھ ذی الحجہ یعنی حج (وقوف عرفات) سے ایک روز قبل سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا (اس کی تفصیلی بات ہم بعد میں کریں گے) پہلے اس روایت کو مکمل کر لیں، عبیداللہ بن زیاد کی کوفہ آمد کے بعد حسب دستور کوفہ کے سرکردہ لوگ اسے ملنے آنا شروع ہوئے، لیکن ہانی بن عروہ مرادی ملنے نہیں آیا، عبیداللہ نے دیگر لوگوں سے سوال کیا، کہ ہانی مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے ؟

یہ سن کے محمد بن اشعث اپنی برادری کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ ہانی کے گھر کی طرف آئے، وہ اپنے گھر کے باہر ہی کھڑے تھے، محمد بن اشعث نے انہیں کہا، گورنر نے ابھی آپ کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ کیوں نہیں آئے ؟

وہ حیل وحجت کرتا رہا، لیکن ان لوگوں کے شدید اصرار پہ اسے قصر امارت میں جانا ہی پڑا، اس وقت قاضی شریح بھی ابن زیاد کے پاس موجود تھے، ہانی کو دیکھ کے ابن زیاد نے شریح کو کہا، یہ لی جئے آنے والا اپنے پاؤں پہ چل کے ہمارے پاس آگیا ہے ! ہانی نے سلام کیا، ابن زیاد نے سلام کا جواب دے کے سوال کیا، یہ بتائیں مسلم بن عقیل کہاں ہیں ؟ ہانی نے جواب دیا، مجھے کیا معلوم ؟ عبیداللہ نے اپنے غلام کو بلایا، جب وہ سامنے آیا تو ہانی اسے دیکھ

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کے حیران رہ گیا، اور کہنے لگا، گورنر کا اللہ بھلا کرے" واللہ" مسلم کو میں نے اپنے گھر نہیں بلایا، وہ خود سے آئے، اور میری ذمہ داری بن گئے عبید اللہ نے کہا، انہیں میرے پاس لاؤ، ہانی نے کہا" واللہ" اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے بھی چھپے ہوتے، تو میں وہاں سے قدم نہ سرکاتا، عبید اللہ نے حکم دیا، کہ اسے میرے قریب لاؤ، جب وہ لوگ ہانی کو اس کے قریب لائے، تو عبید اللہ نے اسے ایک زوردار ضرب لگائی، جس سے ہانی کی ہڈی ٹوٹ گئی، ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا، کہ اسے نکال کے عبید اللہ پہ حملہ کرے، لیکن سپاہیوں نے اسے قابو کر لیا، عبید اللہ نے کہا، اب تمہارا قتل میرے اوپر حلال ہو گیا ہے، یہ کہہ کے سپاہیوں کو حکم دیا، کہ اسے محل کے اندر ہی قید کر دیں، ہانی کی اس حالت کی خبر ان کے قبیلہ بنی مذحج کو پہنچی، ابن زیاد کے محل کے دروازے پہ شور بلند ہوا، اس نے سپاہیوں سے پوچھا، یہ کیسا شور ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہانی کے قبیلہ والے باہر اکٹھے ہوئے ہیں، ابن زیاد نے قاضی شریح کو کہا، کہ ان لوگوں کو سمجھایئے، کہ میں نے ہانی کو کچھ بات چیت کرنے کے لئے قید کیا ہے، نیز اس نے اپنے آزاد کردہ غلاموں میں سے چند کو شریح کے پیچھے بھیجا، اور انہیں کہا، کہ دیکھ کے آؤ، شریح کیا بات کرتے ہیں، شریح جب ہانی کے پاس سے گذرے، تو ہانی نے کہا، شریح اللہ سے ڈریے یہ شخص مجھے قتل کرنا چاہتا ہے! شریح بغیر کوئی جواب دیئے محل کے دروازے پہ پہنچے، اور وہاں موجود ہجوم سے کہا، ہانی کو نقصان پہنچنے کا کوئی اندیشہ نہیں، بلکہ گورنر نے انہیں کچھ بات چیت کرنے کے لئے روکا ہے، سب لوگوں نے ایک دوسرے کو کہا، شریح صحیح کہتے ہیں، تمہارے سردار کو نقصان پہنچنے کا کوئی اندیشہ نہیں، یہ سن کے سب لوگ بکھر گئے، دوسری طرف مسلم بن عقیل کو جب یہ خبر ملی تو، انہوں نے جو کوڈ ورڈ مقرر کر رکھا تھا، اس کا اعلان کروا دیا، ان کا Code Word تھا یا منصور اَمت (اے منصور مار دو) اہل کوفہ میں سے چار ہزار افراد مسلح ہو کے ان کے پاس جمع ہو گئے، اب مسلم نے فوج کے مقدمہ (اگلا حصہ) کو آگے بڑھایا، میمنہ و میسرہ (فوج کا دایاں و بایاں حصہ) کو درست کیا، خود قلب (درمیانہ حصہ) میں آ کے اپنے اس لشکر سے قصر امارت کی طرف پیش قدمی شروع کر دی، دوسری طرف عبید اللہ نے یہ خبر ملنے کے بعد کوفہ کے سرکردہ لوگوں کو اپنے پاس بلا لیا، جونہی یہ لشکر محل کے دروازے پہ پہنچا، تو تمام سرکردہ لوگ محل کی چھت پہ چڑھ گئے اور اپنی

اپنی برادری/ قبیلہ کے لوگوں کو سمجھا بجھا کے واپس بھیجنے لگ گئے، اپنے سرداروں کی باتیں سن کے لوگ اس لشکر میں سے کھسکنا شروع ہو گئے، (ایک اور روایت میں عورتوں اور بچوں کے آنے کا تذکرہ بھی ہے کہ عورتیں اپنے بچوں کو ساتھ لے کے آئیں اور اپنے اپنے گھر کے افراد کو واپس لے گئیں) شام ہونے تک صرف پانچ سو افراد باقی رہ گئے، رات کا اندھیرا پھیلا، تو وہ بھی ساتھ چھوڑ کے بھاگ گئے، اب مسلم بن عقیل تن تنہا کوفہ کی گلیوں میں گھوم رہے ہیں، سارے دن کی مشقت سے تھک کے چور ہو چکے ہیں، اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑے ہوئے ہیں، ایک مکان کے دروازہ پہ بیٹھ گئے، ایک عورت گھر سے باہر نکلی اس سے پانی مانگا، اس نے پانی لا کے پلایا، اور پھر اندر چلی گئی، تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر باہر نکلی، تو دیکھا، آپ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں، کہنے لگی اللہ کے بندے ! آپ کا بیٹھنا تو مجھے مشکوک لگتا ہے؟ آپ یہاں سے اٹھ جائیے، انہوں نے کہا، میں مسلم بن عقیل ہوں، کیا مجھے پناہ مل سکتی ہے؟ عورت نے کہا اندر آجائیے، جگہ ہے، اس عورت کا بیٹا محمد بن اشعث کے ساتھیوں میں سے تھا، اسے جب معلوم ہوا، تو اس نے ابن اشعث کو سارا حال سنایا، اور ابن اشعث نے عبید اللہ کو خبر کر دی !

عبید اللہ نے پولیس کے بڑے افسر عمرو بن حریث مخزومی کے ساتھ ستر پولیس والوں کو روانہ کیا، اور ابن اشعث کے بیٹے عبد الرحمن کو ساتھ کر دیا، مسلم کو خبر ہوئی، کہ گھر کو سپاہیوں نے گھیر لیا ہے، انہوں نے تلوار اٹھائی، اور باہر آ کے لڑنا شروع کر دیا، عبد الرحمن نے کہا، آپ کو امان ہے، انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا، اور وہ انہیں لے کے عبید اللہ کے پاس آیا !

عبید اللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل سے سوال کیا، تم نے کس وجہ سے ہمارے خلاف چڑھائی کی؟

مسلم بن عقیل نے جواب دیا، حسین بن علی کی بیعت کی وجہ سے جو ہماری گردنوں میں ہے، اس نے کہا، میں تجھے قتل کرنے والا ہوں، آپ نے فرمایا مجھے وصیت کر لینے دو، ابن الزیاد نے کہا، ٹھیک ہے وصیت کر لو !

مسلم بن عقیل نے پیچھے مڑ کے دیکھا، تو عمر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کھڑے تھے، (ان عمر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کا نام یاد رکھئے گا ان کا تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا ان شاء اللہ) مسلم بن عقیل نے ان کو کہا،

آپ ان تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کے میرے قریبی رشتہ دار ہو، آؤ میں تمہیں وصیت کر لوں !

چنانچہ عمر بن سعد بن ابی وقاص، مسلم بن عقیل کو گھر کے ایک کونے میں لے گئے، مسلم بن عقیل نے ان کو کہا، حسین (رضی اللہ عنہ) تک میرا پیغام پہنچا دیں، کہ وہ واپس چلے جائیں، (مسلم بن عقیل نے جو الفاظ استعمال کئے وہ یوں تھے) اپنے اہل و عیال سمیت واپس لوٹ جاؤ، اور اہل کوفہ سے دھوکہ نہ کھاؤ! کیونکہ کوفہ والوں نے مجھ سے اور آپ سے کذب بیانی کی، اور جھوٹے کا کوئی اعتبار نہیں، چنانچہ عمر بن سعد بن ابی وقاص نے ایک آدمی کو ان کا پیغام دے کے بھیجا، کہ منصوبہ ناکام ہو گیا ہے، اور کوفہ والوں نے اسے (مسلم بن عقیل کو) دھوکہ دے دیا

وصیت کے فوراً بعد مسلم بن عقیل کو عبید اللہ کے حکم سے محل کی چھت پر لے گئے، اور انہیں قتل کر کے ان کی لاش لوگوں کے سامنے پھینک دی، پھر اسی کے حکم سے ہانی بن عروہ کو گھسیٹ کے لایا گیا، اور اسے پھانسی پہ لٹکا دیا گیا!

دعوتی خطوط والی روایات کی تفصیلات کو اگر من و عن تسلیم کر لیا جائے، تو پہلی بات تو یہ نظر آتی ہے، جن لوگوں نے خطوط لکھ کے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی، اور ان کے نام خطوط والی روایات میں موجود ہیں، ان میں سے کسی شخص کے گھر بھی مسلم بن عقیل نہیں ٹھہرے اور یہ بات انتہائی قابل غور و فکر ہے!

اور نہ ہی بعد میں ان کا کوئی تذکرہ سامنے آتا ہے!

کیا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو ان لوگوں کے گھروں میں کسی وجہ سے ٹھہرنے سے منع کیا تھا؟

یا از خود مسلم بن عقیل ان میں سے کسی شخص کے گھر نہیں ٹھہرے؟

یا ان لوگوں نے آپ کا میزبان بننے سے انکار کر دیا تھا؟

وہ خطوط ان لوگوں نے واقعی لکھے تھے؟ یا بعد کے راویوں نے جس طرح باقی جھوٹ لکھے اسی طرح ان لوگوں کے نام بھی جھوٹے ہی شامل کر دیئے؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اس معاملہ میں کوئی بھی حتمی رائے نہیں دی جاسکتی!

ایک ظنی رائے دی جاسکتی ہے، وہ بھی اس بنیاد پہ، کہ اگر تحریک توابین کے بارہ میں راویوں کی بات تسلیم کرلی جائے، کہ واقعی اس طرح کی کوئی تحریک چلی تھی!

تو صورت حال یہ بنتی ہے، سلیمان بن صُرد الخزاعی جو بعد میں امیر التوابین کہلائے، وہ اور دیگر افراد خطوط لکھنے والوں میں تو شامل تھے، لیکن بعد کے حالات کو دیکھ کے خاموش ہو کے بیٹھ گئے، اور کسی بھی معاملہ میں حصہ نہ لیا، اسی لئے کچھ عرصہ بعد قاتلین حسین سے سیدنا حسین کا انتقام لینے کے لئے انہوں نے تحریک توابین شروع کی!

سلیمان بن صرد الخزاعی کے بارہ میں دو قسم کی روایات ہیں!

کچھ لوگوں نے انہیں صحابی لکھا ہے اور کچھ نے تابعی!

الاصابہ فی تمیز الصحابہ اور الترغیب والترہیب میں انہیں صحابی لکھا گیا ہے، لیکن دونوں کُتُب میں یہ صراحت نہیں کہ آپ ایمان کب لائے تھے؟

اتنی وضاحت ان دونوں کتب میں ضرور ہے کہ ایمان لانے سے قبل آپ کا نام یسار تھا رسول اللہ نے آپ کا نام تبدیل کر کے سلیمان رکھا تھا سیدنا حسین کو خط لکھ کے بلوانے والوں میں سے تھے!

سلیمان بن صرد الخزاعی روافض کے ہاں انتہائی بلند مقام کے حاملین میں سے ہیں!

تحریک توابین؛

سلیمان بن صرد الخزاعی نے یزید کی وفات کے بعد سن 65 ہجری میں اعلان بغاوت کیا اور اپنے آپ کو امیر التوابین کہلوایا (یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان کی نظر میں اگر یزید مجرم ہوتا تو اس کی وفات کے بعد نہیں بلکہ اس کی زندگی میں یہ تحریک توابین بناتے) انہوں نے اس بات پہ توبہ کا اعلان کیا تھا، کہ ہم نے سیدنا حسین کو بلا کے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، شروع میں تقریبا 16000 لوگوں نے ان کی بیعت کی، لیکن اعلان بغاوت کے وقت صرف 4000 لوگ اکٹھے ہوئے، دوسرے شہروں کے باغیوں نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا، اور کوفہ کے بھی

اکثر لوگ بغاوت کے اعلان پہ پیچھے ہٹ گئے، یہ لوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پہ اکٹھے ہوئے، وہاں گریہ وزاری کی، ابن زیاد نے ان کے مقابلہ کے لئے 12000 کا لشکر بھیجا، جس میں توابین کو بری طرح شکست ہوئی، اور اکثر لوگ جنگ میں کام آگئے!

آخری تفصیلی روایت جس میں مسلم بن عقیل کے کوفہ میں پہنچنے سے لے کے ان کی شہادت تک کا تذکرہ موجود ہے، اور یہ امام محمد باقر رح کی طرف منسوب ہے، اس کو بھی اگر من وعن اس طرح تسلیم کر لیا جائے، کہ جھوٹے راویوں نے اس میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ملایا، تو اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ غلط اقدامات کی ابتدا کوفہ کی باغی تحریک کی طرف سے ہوئی تھی، جنہوں نے کوفہ کے قصر امارت پہ حملہ کیا، مسلم بن عقیل اپنی سادگی کے سبب ان کی باتوں میں آ کے ان کے ساتھ مل گئے، ان باغیوں نے انہیں استعمال کیا، کیونکہ وہ اپنی تحریک کی کامیابی کے لئے کوئی نہ کوئی شہادت چاہتے تھے (حالانکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں صرف وہاں کے حالات دیکھنے کے لئے بھیجا تھا، کسی اور کام کے لئے نہیں!

اور یہ بغاوت جن لوگوں کے بھروسہ پہ کی گئی، وہ عین وقت پہ ان کا ساتھ چھوڑ کے چلے گئے، یہی وجہ ہے، کہ مسلم بن عقیل رات کو تن تنہا پناہ کی تلاش میں کسی انجان کے گھر کے دروازے پہ بیٹھے نظر آتے ہیں!

مسلم بن عقیل رح کی طرف سے سیدنا حسین کو ابن اشعث کے (محمد بن اشعث سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے برادر نسبتی تھے) ہاتھوں بھیجا جانے والا ایک اور پیغام طبری میں نظر آتا ہے، جو ابو مخنف لوط بن یحیٰی سے مروی ہے (یہ یاد رہے کہ یہ شخص واقعہ کربلا کا اصل راوی ہے، اور واقعۂ کربلا کے کم از کم چالیس سال بعد پیدا ہوا تھا، اور تمام محدثین و محققین کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا اور روایات خود گھڑنے والا ہے!

ابو مخنف کا تعارف ابتدائی اقساط میں کروا چکا ہوں، لیکن اب چونکہ اکثر روایات کا راوی یہی ہو گا، اس لئے ایک بار پھر اس کا تھوڑا سا تعارف کروا دیتا ہوں!

شیعہ مؤرخین خاص کر کتبِ رجال کے مصنّفین عباس قمی، محمد مہدی طباطبائی، خوئی، خاقانی، محسن امین، شرف الدین، آغا بزرگ طہرانی، طوسی، حلی، اور نجاشی وغیرہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں بطور شیعہ مؤرخ کیا ہے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

صرف یہی نہیں، بلکہ اس کا شمار بڑے اور اکابر شیعہ مؤرخین میں کیا ہے!

الکنٰی والالقاب ج1ص148۔ الفوائد الرجالیہ لبحر العلوم ج1ص375،379، الفہرست للطوسی ج2ص20 ،رجال الطوسی ج1ص459، معجم رجال الحدیث ج11ص136، نقد الرجال ج7ص140- 141،
اعیان الشیعہ ص127، فہرست اسماء مصنفی الشیعہ للنجاشی ص224-225، اعلام الشیعہ ج1ص16
حلیۃ الابرار ج4ص146، ان کے علاوہ بیشمار کتب میں اس کی صراحت موجود ہے!

مشہور شیعہ مجتہد طباطبائی نے اپنی کتاب "الفوائد الرجالیہ" میں طباطبائی نے تو بڑے ہی صریح انداز اس کے شیعہ ہونے کا اعتراف مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے!

ابو مخنف کے شیعہ ہونے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ اصحابِ معاجم کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔(الفوائد الرجالیہ ج1ص379.

حقیقت یہ ہے، کہ ابو مخنف لوط بن یحیٰی بھی عبد اللہ بن سبا کی طرح مذہب شیعہ کے بانیوں میں سے ہے، اسی نے ابتدا کی، اور اسی نے انتہاء کی، ایسے ایسے جھوٹ گھڑ کے چلا گیا کہ رہتی دنیا تک فریقین آپس میں جنگ وجدل کرتے رہیں!

نیز یہ ابو مخنف ایسا خبیث شیعہ مؤرخ ہے جس نے خیر القرون کے زمانہ میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات پر جھوٹ سے بھری مستقل کتابیں لکھی ہیں!

جیسے سقیفۂ بنو ساعدہ میں بیعت ابو بکر کے لئے شوریٰ، شہادت عمر فاروق کے وقت ان کی طرف سے آئندہ خلافت کے لئے قائم کردہ شوریٰ، مقتل عثمان، مقتل علی، جنگ جُمل، جنگ صفین، مقتل حسین، وفات معاویہ و ولایت یزید، مقتل عبد اللہ بن الزبیر، سلیمان بن صُرد وغیرہ

الفہرست لابن الندیم، ص105-106، معجم الادباء ج6ص670، فوات الوفیات لمحمد بن شاکر، ص 225، الاعلام للزرکلی ج5ص245، معجم المؤلفین ص157ج8!

ابو مخنف کی روایت کے الفاظ یوں ہیں،

اے اللہ کے بندے! (یہاں مسلم بن عقیل کے مخاطب ابن اشعث ہیں) میں سمجھتا ہوں، تم مجھے امان تو نہیں دلا سکو گے، کیا اتنا سلوک میرے ساتھ کرو گے؟ کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسین (رضی اللہ عنہ) کی طرف بھیج دو؟ وہ آج کل ہی میں تم لوگوں کے پاس آنے کو روانہ ہو چکے ہوں گے، اور ان کے اہل بیت بھی ان کے ساتھ ہونگے، تم جو میری بے تابی دیکھ رہے ہو؟ محض اسی سبب سے ہے، میری طرف سے ان کو یہ پیغام پہنچا دینا، مسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، وہ گرفتار ہو چکے ہیں، وہ نہیں چاہتے، کہ آپ یہاں آئیں! اور قتل کئے جائیں! آپ اہل بیت کو لے کے پلٹ جایئے! کوفیوں کے دھوکہ میں نہ آیئے! یہ وہی لوگ ہیں، جن سے چھٹکارا پانے کے لئے آپ کے والد (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) فوت ہو جانے، اور قتل ہو جانے کی تمنا رکھتے تھے! اہل کوفہ نے آپ سے بھی جھوٹ بولے، اور مجھ سے بھی جھوٹ بولے، میری رائے کو جھٹلایئے گا نہیں!

ابو مخنف کی اس روایت جسے گھر کی گواہی کہہ سکتے ہیں، سے یہ بات عیاں ہوتی ہے، کہ باغی تحریک کو اپنی تحریک کی کامیابی کے لئے کسی اہم ترین شخصیت کی "شہادت" مطلوب تھی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجتے وقت ایک نصیحت کی تھی، جو طبری نے ان الفاظ میں ذکر کی ہے، اور اسی سے ابن اثیر نے بھی اپنی تاریخ الکامل میں اسے نقل کیا ہے!

ثم دعا الحسین مسلم بن عقیل فیسرہ نحو الکوفۃ وامرہ بتقوی اللہ وکتمان امرہ۔ تاریخ طبری ج5 ص354

پھر حسین رضی اللہ عنہ مسلم بن عقیل کو بلایا، پھر انہیں کوفہ کی جانب روانہ کیا، اور تقوی اور اپنے معاملہ کو راز رکھنے کا حکم دیا!

اس روایت کے مطابق سیدنا حسین نے مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کرتے وقت دو نصیحتیں کی تھیں!

نمبر ایک: تقوی! (یعنی اللہ سے ڈرتے رہنا)

نمبر دو: اپنے معاملات کو چھپا کے رکھنا!

جہاں تک تقوی کی بات ہے، تو یہ معاملہ تو بندے اور اللہ کے درمیان ہے، اور میرا یقینی حسن ظن یہی ہے، کہ

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جس شخص پہ اعتماد کر کے اس کو معاملات کی جانچ پڑتال کے لئے بھیجا ہو گا، وہ تقوی کے اعلیٰ معیار پہ ہو گا!

اور دوسرا معاملہ؛ کہ اپنے معاملات کو لوگوں سے چھپا کے رکھنا، اس پہ بہر حال مسلم بن عقیل نے عمل نہیں کیا، یا کوفہ والوں نے انہیں عمل کرنے نہیں دیا !

انہیں کوفہ کے حالات کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، لیکن انہوں نے وہاں جا کے سیدنا حسین کی خلافت کی بیعت لینی شروع کر دی، جسکا حکم انہیں قطعی طور پہ سیدنا حسین کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا!

اسی وجہ سے کوفہ میں گورنر کی تبدیلی عمل میں آئی، صرف یہی نہیں، بلکہ نئے گورنر کے آنے کے بعد مسلح کوفیوں کی ایک کثیر تعداد کو ساتھ لے کے قصر امارت پہ دھاوا بھی بول دیا، اس کا حکم بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں نہیں دیا تھا، یہ سب کچھ وہ کوفیوں کی ایماء پہ کر رہے تھے، یعنی یوں سمجھ لی جئے!

کہ کوفہ کے منجھے ہوئے تخریب کاروں ودہشت گردوں نے ان کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں استعمال کرنا شروع کر دیا، ابن زیاد کی جگہ کوئی اور گورنر بھی ہوتا، تو وہ بھی ایسے باغی کو جو اس کے گھر پہ حملہ آور ہوتا، اس پہ قابو پانے کے بعد اسے قتل ہی کرتا، نہ کہ پھولوں کے ہار اس کے گلے میں ڈالتا !

طبری میں ہانی بن عروہ کے گھر مسلم بن عقیل کی آمد کی بھی ایک روایت درج ہے، جس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے، کہ سیدنا حسین کو کوفہ بلانے والوں نے جب مسلم بن عقیل کو اپنے پاس نہیں ٹھہرایا، تو وہ کسی نہ کسی طرح ہانی بن عروہ کے گھر پہنچے، اس کے گھر کے دروازے میں داخل ہوئے، اسے باہر بلایا، ہانی باہر آیا، مسلم بن عقیل کو سامنے پا کے کراہت (ناپسندیدگی) محسوس کی، مسلم نے اسے کہا، کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں، تاکہ آپ مجھے پناہ دیں، اور مہمان بنالیں!

ہانی نے کہا، اللہ آپ پہ رحم کرے!

آپ نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے، اگر آپ میرے گھر میں نہ داخل ہوئے ہوتے، اور آپ کا اعتماد نہ ہوتا، تو میں چاہتا، اور آپ سے گذارش کرتا، کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ تاریخ طبری ج 5 ص 362

ہانی نے نہ چاہتے ہوئے انہیں گھر تو ٹھہرالیا، ادہر عبید اللہ بن الزیاد کے کوفہ پہنچتے ہی کوفیوں نے اس کے قتل کی ایک سازش کی، جس میں مسلم بن عقیل ہی کو مجبور کیا گیا، کہ وہ ابن زیاد کو قتل کریں، البدایہ والنھایہ میں اس سازش کا تذکرہ ان الفاظ میں مذکور ہے!

مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے، پھر شریک بن اعور کے گھر آئے، جو اکابرین امراء میں سے تھا(یہاں ابن زیاد کو قتل کرنے کے لئے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا گیا تھا، جس میں انہیں بلایا گیا تھا) شریک کو معلوم ہوا، کہ ابن الزیاد اس کی عیادت کرنے کے لئے آنا چاہتا ہے(یہ صاحب بیمار تھے) تو شریک نے ہانی بن عروہ کو پیغام بھیجا، جس میں کہا، کہ مسلم بن عقیل کو میرے گھر بھیج دو، تاکہ جب عبید اللہ بن الزیاد میرے گھر آئے، تو مسلم بن عقیل اسے قتل کردیں!

چنانچہ ہانی بن عروہ نے مسلم بن عقیل کو شریک کے گھر بھیج دیا، تو شریک نے مسلم بن عقیل کو کہا، تم گھر میں چھپ جاؤ، جب عبید اللہ بن الزیاد یہاں بیٹھے گا، تو میں پانی طلب کرونگا، یہ تمہاری طرف میرا اشارہ ہوگا، یہ سنتے ہی تم باہر نکل کر عبید اللہ بن زیاد کو قتل کردینا، جب عبید اللہ بن الزیاد آیا تو شریک کے بستر پر بیٹھا، ہانی بن عروہ بھی اس کے پاس موجود تھا، اور مہران نامی غلام (ابن زیاد کا غلام) ان کے سامنے کھڑا تھا، پھر عبید اللہ بن الزیاد نے تھوڑی دیر شریک سے گفتگو کی، اس کے بعد شریک نے کہا، مجھے پانی پلاؤ، لیکن مسلم بن عقیل نے عبید اللہ بن الزیاد کو قتل کرنے سے بزدلی دکھائی، شریک بار بار پانی مانگ کر مسلم بن عقیل کو اشارہ دیتا رہا، یہ صورت حال دیکھ کے مہران نامی غلام نے سازش کی بو سونگھ لی، اور عبید اللہ بن زیاد کو اشارہ کردیا، تو وہ جلدی سے اٹھا، اور باہر نکل گیا، شریک نے کہا، امیر محترم؛ میں ایک وصیت کرنا چاہتا ہوں، عبید اللہ بن الزیاد نے کہا، میں بعد میں آتا ہوں، پھر غلام اپنے آقا کو لے کر نکل گیا، تو اسے سوار کرکے وہاں سے روانہ ہوگیا، اور اپنے آقا سے کہنے لگا، ان لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا، عبید اللہ بن الزیاد نے کہا، تو ہلاک ہو! میں تو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آرہا ہوں، پھر انہیں کیا ہوگیا ہے؟

البدایہ والنھایہ ج8 ص153

قارئین کرام، ان تمام روایات، واقعات اور حالات کو ذہن نشین کرتے جائیں، تو آئندہ آنے والے واقعات آپ دوستوں کو بڑی آسانی سے سمجھ آتے جائیں گے ان شاء اللہ۔

جو دوست آج تک صرف شہادت حسین کی کہانیاں پڑھتے رہے، یا خطباء وذاکرین سے شہادت کے قصے سُنتے رہے، ذاکرین کے خود ساختہ مرثیے سُنتے رہے، ان کے لئے یہ سب کچھ نیا ہو گا، لیکن یہ سب روایات انہیں کتب تواریخ میں موجود ہیں، جن سے خطباء وذاکرین شہادت کے اندوہناک قصے نمک مرچ لگا کے سُناتے ہیں، عوام کے جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں، مسلم بن عقیل کے دو کمسن بچوں کی دردناک شہادتوں کے قصے سنا کے سادہ لوح عوام کے جذبات خاندان بنوامیہ کے خلاف مشتعل کرتے ہیں!

وہ تاریخ طبری تو کیا؟" مقتل الحسین" ابومخنف کی کتاب جو سب سے اولیں کتاب ہے اس موضوع پہ! اسے بھی اٹھا کے دیکھ لیں، یہ سب سازشیں انہیں اس میں نظر آئیں گی، اور اس سارے سلسلۂ واقعات میں مسلم بن عقیل کے بچے بھی نظر نہیں آئیں گے!

اس روایت میں چند باتیں قابل غور ہیں!

کوفی سردار ہانی بن عروہ، شریک اور دوسرے لوگ مسلم بن عقیل کے ہاتھوں سے گورنر کوفہ عبید اللہ بن الزیاد کو قتل کروانا چاہتے تھے! تاکہ سارا الزام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پہ آئے کہ انہوں نے مسلم بن عقیل کو اسی مقصد سے بھیجا تھا!

خطوط میں تو وہ یہ لکھتے رہے کہ ہم سب آپ کے لشکر کے لئے آمادہ وحاضر ہیں، آپ کے اشارہ ابرو پہ قربان ہونے کو تیار بیٹھے ہیں! لیکن گورنر کوفہ عبید اللہ بن الزیاد کو قتل کرنے کے لئے ان ہزاروں میں سے ایک فرد بھی تیار نہیں!

یہ لوگ اتنے شاطر اور چالباز تھے کہ مسلم بن عقیل رح جس مقصد کی خاطر آئے تھے یعنی حالات کا جائزہ لینے کے لئے!

ان کے اس مقصد سے بلکل متضاد کام پہ انہیں تیار کر لیا!

مسلم بن عقیل کی طرف سے اٹھارہ ہزار کوفیوں کی بیعت کا خط جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ملا، تو آپ نے فوراً کوچ کی تیاری شروع کر دی، مکہ سے کوفہ کی طرف روانگی کی تواریخ بھی مؤرخین نے مختلف لکھی ہیں، کسی کے نزدیک 8 ذی الحج ہے اور کسی کے نزدیک 10 ذی الحج، ظن غالب بھی 10 ذی الحج ہی کی طرف جاتا ہے، اس لئے کہ 8 ذی الحج کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے، کہ جس روز حجاج منٰی کی طرف جاتے ہیں، اور اگلے روز حج کا رکن اعظم یعنی وقوف عرفات ہوتا ہے!

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ سیدنا حسین مکہ میں موجود ہوں، اور حج جیسی عظیم عبادت صرف ایک دن بعد ہو، آپ اسے چھوڑ کے مکہ سے نکل جائیں؟ جب کہ مکہ میں رہتے ہوئے انہیں چار ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہو، حکام کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہ دی جا رہی ہو!

اپنے سفر کو صرف دو یا تین دن مؤخر کرنے میں بظاہر کوئی امر مانع نہ ہو!

8 ذی الحج کی تاریخ کو مزید پکا کرنے کے لئے، فرزدق شاعر سے ملاقات اور دیگر کئی روایات بھی گھڑی گئیں، جن میں سے ایک روایت میں تو صراحتاً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی گئی ہے، اور انہیں نعوذ باللہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ ایک لٹیرے کے روپ میں پیش کیا گیا ہے!

میرے نزدیک اس روایت کا جھوٹا ہونا اس لحاظ سے بھی مسلم ہے، کہ اس روایت میں سامان لوٹنے کا جو مقام بتایا گیا ہے، وہ مقام "تنعیم" ہے، اس مقام پہ سیدتنا عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی طرف منسوب مسجد عائشہ کے نام سے تین مساجد بھی ہیں، ایک بڑی اور دو چھوٹی، کیونکہ جب سیدتنا عائشہ صدیقہ کو حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کے ساتھ حج کے لئے بھیجا تھا، تو انہیں یہ حکم دیا تھا، کہ وہ تنعیم کے مقام سے احرام باندھیں، مکہ کے رہنے والے بھی یہیں سے احرام باندھتے ہیں،

مقام تنعیم مکہ سے مدینہ کی راہ پہ مکہ سے قریباً چار میل کی دوری پہ واقع ہے، نہ کہ کوفہ کی راہ پہ، اور یہ روایت، اخبار الطوال، طبری، ابن اثیر، ابن کثیر، اور ناسخ التواریخ کے غالی شیعہ مؤرخ نے بھی صراحتاً ذکر کی ہے، یہ بھی ذہن میں رہے، کہ اخبار الطوال بھی ایک شیعہ کی تصنیف ہے، لیکن اسے غلط طور پہ " ابو حنیفہ الدینوری " کی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

طرف منسوب کیا گیا ہے، ہر مورخ کی پیش کردہ روایت میں تھوڑا بہت الفاظ کا اختلاف بھی موجود ہے!

اس روایت کو پیش کرنے سے قبل جس سامان کو لوٹنے یا مہذب الفاظ میں ماخوذ کرنے کے روایات میں الفاظ ملتے ہیں، اس کی مختصر تاریخ بتا دوں، یمن کے علاقہ نجران کے ساٹھ افراد پہ مشتمل عیسائی وفد، جس نے رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، ان کے ساتھ جو شرائط صلح طے ہوئیں تھیں، اور ان پہ جو جزیہ عائد کیا گیا تھا، ان میں دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی تھی، کہ وہ ہر سال دو ہزار " حلے " آسان الفاظ میں انہیں یمنی چادر کہہ لی جئے، بھی پیش کیا کریں گے، یمن میں اس زمانہ میں انتہائی قیمتی کپڑا بنانے کی صنعت اپنے عروج پہ تھی، سال کے آخری ماہ یعنی ذی الحج میں ان کی طرف سے جزیہ کی ادائیگی کی جاتی تھی، اور یہ سامان 9 ہجری یعنی رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے دور سے مسلسل آ رہا تھا، جب تک دار الخلافہ مدینہ رہا، یعنی سیدنا عثمان کی شہادت تک، یہ سامان اہل نجران مدینہ پہنچاتے رہے، پھر سیدنا علی کے دور میں کوفہ، اس کے بعد سیدنا معاویہ کے دور میں دمشق کے دار الخلافہ بننے کے بعد دمشق میں یہ سامان پہنچایا جاتا تھا، اہل یمن کا دمشق جانے کا راستہ اس زمانہ میں مکہ شہر سے ہو کے گذرتا تھا، لیکن اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ تمام قافلے شہر کے باہر اس مقام پہ پڑاؤ کرتے تھے، جو ان قافلوں کے لئے مخصوص ہوتا تھا، تاجروں کے قافلے بھی اسی مقام پہ ٹھہرتے، اور شہر والے ان سے خریداری کرنے کے لئے اسی مقام پہ جایا کرتے تھے، تنعیم بھی ایسا ہی ایک مقام تھا، کہ قافلے رات کو یہاں پڑاؤ کرتے، اور اگلے دن اگلی منزل پہ روانہ ہو جاتے،

راویوں نے صرف یہ ثابت کرنے کے لئے سیدنا حسین سات محرم کو کربلا پہنچے، پہلے تو انہیں حج سے ایک دن پہلے مکہ سے نکال کے مقام تنعیم پہ پہنچا دیا، جو کوفہ کے راستہ ہی پہ واقع نہیں، اور اسلامی بیت المال کا مال ماخوذ کرنے والا (لوٹنے والا) بنا دیا، اگر کسی مہربان کو ماخوذ کا ترجمہ لوٹنا کرنے پہ اعتراض ہو، تو وہ مجھے یہ بتا دے، کہ کسی کا بھی خصوصا بیت المال کا مال لے کے جانے والوں سے راستہ میں کوئی بھی شخص چاہے اس کی حیثیت کتنی بھی اونچی کیوں نہ ہو، یا کوئی گروہ وہ مال لے کے اپنے قبضہ میں کر لے، تو اس کے لئے کیا لفظ بولا جائے گا؟

اور جن راویوں نے کربلا میں انہیں یکم محرم کو پہنچایا، انہوں نے تو بلکل ہی خلاف عقل ودانش یہ کارنامہ سرانجام دیا، اس کی تفصیلات ان شاء اللہ آگے آئیں گی،

ناسخ التواریخ کی روایت کا ترجمہ یوں ہے،

جب حسین علیہ السلام مکہ سے باہر نکلے، اور چند میل مسافت طے فرمائی، اور تنعیم کی منزل پر پہنچے، ایک قافلہ پہ نظر پڑی، جو یمنی چادروں کی ایک تعداد کچھ خوشبوئیں، اور کچھ نفیس اشیاء لے کے جارہا تھا، اور ان سب کو بحیر بن یسار جو یمن کا عامل تھا، نے یزید کے پاس ارسال کیا تھا، حسین علیہ السلام نے، کہ، مسلمانوں کے امور کا انتظام و انصرام خدائے تعالی کی جانب سے ان سے مخصوص تھا، ان اموال کو ماخوذ کرایا، اور اونٹوں والوں سے فرمایا، کہ اگر تم چاہو، تو ہمارے ساتھ عراق کے سفر میں چلو، اور اپنے اونٹوں کا کرایہ ہم سے لے لو، ورنہ یہاں تک کی بار برداری کا جو کرایہ تمہارا ہوتا ہے، وہ ہم سے لے لو!

اونٹوں والوں کی ایک جماعت نے آپ کے ساتھ چلنا منظور کر لیا، اور ایک گروہ نے اپنے کرایہ کی رقم لے لی، اور لوٹ گئے۔

ناسخ التواریخ ج6 ص28 مطبوعہ ایران

اس روایت میں دو باتیں از حد قابل غور ہیں، نمبر ایک، مقام تنعیم پہ پہنچنے کا تذکرہ، جو کہ کوفہ کے راستہ میں ہے ہی نہیں، اگر کوئی شخص یہ کہے، کہ اس زمانہ میں قافلے شہر سے نکل کے ایک مقام پہ اکٹھے ہوتے تھے، پھر جدھر کو جانا ہوتا تھا، ادھر کو چلے جاتے تھے، اس لئے وہ مقام تنعیم پہ پہنچے، تاکہ سب وہیں اکٹھے ہو جائیں!

تو تب بھی یہ دلیل غلط ہے، کیونکہ جس طرح کچھ روایات میں یہ بات پیش کی گئی ہے، کہ مکہ کے گورنر سے انہیں یہ اندیشہ لاحق ہو گیا تھا، کہ وہ ہمیں پکڑ کے قتل کروادے گا، اس لئے وہ دو دو دن کا سفر ایک ایک دن میں تیز رفتاری سے کرتے ہوئے یکم محرم کو کربلا پہنچ گئے، ان بزرجمھروں کی خدمت میں سوال ہے، کہ چار ماہ سے زائد عرصہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں ٹھہرے رہے، کوفیوں کے وفود وہاں آتے رہے، ان سے ملاقاتیں کرتے رہے، اس وقت گورنر مکہ نے ان کے خلاف کوئی کاروائی کیوں نہ کی؟

اور جو لوگ یہ گمان باطل رکھتے ہیں، کہ سیدنا حسین یزید کے خلاف خروج (بغاوت) کر کے کوفہ جا رہے تھے، ان عقل مندوں کی خدمت میں گذارش ہے، کہ اگر سیدنا حسین نے خروج (بغاوت) کرنا ہوتا، تو اس کے لئے سب سے بہترین دو مقامات تھے، ایک مدینہ منورہ، کہ جہاں مہاجرین و انصار اور ان کی اولادوں کی کثیر تعداد موجود تھی، وہاں سے تو آپ خاموشی سے مکہ چلے آئے، اب مکہ سے زیادہ بہترین مقام کوفہ سمیت خصوصا ایام حج میں اور دوسرا کوئی نہ تھا، کیونکہ ایام حج میں پوری مملکت اسلامیہ سے جس کا رقبہ چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل سے زائد تھا، لاکھوں کی تعداد میں مسلمان حج کے لئے مکہ میں اکٹھے تھے، مکہ وہ مقام ہے، کہ زمانہ قبل از اسلام ایام جاہلیت میں بھی اس کی تقدیس و حرمت کا عقیدہ عربوں کے بچے بچے کے دل میں تھا، سیدنا حسین جس مقصد کے حصول کے لئے (آپ لوگوں کے بقول حکومت کا تختہ الٹنے اور ظلم و جبر کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے) کوفہ جا رہے تھے، وہ مقصد تو یہیں پہ حاصل ہو سکتا تھا، اس لئے میری سوچ اور فکر یہ ہے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کسی بھی قسم کا خروج (بغاوت) کرنے کے لئے کوفہ نہیں جا رہے تھے، بلکہ ان کے وہاں جانے کا مقصد کوفی شر پسندوں پہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ان کی خباثتوں کو کنٹرول کرنا، اور حکومت وقت کے خلاف باغی تحریک کو کچلنا تھا، اور اس کی تائید اس خط و کتابت سے ہوتی ہے، جو سیدنا عبداللہ بن العباس اور یزید بن معاویہ کے مابین ہوئی، جس کا ذکر میں آئندہ کرنے والا ہوں!

نیز مکہ میں تمام بنو ہاشم بھی موجود تھے، اگر خروج (بغاوت) ہی کرنا ہوتی، تو مکہ سے زیادہ آئیڈیل مقام پوری مملکت اسلامیہ میں اور کوئی نہ تھا، آج پندرہویں صدی کا مسلمان تو فقط الحسین منی و انا من الحسین (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، حدیث) کے الفاظ کو لے کے سیدنا حسین کی عزت و ناموس پہ مر مٹنے اور جان دینے کا عزم پہ عزم کرتا رہتا ہے، یہ الگ بات ہے، کہ وقت کے کسی ظالم و جابر کے سامنے اسے کھڑا ہونے کا حوصلہ نہیں ہوتا!

تو کیا زمانۂ خیر القرون کے لوگ بھی ہماری ہی طرح کے صرف زبانی کلامی مسلمان تھے، کہ سیدنا حسین جو رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور سیدتنا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لخت جگر تھے، کے ساتھ خروج (بغاوت) کے لئے تیار

نہ ہوئے؟ صرف افراد خانہ ہی اس سفر پہ ساتھ چلے، کہ جس کا انجام صرف موت ہی نظر آرہا تھا!
ایک لمحے کے لئے تصور کر لیتے ہیں، کہ کروڑوں مسلمانوں میں سے کوئی ایک بھی سچا مسلمان نہ تھا نعوذ باللہ، کہ جس کو ساتھ چلنے کی دعوت دی جاتی!
تو یہاں اک اور سوال پیدا ہوتا ہے، کہ سیدنا علی کے 17 بیٹے اور چودہ بیٹیاں تھیں، جن میں سے ایک سیدنا حسن تو دنیا سے تشریف لے جاچکے تھے، بقیہ سیدنا حسین سمیت 16 بھائی زندہ موجود تھے، لیکن آپ کے ساتھ آپ کے صرف چار بھائی اور ایک بہن گئیں، بقیہ گیارہ بھائیوں کے لئے حُسینیت کے جھوٹے نام لیواؤں کا کیا فتوی ہے؟ وہ کیوں ساتھ نہیں گئے؟ کیا نعوذ باللہ وہ بھی منافق تھے؟
اور چودہ میں سے ایک بہن سیدتنا زینب ساتھ گئیں، جنہیں شریکۃالحسین کا لقب دیا جاتا ہے، یہ سیدہ زینب اس سفر پہ جانے سے قبل عبداللہ بن جعفر طیار کی بیوی تھیں، عبداللہ بن جعفر طیار سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے، جعفر طیار رضی اللہ عنہ سیدنا علی کے سگے بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے!
سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ بنو ہاشم کی وہ واحد شخصیت تھیں، جنہیں دو ہجرتوں کی سعادت حاصل ہوئی، پہلے ہجرت حبشہ اور پھر ہجرت مدینہ، جعفر طیار کو اسلام کا سب سے پہلا مبلغ بھی کہا جاتا ہے، کہ ان کی دعوت پہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اسلام قبول کیا تھا، ان کے یہ بیٹے عبداللہ بن جعفر طیار وہ شخصیت ہیں، جن کی پرورش ان کے والد کی وفات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے کی تھی!
آپ سیدنا حسین سے دس گیارہ سال بڑے تھے، کیا انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا، کہ حسین کا یہ سفر بقاء لاالہ کی خاطر ہو رہا ہے؟ مجھے اس کا ساتھ دینا چاہئے!
بلکہ انہوں نے تو ایک الٹا کام کر دیا، کہ جب ان کی اہلیہ نے اپنے بھائی کے ساتھ جانے پہ بہت زیادہ اصرار کیا، تو انہیں طلاق دے دی، جمہرۃ الانساب لابن حزم ص 33" جی ہاں" چونکئے نہیں!
آج تک آپ کو کسی شیعہ عالم یا ذاکر نے یہ بات نہیں بتائی ہوگی، کہ حقائق چھپانا اور جھوٹ ظاہر کرنا ہی ان کا دین و مذہب ہے، اور اسی پہ ان کے سارے کے سارے مذہب کی بنیاد کھڑی ہے!

جی ہاں ! سیدہ زینب کو ان کے شوہر عبداللہ بن جعفر طیار نے سفر کوفہ پہ جانے سے قبل صرف طلاق ہی نہیں دی بلکہ ان سے ان کا صرف ایک بیٹا جو بعد میں علی الزینبی کے نام سے مشہور ہوا، کو بھی اپنے پاس رکھ لیا، جن عون اور جعفر کی بات کی جاتی ہے، کہ وہ کربلا میں شہید ہوئے، وہ عون اور جعفر عبداللہ بن جعفر کے بھائی تھے، اور اگر بعض روایات کو سچا مان لیا جائے، کہ بھائی نہیں، بلکہ بیٹے تھے، تو پھر بھی ان کی والدہ سیدہ زینب نہیں تھیں، عبداللہ بن جعفر طیار کی دوسری بیویاں ان دونوں کی مائیں تھیں، تفصیلات کے لئے انساب کی کتب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، اور انساب الاشراف کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے !

دوسری بات اس روایت میں جو انتہائی قابل غور ہے، وہ راوی کے یہ الفاظ ہیں۔ (((حسین علیہ السلام نے'' کہ ''مسلمانوں کے امور کا انتظام و انصرام خدائے تعالی کی جانب سے ان سے مخصوص تھا، ان اموال کو ماخوذ کرایا))

ان الفاظ میں راوی کھلم کھلا اپنا عقیدہ بیان کر رہا ہے، کہ سیدنا حسین مفترض الطاعۃ امام تھے، اور اللہ کی طرف سے ان کو مسلمانوں کی حکومت پہلے ہی سے دے دی گئی تھی، یزید بن معاویہ نے اس کو اسی طرح غصب کر رکھا تھا، جس طرح پہلے خلفاء ثلاثہ نے نعوذ باللہ غصب کرر کھا تھا، مسلمانوں کے امور کا انتظام و انصرام یا تو اللہ کے نبی کے ذمہ ہوتا ہے، یا خلیفۂ وقت یا حکمران وقت کے ذمہ، تمام مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو چکا ہے، اب نیا نبی اور رسول تو آنا کوئی نہیں، رہی حکومت کی بات !

تو وہ بھی سیدنا حسین کے پاس نہیں، بلکہ یزید بن معاویہ کے پاس تھی، تو مسلمانوں کے امور کے " انتظام و انصرام " کے ذمہ دار سیدنا حسین کس نسبت سے تھے ؟ اگر آپ یہ کہیں، کہ نواسۂ رسول ہونے کی نسبت سے ! تو اس پہ بھی کوئی دلیل قرآن و سنت سے چاہیئے، کہ کسی نبی کے دنیا سے جانے کے بعد مملکت اسلامی کے حکمرانوں کی بجائے ان کے خاندان کے لوگ یا ان کی اولاد امت کے امور کے انتظام و انصرام کی ذمہ دار ہوتی ہے !

آپ ﷺ کے رشتہ داروں اور آپ کی تمام اولاد سے ہمیں اس لئے محبت ہے، کہ وہ مسلمان تھے، یعنی ان سے محبت کسی حسب یا نسب کی وجہ سے نہیں، اور نہ ہی قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے، قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح فرمان ہے،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ • سورۃ الحجرات آیت نمبر 12

ترجمہ :اے انسانو؛ ہم نے تم سب کو ایک مرد و ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنادئے، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً تم میں اللہ کے نزدیک وہی سب سے زیادہ معزز ہے، جو زیادہ متقی ہے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ رب العزت واضح طور پہ اللہ رب العزت کے ہاں کسی بھی حسب و نسب کی نفی فرما کے عزت و توقیر کا مستحق صرف اور صرف متقی یعنی اللہ کی اطاعت کی محبت اور اللہ کی نافرمانی کا خوف جس کے دل میں موجود ہو، اسے فرما رہے ہیں!

اور ہمارا بر صغیر کے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے، کہ جس کے نام کے ساتھ سید کا لفظ لگا ہوا ہو، وہ بھنگی ہو یا چرسی، قاتل ہو یا لٹیرا، زمانے بھر کے عیوب اس کے اندر موجود کیوں نہ ہوں، چونکہ وہ سید ہے، آل رسول ہے، سید کی توسین کو بھی سلام ہے، اس سوچ اور فکر کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں، ہاں البتہ شیعیت، ہندو مت اور انسانوں کے دیگر خود ساختہ مذاہب میں ضرور موجود ہے!

اور یہی سوچ و فکر شیعیت سے نکل کے اہل سنت کے اذہان میں بھی اس قدر سرایت کر چکی ہے، کہ بہت سارے ہمارے اہل سنت بھی اپنے کسی پسندیدہ شخص کو اس کے تقوی یا عدم تقوی کی بناء پہ پسند یا ناپسند نہیں کرتے، بلکہ ان کے لئے بھی فقط اپنی پسندیدہ شخصیت کا اپنے نام کے ساتھ صرف " سید " لکھ دینا ہی کافی ہے، چاہے وہ اصلی سید ہو، یا دو چار نسلیں پہلے بنا ہوا سید! جو کہ آج کل انتہائی عام ہے!

قرآن مجید میں ایک اور مقام پہ اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ حسب و نسب کی نفی کی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی صفت نبوت و رسالت کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، حالانکہ آپ نسباً ہاشمی قریشی ہیں، لیکن چونکہ آپ کے

صاحبزادہ ضیاء ناصر

فیضان نظر سے استفادہ کرنے والے دنیا کی ہر قوم و نسل سے تعلق رکھنے والوں نے ہونا تھا، اور آپ کی ذات ستودہ صفات کو نسبی پابندیوں میں نہیں جکڑا جا سکتا، اور نہ ہی آپ کے خاندان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کی اجازت دی کہ وہ آپ سے تعلق و رشتہ کی بنیاد پہ امت پہ مسلط ہونے کی کوشش کریں، اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہی یہ ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں، اور باقی سارے آپ کے امتی !

جن شخصیات کو اسلام میں بلند مقام ملا وہ کسی بھی حسب و نسب کی بنیاد پہ نہیں ملا، بلکہ اسلام کی خاطر برداشت کی گئیں صعوبتوں، محنتوں، مشقتوں، اور قربانیوں کی وجہ سے ملا، ان تمام کارناموں کو اگر ایک لفظ میں سمویا جائے، تو یوں کہہ سکتے ہیں، کہ " تقوٰی " ہی وہ اصل کارنامہ ہے، کہ جس کا جتنا بڑھتا گیا، اس کا دینی و دنیاوی مقام بڑھتا چلا گیا، قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے !

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِـيْمًا •

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 40

ترجمہ :(لوگو!) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں لیکن آپ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ تعالٰی ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔

اس آیت میں واضح انداز سے بتلا دیا گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں، اور باقی سارے امتی !

اُمتی ہونے کے اعتبار سے سب افراد ملت کے حقوق یکساں ہیں، ایک کو دوسرے پر نسب کے اعتبار سے کوئی فضیلت حاصل نہیں، آپ کے ساتھ تعلق رکھنے والے رشتوں میں سے صرف ایک رشتے کو امت کے بقیہ افراد پہ فوقیت حاصل ہے، اور ان کو بھی فضیلت اللہ نے دی ہے، کسی انسان نے نہیں !

اور وہ ہیں ازواج مطہرات یعنی آپ کی بیویاں !

جیسے آپ امت کے روحانی باپ ہیں، اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات امت کی روحانی مائیں ہیں، اور ہر امتی ان کا روحانی بیٹا/ بیٹی ہے، اور یہ وہی ہستیاں ہیں جن کے لئے آیت تطہیر نازل ہوئی (آیت تطہیر کی تفصیل بشرط زندگی پھر کبھی) آسان لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام امتیوں سے رشتہ ایک باپ کا

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ہے،اور ازواج مطہرات کاماؤں کا،ان کے علاوہ امت کے بقیہ تمام افراد کو تقوی کے اعتبار سے تو ایک دوسرے پہ فضیلت حاصل ہے، لیکن نسب کے اعتبار سے قطعا نہیں،اسی لئے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے!

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،اللہ تعالی نے" فیصلہ " فرمادیا ہے، کہ سب سے زیادہ" معزز" وہ ہے، جو سب سے زیادہ" متقی" ہے،خواہ وہ بے نکاحی حبشن کا بیٹاہی کیوں نہ ہو!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں مختلف طریقوں سے قطعی طور پہ ثابت کر دیا، کہ حقوق و فرائض میں تمام امتی یکساں ہیں،اگر آپ سے کسی کے نسبی رشتہ کے کچھ حقوق ایسے ہوتے، کہ جن کی پاسداری امت پہ آپ کی دعوت وشریعت کے تحت فرض ہوتی، تو یقینااس کا کچھ نہ کچھ ظہور تو آپ کی زندگی میں ہوتا،آپ ﷺ کو اس بات کا احساس تھا، کہ زمانوں کے گذرنے کے ساتھ ساتھ کس طرح تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں،اور رشتہ داریوں کو مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے،اس لئے آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس بات کا خاص اہتمام رکھا، کہ سوائے میری دعوت کی پیروی کے،میرے خاندان کا کوئی شخص کسی اور طرح امت پہ مسلط نہ ہونے پائے!

یہی وجہ ہے، کہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں مملکت اسلامیہ کا کوئی ادنی ترین عہدہ بھی اپنے خاندان(بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم) کو نہیں دیا،آپ کی زندگی میں آپ کے بزرگ چچا سیدنا عباس بھی موجود ہیں،اور چچازاد بھائی بھی،کچھ تو چھوٹے تھے، لیکن سیدنا عقیل بن ابی طالب اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تو عمر میں بھرپور جوان تھے،دیگر ہاشمی بھی موجود تھے، لیکن آپ غزوات کے سلسلہ میں جب بھی مدینہ سے باہر تشریف لے گئے، کسی ایک بھی ہاشمی یا مطلبی دوسرے لفظوں میں اپنے نسبی رشتہ داروں میں سے کسی کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کے نہیں گئے، کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی!

صرف غزوۂ تبوک کے موقع پہ اپنے اہل بیت کی خبر گیری کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا،اور مدینہ کے انتظامی امور کی بجاآوری یادوسرے لفظوں میں مسلمانوں کے امور کے انتظام وانصرام کے لئے ایک روایت کے مطابق ابن ام مکتوم اور ایک روایت کے مطابق محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا!

رسول اللہ کی ذات بابرکات کو عالمگیر اخوت کے داعی کی حیثیت حاصل ہے، نہ کہ ایسے شخص کی، جو روئے زمین پہ اپنی یا اپنے خاندان کی حکومت کے خواب دیکھ رہا ہو!

نبی ﷺ کو اس سے زیادہ کسی بھی اور کام سے اذیت نہیں پہنچائی جاسکتی، کہ آپ کے نجی و شخصی وجود کو جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کے آیا، ایسے وجود میں تبدیل کر دیا جائے، کہ جس کے دنیا سے جانے کے بعد ان کی اولاد یا رشتہ داروں کو امت پہ مسلط کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، کہ آپ کی بعثت کا مقصد نسل انسانی میں اخوت، محبت، مؤدّت اور باہمی یکسانیت کی بجائے، آپ کی اولاد میں سے کچھ افراد کی قیامت تک کے لئے برتری ہے!

اور وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں، جس سے جو چاہیں لے سکتے ہیں، جس سے جو چاہیں چھین سکتے ہیں، ایسا کوئی تصور اسلام میں موجود ہی نہیں، اور جس راوی نے بھی سیدنا حسین کے متعلق اس طرح کی روایات پیش کی ہیں، وہ سوائے جھوٹ اور دجل کے کچھ بھی نہیں!

کوفہ کی طرف روانگی سے قبل سیدنا عبد اللہ بن عباس جو اس وقت خاندان میں بزرگ ترین شخصیت ہیں، اور رشتے میں سیدنا حسین کے چچا لگتے ہیں، انہی کے گھر آپ کا پچھلے چار ماہ سے قیام ہے، امام طبرانی کی کتاب المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ ایک روایت مذکور ہے!

حدثنا علی بن عبد العزیز حدثنا اسحاق حدثنا سفیان عن ابراھیم بن میسرہ عن طاؤس قال قال ابن عباس استاذنی حسین فی الخروج فقلت؛ لولا ان یزری ذلک بی او بک لشبکت بیدی فی راسک قال؛ فکان الذی رد علی ان قال لآن اقتل بمکان کذا وکذا احب الی من ان یستحل بی حرم اللہ ورسولہ قال فذلک الذی سلّٰی بنفسی عنہ۔

المعجم الکبیر للطبرانی ج 3 ص 199 مطبوعہ بیروت

ترجمہ عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں، کہ حسین (رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے کوفہ روانگی کی اجازت طلب کی، تو میں نے کہا؛ اگر میری اور آپ کی شان کے خلاف نہ ہوتا، تو میں آپ کو سر سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ کے رکھتا، عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں، کہ اس پہ حسین (رضی اللہ عنہ) نے جواب

صاحبزادہ ضیاء ناصر

دیا، کہ میں فلاں فلاں مقام پہ قتل کر دیا جاؤں؟ یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے، کہ میری وجہ سے مکہ کی حرمت پامال ہو! عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں، کہ یہ بات کہہ کے حسین (رضی اللہ عنہ) نے مجھے مطمئن کر دیا۔

اس روایت سے دو باتیں ظاہر ہو رہی ہیں، نمبر ایک؛ کہ سیدنا حسین کو اس بات کا ادراک تھا، کہ میرے ساتھ کچھ ہونے والا ہے، جس سے مجھے جام شہادت نوش کرنا پڑے گا، بہتر ہے وہ معاملہ مکہ میں نہ ہو، تاکہ مکہ کی حرمت پامال نہ ہو!

نمبر دو، انہیں اس بات کا بھی یقین واثق تھا، کہ ایسا اقدام حکومت وقت کی جانب سے نہ ہوگا، بلکہ کسی اور طرف سے کوئی خفیہ کاروائی ہوگی، جس سے میری جان بھی چلی جائے گی، اور مکہ کی حرمت بھی پامال ہوگی کیونکہ اگر حکومت کی طرف سے انہیں خطرہ ہوتا، یا ایسا کوئی اشارہ بھی انہیں ہوا ہوتا، تو چار ماہ تک مکہ میں قیام نہ کرتے!

تمام تواریخ اس بات پہ متفق ہیں، کہ چار ماہ سے زیادہ عرصہ مکہ میں رہتے ہوئے حکومت کی طرف سے ان کے خلاف ایک ذرہ برابر بھی کوئی مخالفانہ کاروائی نہیں ہوئی تھی، حالانکہ کوفہ کی باغی تحریک کے افراد کا بار بار آنا جانا گورنر مکہ کی نظر میں تھا، اس کے باوجود کسی بھی کاروائی کا نہ ہونا، آنے جانے والے کسی وفد کو تنگ نہ کرنا، ان سے کسی بھی قسم کی پوچھ گچھ نہ کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے، کہ حکام مکہ کی جانب سے انہیں کسی بھی قسم کی سختی یا مخالفت کا سامنا نہ تھا!

مذکورہ بالا روایت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے جو سیدنا حسین کی شہادت کی پیشین گوئی کی تھی، اس کے پورا ہونے کا انہیں یقین کامل تھا، اور وہ چاہتے تھے، کہ اپنی شہادت سے قبل میں امت کے اتحاد و اتفاق کے لئے اسی طرح کوئی بڑا کام کر جاؤں، جس طرح میرے برادر بزرگ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے امت کو اتحاد کی لڑی میں پرو کے کیا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی پوری کی تھی!

آپ کے سامنے تین راستے تھے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

نمبر 1؛ جہاں موجود ہیں، وہیں قیام پذیر رہیں، اور مستقبل کے حالات کو اللہ کے سُپرد کردیں !

نمبر 2؛ مملکت اسلامیہ کی سرحدات پہ جا کے کفار کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمالیں !

نمبر 3؛ کوفہ جو اس وقت باغی تحریک کا مرکز اور گڑھ بنا ہوا تھا، وہاں جائیں، اور اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کر کے ان باغیوں کو واپس قومی دھارے میں لے آئیں، اور اُمت کی وحدت کا جو کام ان کے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، وہی کام آپ بھی کر کے آنے والی نسلوں کو یہ سبق دیتے جائیں، کہ ہم اپنے نانا کے دین میں افتراق وانتشار نہیں بلکہ اتحاد واتفاق چاہتے ہیں، جس مملکت اسلامیہ کو میرے بڑے بھائی نے ایک کیا تھا، میں بھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی خواہش رکھنے والوں کے ناپاک ارادے پورے نہیں ہونے دونگا، اس راستہ کو اختیار کرتے ہوئے اگر مجھے جام شہادت بھی نوش کرنا پڑے، تو یہ مہنگا نہیں بلکہ انتہائی سستا سودا ہے !

کیونکہ یہ شہادت اخروی مقام کی سربُلندی کے ساتھ ساتھ اُمت کے حق میں بھی مُفید ہو گی !

یہ تیسرا راستہ انتہائی مشکل تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور علی مرتضی کے بیٹے کی ہمت وبہادری میں کس کافر کو شک ہو سکتا ہے، آپ نے اسی مشکل ترین اور اہم ترین راستے کا انتخاب کیا، باوجود اس بات کے، کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے، جس قوم کی طرف میں جارہا ہوں، وہ مجھے میرے مشن " اتحاد واتفاق اُمت " میں مُمد ومعاون بننے کی بجائے میری دشمن بن کے مجھے قتل کردے گی، اور وقت نے ان کے اس اندیشے کو سچا بھی ثابت کردیا، اس بات کا ثبوت اپنے وقت کے بہت بڑے شیعہ مجتہد " سید عبدالرزاق المقرم اپنی کتاب میں خود دے رہے ہیں !

ان ھؤلاء اخافونی، وھٰذہ کُتب اھل الکوفۃ، وھم قاتلی۔ مقتل الحسین للمقرم صفحہ 175 مطبوعہ نجف

ترجمہ؛ یہ لوگ مجھے خوفزدہ کررہے ہیں، یہ اہل کوفہ کے خطوط ہیں، اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں !

مذکورہ بالا روایت سے یہ بات ازخود واضح ہو جاتی ہے، کہ سیدنا حسین کوفیوں کی چالوں اور ان کے مکروفریب کو ابتداء سفر ہی میں بھانپ چکے تھے، اسی لئے تو فرمایا، کہ یہ لوگ " مجھے خوف زدہ کررہے ہیں، یہ اہل کوفہ کے خطوط ہیں، اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ روایت کسی عام شیعہ نے اپنی کتاب میں درج نہیں کی، بلکہ سید عبدالرزاق المقرم جیسے مجتہد زمانہ شیعہ نے درج کی ہے، اور اس کتاب میں جو پوری کی پوری شہادت حسین کے موضوع پہ ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انتہائی ذمہ داری سے یہ بات سوچی تھی، کہ وقت آچکا ہے، میں اپنی وہ ذمہ داری پوری کروں، جو ایک بار پہلے میرے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ادا کرچکے ہیں،

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے تقریباً چھ ماہ بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت کرکے امت کو اتحاد و اتفاق کی جس لڑی میں پرو یا تھا، سیدنا معاویہ کی وفات کے بعد وہ لڑی ایک بار پھر افتراق و انتشار کا شکار ہونے کو تھی، آپ کے کوفہ جانے کے ارادے کے پس پُشت یہی سوچ کارفرما تھی، کہ میں وہاں جاکے باغیوں پہ کنٹرول کروں، اور انہیں صفین و جمل کی تاریخ نہ دہرانے دوں، اس راستہ میں اگر میری شہادت بھی ہو جائے، تو سودا سستا ہے، کہ اخروی سعادت کے ساتھ ساتھ امت کے لئے بھی میری شہادت باعث خیر بن جائے گی، سیدنا حسین کسی خروج (بغاوت) کے ارادہ سے کوفہ نہیں جارہے تھے، اس کی مزید تائید سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس خط و کتابت سے ہوتی ہے، جو آپ اور یزید کے مابین ہوئی، مختلف کتب تواریخ میں یہ روایت موجود ہے، اور امام ابن سعد رح نے تو اپنی کتاب میں مختلف اسناد کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے، وہ روایت یوں ہے !

وکتب یزید بن معاویۃ الی عبداللہ بن عباس یخبرہ بخروج الحسین الی مکۃ ونحسبہ جاءہ رجال من اھل ھذا المشرق فمنوہ الخلافۃ وعندک منھم خبرۃ وتجربۃ فان کان فعل فقد قطع واشج القرابۃ وانت کبیر اھل بیتک والمنظور الیہ فاکفہ عن السعی فی الفرقۃ۔

الطبقات الکبری، ج1 ص450 , تھذیب الکمال للمزی، ج6 ص420، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج14 ص210، سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج3 ص304، البدایہ والنھایہ لابن کثیر، ج8 ص164، ودیگر کتب کثیرہ۔

ترجمہ؛ یزید بن معاویہ نے عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کو خط لکھا، کہ حسین (رضی اللہ عنہ) مکہ

جا چکے ہیں، ان کے پاس اس مشرق (کوفہ) سے کچھ لوگ آکر انہیں خلافت کی امیدیں دلا رہے ہیں، آپ اہل کوفہ سے اچھی طرح واقف ہیں، اور پورا تجربہ رکھتے ہیں، اس لئے سوچ لیں کہ اگر حسین (رضی اللہ عنہ) ایسا کر گئے، تو اس سے ساری قرابت داریاں خاک میں مل جائیں گی، آپ اپنے گھر کے سب سے بڑے اور منظور نظر شخص ہیں، لہٰذا آپ حسین (رضی اللہ عنہ) کو تفرقہ ڈالنے کی کوششوں سے روکیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اس وقت خاندان میں بزرگ ترین آدمی تھے، اور رشتہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چچا بھی لگتے تھے، اور مدینہ میں رہنے والے تمام افراد خاندان جب بھی حج، عمرہ، یا دیگر کسی بھی کام سے مکہ آتے تھے، تو ان کا قیام آپ ہی کی حویلی میں ہوتا تھا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے افراد خانہ کے ساتھ یہیں قیام پذیر تھے، یقیناً سیدنا ابن عباس کے ساتھ ان کی کوفہ جانے کے متعلق کئی بار گفتگو ہوئی ہو گی، اس لئے آپ نے یزید کے مذکورہ بالا خط کا جو جواب دیا، وہ حالات کی صحیح منظر کشی کر رہا ہے !

فكتب اليه عبد الله بن عباس انى ارجو ان لا يكون خروج الحسين لامر تكرهه ولست ادع النصيحة له فيما يجمع الله به الالفة ويطفئ به النائرة۔

الطبقات الکبری، ج 1 ص 450 , تھذیب الکمال للمزی، ج 6 ص 420، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج 14 ص 210، سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج 3 ص 304، البدایہ والنھایہ لابن کثیر، ج 8 ص 164، ودیگر کتب کثیرہ۔

ترجمہ؛ عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے یزید کو جواباً لکھا، کہ مجھے پوری امید ہے، کہ (کوفہ کی طرف) حسین (رضی اللہ عنہما) کسی ایسے مقصد کی خاطر نہیں نکل رہے، جو آپ کو ناپسند ہو، اور میں انہیں پوری طرح ایسی باتوں کی نصیحتیں کرونگا، جس سے اتحاد و اتفاق قائم ہو گا، اور فتنہ و فساد کی آگ بجھے گی۔

یہاں سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مخلص بزرگ رشتہ داروں اور دیگر اکابرین امت کی بات کیوں نہ مانی؟ اور کوفی باغیوں کی باتوں کا اعتبار کر کے کیوں کوفہ کی طرف عازم سفر ہوئے؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

مندرجہ ذیل روایت میں اس بات کا مکمل جواب موجود ہے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد تھا، کہ اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کر کے امت کو مفسدین کی شرانگیزیوں سے بچا کے پھر سے امت میں اتحاد واتفاق پیدا کرنا !

مقتل الحسین للخوارزمی اور دیگر کتب شیعہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سفر کوفہ کی بابت، انہی کی زبان سے ایک روایت میں مذکور ہے !

وانی لم اخرج اشرآ ولا بطرآ ولا مفسدآ ولا ظالماً وانما خرجت لطلب الاصلاح فی امۃ جدی ارید ان آمر بالمعروف وانھی عن المنکر۔

مقتل الحسین للخوارزمی، ج5 ص414

ترجمہ؛ میرا خروج کسی سرکشی یا تکبر کی بناء پر ہے، نہ میں فساد یا ظلم بپا کرنا چاہتا ہوں، بلکہ میں تو صرف اس لئے نکلا ہوں، تاکہ اپنے نانا کی امت میں اصلاح کا کام کروں، میرا مقصد محض بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے !

اہل کوفہ پچھلی خونریزیوں کی تاریخ دہرانا چاہتے تھے، اور سیدنا حسین اپنے بڑے بھائی سیدنا حسن کی وہ سُنت دہرانا چاہتے تھے، کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بھی پوری ہوئی تھی، امت پھر سے جسد واحد کی شکل میں ابھر کے سامنے آئی تھی، اور سیدنا حسن کی بیعت کے بعد مملکت اسلامیہ کی سرحدات میں تقریبا بیس لاکھ مربع میل کے قریب وسعت پیدا ہوئی تھی، یہ بات ملحوظ خاطر رہے، کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت تقریبا بائیس لاکھ مربع میل پہ سلطنت اسلامی قائم تھی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بائیس لاکھ مربع میل پہ موجود علاقے وممالک مملکت اسلامیہ میں داخل ہوئے، اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت پوری مملکت اسلامیہ کا مجموعی رقبہ تقریباً چوالیس لاکھ مربع میل تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساڑھے پانچ سالہ دور میں ایک انچ زمین بھی فتح نہ ہوئی، سیدنا حسن کی بیعتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے بعد ان کی وفات تک بیس لاکھ مربع میل سے زائد علاقے وممالک عساکر اسلامی نے فتح کر کے مملکت اسلامیہ میں شامل کئے، اور یہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اتنا بڑا جرم (نعوذ باللہ) دنیائے شیعیت میں سمجھا جاتا ہے، کہ عام طور

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ شیعہ ان کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے، اور مجبوراً ہی انہیں دوسرا امام مانتے ہیں!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تو سلسلۂ امامت چلاتے ہیں، لیکن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد کو درخوراعتناء بھی نہیں سمجھتے، بلکہ ان کی تنقیص میں ایسی ایسی جھوٹی روایات گھڑ رکھی ہیں، کہ الامان الحفیظ!

سیدنا عبداللہ بن عباس سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم کے دور میں بصرہ کے گورنر رہ چکے تھے، بصرہ اور کوفہ کے درمیان فاصلہ تو تقریباً ساڑھے چار سو کلو میٹر کا ہے، لیکن یہ دونوں شہر سرزمین عراق پہ ہیں، اور وہاں کے رہنے والوں کے مزاج بھی قریب قریب یکساں ہیں، اہل کوفہ کا بصرہ میں بکثرت آنا جانا تھا اور سیدنا ابن عباس مفسدین کے سرکردہ لوگوں کو بھی نہایت قریب سے دیکھ چکے تھے، ان کی آراء یا مشورے کسی عام انسان کی آراء یا مشوروں جیسے نہیں تھے، اور خاندان کے بزرگ ہونے کی حیثیت سے ان کے مشوروں میں محبت، شفقت، للہیت اور خلوص موجود تھا، انہیں بخوبی اندازہ تھا، کہ مفسدین سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں، اسی لئے وہ آپ کو انتہائی شد و مد سے عراق جانے سے روک رہے تھے، طبری نے ابو مخنف کے حوالہ سے اور بلاذری نے دیگر رواۃ کے حوالہ سے سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کی ایک اور گفتگو ذکر کی ہے، جس سے میرے اس مؤقف کی مزید تائید ہوتی ہے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اصلاح احوال ہی کے لئے جا رہے تھے، لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما "المؤمن ینظر بنور اللہ" کے مصداق (کہ مؤمن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) آئندہ پیش آنے والے حالات کا مکمل ادراک رکھتے تھے،

ان دونوں اکابر کی گفتگو مذکورہ بالا دونوں کتب کے رواۃ کے الفاظ میں یوں ہے!

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کا سنا، تو ان کے پاس آئے، اور کہنے لگے!

بھائی؛ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے، کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے لگے ہیں، مجھے تو بتا دیجئے کہ آپ کا ارادہ کیا ہے؟

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ ان شاء اللہ انہی دو دن میں روانگی کا ارادہ ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، ایسا نہ کیجئے، اللہ آپ پہ رحمت فرمائے، مجھے یہ تو بتایئے، کہ کیا آپ

ایسے لوگوں میں جارہے ہیں، جنہوں نے اپنے حاکم کو قتل کر کے اپنے شہروں کی حکومت سنبھال لی ہے ؟اور اپنے دشمن کو نکال باہر کیا ہے ؟اگر وہ ایسا کر چکے ہیں!
توپھر چلے جایئے،اور اگران پہ حاکم مسلط ہیں،اور اسی کے عہدہ دار شہروں سے خراج وصول کررہے ہیں،اور پھر بھی یہ آپ کو بلارہے ہیں، تو یہ آپ کو محض جنگ چھیڑنے کے لئے بلارہے ہیں، مجھے یہ خوف ہے، کہ یہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے، آپ کو جھٹلائیں گے، آپ کی مخالفت کریں گے، آپ کا ساتھ چھوڑدیں گے،اور اگر آپ سے پیچھے ہٹ گئے، تو یہی لوگ آپ کے خلاف انتہائی سخت حملہ کردیں گے !
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں اللہ سے خیر کا طالب ہوں،اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے !
طبری نے ایک اور روایت بھی اسی سلسلہ میں ذکر کی ہے اسی روز شام کو یا اگلے دن صبح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما دوبارہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے،اور فرمایا !
بھائی! میں برداشت کرنا چاہتا ہوں، مگر مجھے صبر نہیں آتا، مجھے اس راستے میں آپ کی ہلاکت وتباہی کا اندیشہ ہے، اہل عراق دراصل دغاباز لوگ ہیں،ان کے پاس ہرگزنہ جایئے،اسی شہر (مکہ) میں ٹھہرے رہیے، کہ آپ اہل حجاز کے سردار ہیں،اہل عراق آپ کو بلاتے ہیں، توانہیں لکھئے کہ اپنے دشمن سے پہلے اپنا پیچھا چھڑائیں،اس کے بعد آپ ان کے پاس چلے آئیں گے،اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں ہے، تو یمن کی طرف چلے جایئے،وہاں قلعے ہیں، پہاڑ ہیں،اور ایک وسیع ملک ہے، آپ کے والد کے ساتھی وہاں موجود ہیں، آپ سب سے الگ تھلگ رہ کے ان سے خط وکتابت کی جئے،اور قاصد بھیجئے،اس طریقہ سے مجھے امید ہے، کہ جو بات آپ چاہتے ہیں،امن و عافیت کے ساتھ آپ کو حاصل ہو جائے گی،سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بھائی واللہ میں جانتا ہوں، آپ خیر خواہ اور مشفق ہیں، لیکن میں تو اب روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں! سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر آپ نے جانا ہی ہے، تو خواتین اور بچوں کو ساتھ نہ لے جایئے!
واللہ؛ مجھے ڈر ہے، کہ کہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح آپ بھی اپنی خواتین اور بچوں کے سامنے قتل نہ کردئے جائیں!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ خود بھی کوفیوں کی دغا بازیوں اور چال بازیوں کو اچھی طرح جانتے تھے، اسی لئے جب مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا تھا، تو طبری کے الفاظ میں انہیں یہ نصیحت کی تھی !

ثم دعا الحسین مسلم بن عقیل فیسرہ نحو الکوفۃ وامرہ بتقوی اللہ وکتمان امرہ۔

پھر حسین (رضی اللہ عنہ) نے مسلم بن عقیل کو بلایا، پس انہیں کوفہ کی جانب روانہ کیا، اور تقوی اور اپنے معاملہ کو راز میں رکھنے کا حکم دیا !

لیکن مسلم بن عقیل یہ نصیحت بھلا بیٹھے، جس کے نتیجہ میں انہیں جام شہادت نوش کرنا پڑا؛

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے روکنے کے لئے جلیل القدر صحابہ کرام نے منتیں سماجتیں کیں، لیکن آپ نے کسی کی نصیحت کو بھی درخور اعتنا نہ سمجھا،

البدایہ والنہایہ میں سیدنا جابر بن عبد اللہ جیسے جلیل القدر صحابی کی نصیحت کا تذکرہ بایں الفاظ ملتا ہے؛

کلمت حسینا فقلت لہ اتق اللہ ولا تضرب الناس بعضھم ببعض۔ البدایہ والنہایہ ج8 ص163

ترجمہ؛

میں نے اس سلسلہ میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے بات کی، اور کہا، اللہ سے ڈرو، اور لوگوں کو آپس میں نہ لڑاؤ!

البدایہ والنہایہ ہی میں علامہ ابن کثیر نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور بزرگ صحابی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں !

وقلت لہ اتق اللہ فی نفسک والزم بیتک ولا تخرج علی امامک۔ البدایہ والنہایہ ج8 ص163

ترجمہ؛ اور میں نے حسین کو کہا، اپنے دل میں اللہ سے ڈرو، اور اپنے گھر بیٹھے رہو، اور اپنے امام (یزید) کے خلاف خروج نہ کرو!

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں لفظ " امام " انتہائی قابل غور ہے!

سیدنا ابو سعید الخدری ان خوش قسمت صحابہ کرام میں سے ہیں، جن پہ اہل تشیع زبان طعن دراز نہیں کرتے، اسلئے

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کہ ان کے پسندیدہ جھوٹے راویوں نے غصب فدک والی روایات ان کی طرف منسوب کی ہوئی ہیں، جن روایات کا تفصیلی پوسٹ مارٹم میں اپنے نامکمل مضمون " غصب فدک اک افسانہ یا حقیقت " میں کر چکا ہوں(ان شاءاللہ کربلا سے فارغ ہو کے اس مضمون کو بھی مکمل کرونگا بتوفیق اللہ)

طبری اور اس کے بعد کے مؤرخین اور محققین کو تو یزید بن معاویہ کافر، فاسق، فاجر، ظالم، پلید، اور دنیا کا سب سے بُرا انسان نظر آتا ہے، لیکن ابو سعید خدری جو بلا شک وشبہ جلیل القدر صحابئ رسول تھے، اور اس وقت ان کی عمر ستر سال کے قریب تھی، آپ کی پیدائش ہجرت نبوی سے تقریباً دس سال قبل بتائی جاتی ہے، وہ تو اسے امام مانتے بھی ہیں اور برملا کہہ بھی رہے ہیں!

ایک فتوی ان کے لئے بھی وہ سُنی نماشیعہ، جن کے اذہان سبائیت کے پروپیگنڈہ نے مسموم کر رکھے ہیں، مرحمت فرمادیں، جن کے نزدیک حقائق کی بنیاد پہ یزید کا دفاع کرنے والا دشمن اہل بیت و ناصبی ہوتا ہے،

طبری ہی کی ایک روایت کے مطابق سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے ہر ممکن طریقہ سے آپ کو کوفہ جانے سے روکنے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنی کسی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے!

طبری نے ایک اور روایت میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ سے نکل جانے کے بعد بھی عبداللہ بن جعفر کی کاوشوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے!

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کے کہتا ہوں، کہ میرا خط دیکھتے ہی واپس آجایئے، مجھے ڈر ہے، کہ آپ جہاں جا رہے ہیں، وہاں آپ ہلاک نہ ہو جائیں، اور اہل بیت کو تباہ نہ کر دیا جائے، اگر آپ کو قتل کر دیا گیا، تو دنیا میں اندھیرا ہو جائے گا، اہل ہدایت کے راہنما اور اہل ایمان کا سہارا آپ ہی کی ذات ہے، روانگی میں جلدی نہ کی جیئے، اس خط کے پیچھے میں بھی آرہا ہوں، والسلام!

یہ خط آپ نے اپنے بیٹوں عون اور جعفر کے ہاتھ بھجوایا!

ضیاء ناصر

اسی پہ بس نہیں کیا، بلکہ آپ گورنر مکہ عمرو بن سعید کے پاس گئے، اور ان سے کہا، حسین (رضی اللہ عنہ) کے لئے ایک خط لکھئے، اس میں انہیں امان دینے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کرنے کا وعدہ ہو، (حالانکہ قیام مکہ کے چار ماہ کے دوران بھی گورنر مکہ نے آپ کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی، باوجود اس بات کے، کہ ، کوفیوں کے وفود کی آمد و رفت اور ان کی تمام تر سرگرمیاں اس کے علم میں تھیں) انہیں (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو) لکھئے کہ وہ واپس چلے آئیں، شاید انہیں آپ کے خط سے اطمینان ہو جائے، اور وہ راستے سے واپس آ جائیں، گورنر مکہ عمرو بن سعید نے کہا، جو آپ کا جی چاہے لکھ کے میرے پاس لے آئیں، میں اس پہ مہر لگا دوں گا، عبداللہ بن جعفر خط لکھ کے عمرو بن سعید کے پاس لے آئے، اور کہا، اس پر مہر لگا کر اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ روانہ کی جئے، تاکہ یحییٰ کے جانے سے انہیں اطمینان ہو جائے، اور وہ سمجھ لیں گے، کہ جو آپ نے لکھا ہے، وہ دل سے لکھا ہے، عمرو نے ایسا ہی کیا، یہ خط لے کے یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن جعفر دونوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، یحییٰ نے انہیں خط دیا، اور دونوں نے واپسی پر بھرپور اصرار بھی کیا۔

تاریخ طبری ج4 ص178

ان تمام تر کاوشوں کے باوجود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ تبدیل نہ کیا!

اسی طرح علامہ ابن کثیر نے مروان بن حکم جن کے بارہ میں شیعہ تو شیعہ اہل سُنت میں سے بھی اکثریت کی زبان طعن ہر وقت دراز رہتی ہے، اور ان پہ یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے، کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کیا کرتے تھے، کے ایک خط کا بھی تذکرہ کیا ہے!

البدایہ والنھایہ میں مروان بن حکم کا گورنر کوفہ عبداللہ بن الزیاد کو خط !

امابعد؛ آپ کو معلوم ہونا چاہئے، کہ، حسین بن علی آپ کی طرف آ رہے ہیں، وہ سیدہ فاطمہ کے بیٹے ہیں، جو کہ رسول اللہ کی بیٹی ہیں، خدا کی قسم! حسین سے زیادہ کوئی شخص بھی ہمیں محبوب نہیں ہے،

خبردار! غیض و غضب میں آ کے کوئی ایسا فعل نہ کر بیٹھنا، کہ اس کا مداوا نہ ہو سکے، اور عام لوگ رہتی دنیا تک اسے بھلا نہ سکیں، والسلام۔ البدایہ والنھایہ ج11 ص507

ضیاء ناصر صاحبزادہ

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تو اپنے الفاظ سے کسی بھی بات کا اظہار نہیں فرما رہے تھے، کہ کوفہ جانے کا ان کا مقصد کیا ہے، لیکن کوفیوں کے وفود کی آمد و رفت اور ان کی سابقہ کاروائیوں کو دیکھتے ہوئے، ان تمام اکابر صحابہ و تابعین کے اذہان میں یہ بات تھی، کہ یزید کی بیعت پورے عالم اسلام میں منعقد ہو چکی ہے، اس کے مقابلہ میں کسی نئی حکومت کا قیام اسلام اور مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک اور تشویشناک ہوگا، اور اس سے اُمت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا!

لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تمام اکابر صحابہ اور خاندان کے بزرگوں کے مشوروں کو رد کرتے ہوئے، اور درخور اعتنانہ سمجھتے ہوئے، اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقربا کو ساتھ لے کے مکہ سے دس ذی الحج کو نکل پڑے، آپ کو کوفہ لانے کے لئے، کوفہ سے آئے ہوئے، ساٹھ اشخاص کا وفد بھی آپ کے ہمراہ شریک سفر تھا،

سیدنا واثلہ بن واقد اللیثی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات میں عرض کیا !

آپ کا خروج بجا نہیں ہے، آپ صرف اپنی جان دینے جا رہے ہیں، اس سے باز رہیئے،

سیدنا مسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا!

اہل عراق کے خطوط سے دھوکہ میں نہ آیئے!

لیکن ان تمام مخلص احباب کی منتیں سماجتیں کسی کام نہ آئیں!

آپ کی مکہ سے کوفہ روانگی کے بارہ میں دو قسم کی روایات ہیں، آٹھ ذی الحج یوم الترویہ یعنی حج سے ایک روز قبل یا دس ذی الحج عید الاضحیٰ کے دن حج کے ایک روز بعد!

میری ترجیح دس ذی الحج ہے، کیونکہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے شایان شان یہ بات نہیں سمجھتا، کہ صرف ایک دن بعد حج جیسی عظیم عبادت ہو، آپ مکہ میں موجود بھی ہوں، اور حج چھوڑ کے کوفہ کی طرف روانہ ہو جائیں، نیز سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو آپ کو روکنے کے لئے آپ کے پیچھے گئے، ان کی شان و شخصیت سے بھی یہ بات کوسوں بعید ہے، اور وہ تو مدینہ سے آئے ہی حج کے لئے تھے، حج کو چھوڑ کے وہ کیسے آپ کے پیچھے روانہ ہو سکتے ہیں؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

بہر حال آٹھ کو روانہ ہوئے ہوں یا دس کو! یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں!

آٹھ کو چلے ہوں تو سات محرم شام کے وقت کربلا میں پہنچتے ہیں، اور اگر دس کو چلے ہوں، تو نو محرم شام کے وقت!

ایسا قافلہ جس میں سو سے زائد سامان سے لدے ہوئے اونٹ ہوں، بچے اور خواتین بھی قافلہ میں شامل ہوں، کھانا پینا، سونا جاگنا، نمازوں کی ادائیگی یہ تمام کام بھی دوران سفر کرنے ہوں، تو حسینی قافلہ کسی بھی صورت یکم محرم الحرام کو کربلا نہیں پہنچ سکتا!

مکہ سے کربلا تیس منازل کے فاصلہ پہ ہے!

اس زمانہ میں سفر کرنے والوں نے منزلیں مقرر کر رکھی تھیں، صرف دو چار آدمی اگر سفر کر رہے ہوتے تھے، تو وہ تو ان منازل سے انحراف کر سکتے تھے، یعنی دو دن کا سفر ایک دن میں جلدی کی خاطر بغیر کہیں رُکے طے کر لینا! لیکن قافلے پابند ہوتے تھے، انہی منازل پہ رُکتے ہوئے آگے بڑھنے کے، کیونکہ ان منازل پہ قافلوں اور ان میں شامل جانوروں کے لئے کھانا پینا و دیگر اشیاء ضروریہ موجود ہوتی تھیں!

اہل تشیع کے نزدیک قافلۂ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یکم محرم کو میدان کربلا میں پہنچا، جو کسی بھی طرح حقائق سے میل نہیں کھاتا، داستان طرازی اور جھوٹے مظالم کی کہانیوں کو تقویت دینے کے لئے تو یہ چل سکتا ہے، لیکن جب بھی کسی بھی شخص نے تمام حالات کا بغور مشاہدہ کیا، اس کی نظر سے یہ جھوٹ چُھپ نہ سکے، اولیں داستان گو ابو مخنف لوط بن یحیٰی نے تو حد ہی کر دی، کہ اکثر منازل کا نام ہی اپنی کتاب میں سے غائب کر گیا، اور دو دو دن کا سفر ایک ایک دن میں ظاہر کیا، یہاں ہم تمام منازل ان منازل کے نام اور درمیانی فاصلہ کا بھی ذکر کریں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس زمانہ میں سفر کی حالتوں کا بھی!

اس سے قبل ایک بات ذہن میں رکھئے، جو فاصلے میں لکھوں گا وہ اس زمانہ، کے عریبین میلز ہونگے۔

عریبین میلز انگلش میل سے لمبے ہوتے ہیں، اور انگلش میل کلومیٹر سے لمبا ہوتا ہے، آسانی کے لئے یوں سمجھ لی جیئے، آج سے تقریباً پینتیس سال قبل پاکستان میں فاصلاتی نظام میں میل پیمائش میں گز اور اوزان میں سیر استعمال

ہوتے تھے، جنہیں بھٹو دور میں اعشاری نظام سے بدلا گیا، سیر اور گز جب کلو گرام اور میٹر میں تبدیل ہوئے، تو کلو گرام کا وزن سیر سے زائد، اور میٹر کی لمبائی گز سے زیادہ ہوگئی، لیکن میل سے کلو میٹر کی تبدیلی میں کلو میٹر میل سے چھوٹا طے پایا، پینتیس چالیس سال قبل جب پاکستان میں جی ٹی روڈ پہ چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار کو کلو میٹر سے بدلا گیا، تو حد رفتار پینسٹھ کلو میٹر لکھی گئی، جو چالیس میل سے معمولی سی زائد تھی، کیونکہ میل اور کلو میٹر کا تناسب 5/8 ہوتا ہے!

عربیین میل جیو گرافیکلز کے نزدیک 1.8 کلو میٹر کے برابر ہے، اور آسٹرونومسٹ کے نزدیک 2 کلو میٹر کے برابر!

مکہ سے کربلا کا کل فاصلہ 788 عربیین میل یا 935.75 انگلش میل یا اندازاً 1418 کلو میٹرز جیو گرافیکلز کے نزدیک یا 1576 کلو میٹرز آسٹرونومسٹس کے قریب فاصلہ بنتا ہے!

جدید و قدیم تمام محققین کے نزدیک اونٹوں کے قافلوں کی اوسط رفتار اڑھائی میل فی گھنٹہ سے زائد کسی صورت نہیں ہو سکتی، ہاں صحرا یا پہاڑی علاقہ میں اس سے بھی کم ہو سکتی ہے!

788 کو اگر روزانہ کی اوسط پہ تقسیم کیا جائے، تو تیس دن میں ساڑھے دس گھنٹے مسلسل بغیر رکے سفر بنتا ہے، اور اگر اس سفر کو بائیس دنوں میں مکمل کیا جائے، تو روزانہ کے ساڑھے چودہ گھنٹے اوسطاً مسلسل سفر بنتا ہے، دن کے ٹائم پہ تین نمازیں تو لازمی سفر کے دوران آئیں گی، اگر دوپہر کے کھانے کو چھوڑ بھی دیا جائے، یعنی ظہر، عصر، مغرب!

اور اس کے ساتھ ساتھ جمع بین الصلوٰتین یعنی ظہر عصر کو اکٹھا بھی پڑھتے رہے، تب بھی کم از کم دو گھنٹے وقفہ چاہیئے،

کان کو سیدھی طرف سے پکڑیں یا الٹی طرف سے!

ڈیڑھ سو سے زائد افراد کا عورتوں، بچوں، و دیگر افراد پہ مشتمل قافلہ کسی بھی صورت یکم محرم الحرام کو کربلا پہنچ ہی نہیں سکتا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اور اگر اس قافلے کو یکم محرم کو کربلا پہنچانے کا مقصد دس دن پانی کی بندش کی دہائیاں دینا اور واویلا مچانا ہے، تو تھوڑا سا انتظار کریں، میں دس محرم کے روز بھی آپ کو آپ ہی کی کتب سے ثابت کر کے بتاؤں گا، کہ پانی تو دس محرم کو بھی موجود تھا، یہ ساری الف لیلیٰ کی داستان گھڑی گئی ہے!

مکہ سے نکلنے کے بعد؛

کچھ منازل کے ناموں میں قدیم ترین کتب اور جدید کتب میں تھوڑا سا فرق ہے، لیکن میری ترجیح وہ نام رہے، جو اکثر کتب میں مجھے ملے، لیکن منازل کے فاصلوں میں کوئی فرق نہیں!

پہلی منزل؛بُستان بنی عامر؛24 عربی میل۔

دوسری منزل؛ذات عراق؛22 عربی میل۔

تیسری منزل؛الغمرہ؛26 عربی میل۔

چوتھی منزل؛المسلح؛18 عربی میل۔

پانچویں منزل؛افیعیہ؛34 عربی میل۔

چھٹی منزل،العمق؛32 عربی میل۔

ساتویں منزل؛سلیلہ؛21 عربی میل۔

آٹھویں منزل؛معدن بنی سلیم؛26 میل۔

نویں منزل؛ربذہ؛24 عربی میل۔

دسویں منزل؛مغیثہ الماوان؛24 عربی میل۔

گیارھویں منزل؛معدن فقرہ؛33 عربی میل۔

بارھویں منزل؛الحاجر؛34 عربی میل۔

تیرھویں منزل؛ سمیراء؛34 عربی میل۔

چودھویں منزل؛توز؛20 عربی میل۔

صاحبزادہ ضیاء ناصر

پندرھویں منزل، فید؛ 31 عربی میل۔

سولھویں منزل؛ الاجفر؛ 33 عربی میل۔

سترھویں منزل؛ پرانا نام" زردود یا زردد" نیا نام الخزیمیہ؛ 24 عربی میل۔

اٹھارویں منزل؛ ثعلبیہ؛ 33 عربی میل۔

انیسویں منزل؛ قبر العبادی؛ اس کا نام بطال بھی ہے 29 عربی میل۔

بیسویں منزل؛ الشقوق؛ 29 عربی میل۔

اکیسویں منزل؛ زبالہ؛ 21 عربی میل۔

بائیسویں منزل؛ القاع؛ 24 عربی میل۔

تئیسویں منزل؛ عقبہ؛ 24 عربی میل۔

چوبیسویں منزل؛ واقصہ؛ 24 عربی میل۔

پچیسویں منزل؛ القرعا؛ 24 عربی میل۔

چھبیسویں منزل؛ المغیثہ؛ 32 عربی میل۔

ستائیسویں منزل؛ العذیب؛ 34 عربی میل۔

اٹھائیسویں منزل؛ ذو حسم؛ 26 عربی میل۔

انتیسویں منزل؛ قصر مقاتل؛ 28 عربی میل۔

تیسویں منزل؛ کربلا؛

اکثر کتب شیعہ کے مطابق کوفہ اور کربلا کے درمیان 80 سے 90 کلومیٹر کا فاصلہ ہے، کربلا دنیا کے کسی بھی محقق کی نظر میں مکہ سے کوفہ کے راستہ پہ نہیں، بلکہ شام کے راستہ پہ ہے!

قافلۂ حسینی کیوں اور کیسے کربلا پہنچا؟ اگلی اقساط میں اس کی تفصیل آئے گی ان شاء اللہ!

اس کا نقشہ بھی میں نیچے دے رہا ہوں،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ ہیں وہ تینوں سفری منازل نقشے جن سے منازل سفر کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔☆☆☆☆☆☆

یہ تمام منازل اور فاصلہ جات آپ کو کتب شیعہ میں نظر نہیں آئیں گے، صرف چند منازل کا نام آئے گا، اور مزے کی بات یہ بھی ہے، کہ جس طرح ان کی ہر کتاب میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ ایک دوسرے کے بلکل الٹ لکھا ہوا ہے، اسی طرح منازل کے نام بھی ان کی ہر کتاب اور ہر ویب سائیٹ پہ مختلف ہیں، ثبوت کے لئے دو تصاویر بھی اس پوسٹ کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں !

دلائل و براہین کے جواب میں اہل تشیع صرف اور صرف مجھے گالیاں نکال سکتے ہیں، تاکہ شور و غوغا و تمسخر کے طوفان میں ڈر کے میں خاموش ہو جاؤں، لیکن ایں خیال است و محال است و جنوں کے مصداق یہ ان کی خام خیالی ہے !

کیونکہ نہ تو میں کسی سرکاری، نیم سرکاری یا پرائیویٹ کمیٹی کی زیر نگرانی کسی مسجد کا امام یا خطیب ہوں، کہ مجھے اپنی ملازمت اور رزق کے چھن جانے کا ڈر ہو گا، اور نہ ہی میں اپنی تحاریر کے بدلے میں کسی سے کسی بھی اُجرت کا طلبگار ہوں، زندگی بھر اپنے ہاتھ سے حلال محنت و کاروبار کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالا ہے، اور آئندہ بھی اسی بات کی نیت اور ارادہ ہے، سینکڑوں دوست مجھے میسیج کر کے منتیں کرتے ہیں، کہ ہم کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں، اور میرا صرف اور صرف ایک ہی جواب ہوتا ہے، اگر آپ مجھے کچھ دینا ہی چاہتے ہیں، تو اپنی تنہائی کے لمحوں میں مانگی جانے والی دعاؤں میں مجھے شامل کر لیں، تو یہ مجھ پہ احسان عظیم ہو گا !

میرا لکھنا، میرا پڑھنا صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی و رضا اور رسول اللہ و اصحاب محمد ﷺ کے دفاع کے لئے ہے !

میری ایک ہی خواہش ہے، کہ صدیوں سے رافضیت کے مسموم پروپیگنڈا کا شکار سادہ لوح سُنی مسلمانوں، دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، سب سُنیوں تک میں حقائق کو پہنچا سکوں صرف اور صرف اللہ کی رحمت اور اس کی توفیق سے، اور الحمد للہ سینکڑوں لوگوں کا حقائق کو تسلیم کر لینا اللہ کی رحمت سے میرے مشن کی کامیابی کی دلیل ہے، اور یہی بات ان دشمنان صحابہ کو کسی پل چین سے بیٹھنے نہیں دے رہی !

ضیاء ناصر صاحبزادہ

میرا موقف پہلے دن سے یہ ہے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کسی خروج جسے بغاوت بھی کہا جاتا ہے، کے ارادہ سے نہ مدینہ سے نکلے تھے، اور نہ ہی مکہ سے، آپ صرف اور صرف اصلاح احوال کے لئے عازم کوفہ ہوئے!

یہ کس طرح ممکن ہے؟ کہ مملکت اسلامیہ جو تقریباً چھ سال تک خاک وخون میں تڑپتی رہی، ایک لاکھ کے قریب مسلمان جس میں شہید ہوگئے، بالآخر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بیعتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب دوبارہ سے وہ مملکت امن وسکون کا گہوارہ بن گئی، جس اتحاد کی خاطر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بے حُرمتی کی گئی! انہیں زخمی کیا گیا! وہ اسی مملکت اسلامیہ کے دوبارہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور اپنے بڑے بھائی اور بزعم شیعہ امام معصوم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں نکل کھڑے ہوتے؟

اور کیا آل ابو طالب، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل عبد المطلب، یا کل بنی ہاشم، یا کل حجاز کے لوگ نعوذ باللہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اتنے ہی بے غیرت، بے حمیت، یا شرم وحیا سے عاری تھے، کہ سوائے ان کے خاندان کے چند قریبی لوگوں کے کسی نے بھی ان کا ساتھ دینا گوارا نہ کیا؟

یا ان کے دلوں میں بھی سیدنا حسین یا اہل بیت رسول کی محبت نہیں تھی؟

عبد اللہ بن جعفر سگے چچازاد بھائی کے ایک روایت کے مطابق بیس اور دوسری روایت کے مطابق چوبیس بیٹے تھے، اگر ان کے دو بیٹے قافلۂ حسینی میں مان بھی لئے جائیں، حالانکہ شیعہ کتب کے مطابق وہ عون اور جعفر بھائی تھے، بیٹے نہیں تھے، تو باقی ساتھ کیوں نہیں گئے؟

اولاد علی رضی اللہ عنہ میں سے بقیہ گیارہ بھائی کیوں نہیں گئے؟

یہ تمام حقائق اس بات کا واضح ثبوت ہیں، کہ آپ کا سفرِ کوفہ خروج یا بغاوت نہیں بلکہ اصلاح احوال کے لئے تھا؛

قافلۂ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی کے فوراً بعد صرف دو اہم واقعات ہوئے ایک تو مکہ کے گورنر کا وہ خط جو عبد اللہ بن جعفر کی درخواست پہ ان کے دو بھائیوں اور گورنر مکہ کے بھائی کے ہاتھوں بھیجا گیا تھا، دوسرا خود عبد اللہ بن جعفر کا خط تھا، اس کے ساتھ دوسرا اہم واقعہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے بزرگ اور جلیل القدر صحابیٔ رسول کا علامہ ابن کثیر رح کے الفاظ میں تین راتوں کا سفر طے کر کے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کوفہ کے سفر سے روکنے کے لئے پہنچا تھا، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے عمر میں تقریباً پندرہ سولہ سال بڑے تھے، آپ کی عمر اس وقت 75 سال تھی، البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے، آپ تین راتوں کی مسافت طے کر کے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اور آپ کو آپ کے نانا جان امام الانبیاء ﷺ کا ایک فرمان سُنایا، کہ،

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، مجھے دنیا و آخرت دونوں کی نعمتیں پیش کی گئیں (اللہ کی طرف سے) اور میں نے دنیا پہ آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دی!

یہ فرمان سنانے کے بعد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گذارش کی، کہ آپ چونکہ ان کی اولاد ہیں، اس لئے دنیاوی حکومت و خلافت کی طلب سے علاحدہ رہیں، کہ یہ آپ کو حاصل نہ ہوگی!

البدایہ والنہایہ ج8 ص163

لیکن آپ نے انہیں بھی اپنے کوفہ جانے کے اصل مقصد سے آگاہ نہ فرمایا، وہ بھی ناکام ہو کے واپس چلے گئے!

جب آپ بارہویں منزل "الحاجر" پہنچے، تو وہاں سے قیس بن مُسہر کو ایک خط دے کے کوفہ روانہ کیا، اس خط کا تذکرہ تمام جدید و قدیم مؤرخین نے کیا ہے، اور یہ روایت گھڑنے والا بھی ابو مخنف ہی ہے، اس خط میں یہ بات واضح ہو رہی ہے، کہ آپ کے کوفہ جانے کا مقصد" کوفیوں کی مدد سے بغاوت برپا کرنے کا تھا "

جو مکمل طور پہ خلاف عقل و دانش ہے!

کیونکہ بغاوتیں برپا کرنے والے صرف خاندان کے چند نفوس کو ساتھ لے کے جن میں عورتیں اور شیر خوار بچے بھی شامل ہوں! بغاوت کرنے کے لئے نہیں نکلا کرتے!

ابو مخنف ہی کی اس روایت کے مطابق اس قاصد کو کوفہ پہنچنے سے قبل ہی گرفتار کر لیا گیا، اور قتل کر دیا گیا، اس روایت پہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے، کہ قیس بن مسہر الصیداوی کو تو پکڑ کے قتل کر دیا گیا، اس کے پاس جو کچھ بھی تھا، لا محالہ گورنر یا اس کے کارندوں نے قبضہ میں کر لیا ہوگا؟

پھر ابو مخنف کو ساٹھ ستر سال بعد وہ خط کیسے اور کہاں سے ملا؟

کہ اس نے اپنی کتاب میں اس کا ایک ایک لفظ نقل کیا!

اور آنے والے مؤرخین نے بھی اس کو من وعن نقل کر دیا!

اسی ابو مخنف کی ایک دوسری روایت کے مطابق قیس بن مسہر نہیں بلکہ عبداللہ بن یقطر جو سیدنا حسین کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے کے ہاتھوں خط بھیجا گیا، وہ قادسیہ کے مقام پہ گرفتار ہوئے! شیعہ مؤرخ مصنف ناسخ التواریخ کے بیان کے مطابق ان کو گرفتار کرنے کے بعد ان کی جامہ تلاشی لینے لگے، تو انہوں نے وہ خط پُرزے پُرزے کر دیا، مزے کی بات یہ ہے، کہ یہ مؤرخ" مرزا محمد تقی سپہر لسان الملک" جس نے اس واقعہ کے صدیوں بعد یہ کتاب ناسخ التواریخ لکھی، اس تک یہ خط کیسے اور کس طرح پہنچ گیا؟ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا؟

یا جہاں سے اس نے نقل کیا ہے، ان تک یہ خط یا اس کا مضمون کیسے پہنچا؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں !

ناسخ التواریخ کے الفاظ یہ ہیں،

عبداللہ بن یقطر مکتوب حسین را بر آورد و پارہ پارہ کرد چناں صبا ساخت کہ ازاں بہرہ نتوانست یافت۔

ناسخ التواریخ ج 6 ص 613 کتاب دوم، مطبوعہ ایران

ترجمہ؛ عبداللہ بن یقطر نے حسین کے خط کو نکال کر پارہ پارہ کر دیا، ایسا ریزہ ریزہ کیا، کہ کوئی اس سے کچھ مطلب نہ پا سکے!

اسی غالی شیعہ مؤرخ کے مطابق جب ان سے پوچھا گیا، کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا، کہ تو یہ نہ جان پائے، کہ اس خط میں کیا لکھا تھا !

ان روایات کو پڑھتے ہوئے عقل حیران رہ جاتی ہے، کہ یہ مؤرخین صدیوں سے کس طرح اُمت کو بیوقوف بناتے چلے آ رہے ہیں، اور جو ان کی ان جھوٹی روایتوں اور خباثتوں کے پردے چاک کرے، اس پہ حسین دُشمنی کا الزام اس طرح لگانا شروع کر دیتے ہیں، کہ وہ بیچارا ڈر کے خاموش ہو جاتا ہے،

دوران سفر ہی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی، آپ دوستوں کو یاد ہو گا، کہ میں

صاحبزادہ ضیاء ناصر

پچھلی اقساط میں یہ ذکر کر چکا ہوں، کہ عمر بن سعد کو مسلم بن عقیل نے اپنی شہادت سے قبل وصیت کی تھی، کہ تم میرے قریبی رشتہ دار ہو، میرے اوپر ایک ہزار کا قرض ہے، وہ بھی ادا کر دینا، میرا کفن دفن بھی آپ کرنا، اور بھائی حسین رضی اللہ عنہ تک میرا پیغام بھی پہنچا دینا، کہ کوفیوں نے بیعت کرنے کے بعد ہم سے غداری کی ہے، سب احوال کی اطلاع بھجوا دینا، اور کہنا یہاں نہ آئیں او مکہ واپس لوٹ جائیں!

عمر بن سعد کا قاصد آپ کے پاس اکیسویں منزل کے مقام" زبالہ" پہ پہنچا، اور آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت اور کوفہ کے حالات کی تبدیلی کی اطلاع کی، اب آپ نے یہاں سے واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا !

اس ضمن میں طبری سے پہلے کسی اور عام مؤرخ کی نہیں، بلکہ شیعوں کے مُستند و معتبر دو مؤرخین کی روایات پیش کرونگا، کیونکہ آج کل اکثر شیعہ اس بات کا انکار کرتے ہیں، کہ آپ نے واپسی کا ارادہ نہیں کیا تھا !

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، جو نویں صدی ہجری کے ایک غالی شیعہ، جمال الدین احمد بن علی الحسینی، المعروف ابن عنبہ کی تصنیف ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں!

والتصل بہ خبر قتل مسلم بن العقیل فی الطریق فاراد الرجوع فامتنع بنو عقیل من ذٰلک۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص 179 مطبوعہ نجف

ترجمہ؛ اور ان کو (حسین کو) مسلم بن عقیل کے قتل ہو جانے کی خبر جب راستہ میں ملی، تو آپ نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا، مگر فرزندان عقیل (یعنی مسلم بن عقیل کے بھائیوں) نے انکار کر دیا۔

دوسری روایت مقاتل الطالبین مطبوعہ مصر کے ص 110 کی ہے، جس کا ترجمہ یوں ہے،

فرزندان عقیل نے ان سے (حسین سے) کہا، واللہ ہم ہر گز ہر گز واپس نہ لوٹیں گے، یا تو اپنا انتقام لیں گے، یا ہم سب بھی اپنی اپنی جانیں دے دیں گے۔

الاخبار الطوال نامی کتاب، جو لکھی ہوئی تو کسی شیعہ غالی مؤرخ کی ہے، لیکن اسے منسوب کیا گیا ہے، ابو حنیفہ الدینوری کی طرف، جو اپنے وقت کے بہت بلند پایہ عالم، ماہر لُغت، انجینئر، ریاضی دان، ماہر فلکیات اور ماہر علم النحو تھے، اس کتاب کے مطابق پہلے دو اسدی (قبیلہ بنو اسد کے افراد) آپ تک پہنچے، اور آپ کو مسلم بن عقیل کی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

شہادت کی خبر دی، پھر کچھ ہی دیر میں عمر بن سعد اور محمد بن اشعث کا بھیجا ہوا قاصد ملا، اور اس نے سارے حالات سے آگاہ کیا، آپ نے واپسی کا ارادہ کر لیا، لیکن مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے انتقام کا نعرہ بُلند کر دیا، کہ یا تو ہم اپنے بھائی کے دشمنوں سے بدلہ لیں گے، یا خود بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، تو سیدنا حسین نے ان کی بات مان کے واپسی کا ارادہ ختم کر دیا !

مکہ سے ساتھ چلنے والے ساٹھ کوفیوں نے دہری چال چلی، ایک طرف مسلم بن عقیل کے بھائیوں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکائی، اور انہوں نے یہ اعلان کیا !

طبری کی روایات کے الفاظ یوں ہیں،

لا واللہ لا نبرح حتٰی ندرک ثارنا او نذوق ماذاق اخونا۔ تاریخ طبری ج 5 ص 397

ترجمہ؛ ہم ہر گز واپس نہیں ہونگے، جب تک انتقام نہ لے لیں، یا ہمارا بھی وہی انجام ہو، جو ہمارے بھائی کا ہوا ہے !

اور دوسری طرف ان کوفیوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کہا،

انک واللہ ما انت مثل مسلم بن عقیل، ولو قدمت الکوفۃ لکان الناس الیک اسرع۔

تاریخ طبری ج 5 ص 398

ترجمہ؛ یقیناً آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں (یعنی آپ کا اپنا ایک ممتاز مقام ہے) لیکن اگر آپ کوفہ پہنچ جائیں، تو لوگ آپ کی اطاعت کے لئے ٹوٹ پڑیں گے !

ان تمام حوالہ جات کو بغور پڑھئے، اور اپنی اپنی فہم و دانش سے سوال کیجئے، یہاں تک کا سفر جس مقصد کے لئے بھی تھا، وہ مقصد یہاں ختم ہو گیا، یہاں سے اگلا سفر اسلام کی سربلندی و سرفرازی یا کفر، فسق و فجور کی سرکوبی کے لئے نہیں تھا، اب تک کا سفر جو اس خبر سے ملنے سے قبل تک تھا !

وہ جہاد تھا؟

خروج (بغاوت) تھا؟

یا کوفیوں کی اصلاح تھی؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اس کی بحث اب ختم ہو گئی، کیونکہ آپ نے واپسی کا اعلان کر دیا!

واپس جانے کے اعلان سے قبل بھی وہ مقصد سفر تو صرف اور صرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے دل و دماغ میں تھا، جس کا انہوں نے کسی کے سامنے بھی اعلان یا اظہار تک نہ کیا تھا!

لیکن یہاں تو واضح اعلان نظر آ رہا ہے!

مسلم بن عقیل کے بھائیوں کے انتقام کے نعرے پہ آپ کا ان کے ساتھ چلنا، اور یہ کہنا، کہ تمہارے بعد ہمیں بھی زندگی کا لطف نہیں، تاریخ طبری ج6 ص220

یہ حوالہ جات بڑی وضاحت سے اعلان کر رہے ہیں، کہ پہلے کے تمام ارادے اور تمام مقاصد اب ختم ہو گئے!

اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سفر واقعی ہی اسلام کی سربلندی و سرفرازی کے لئے ہوتا، تو آپ مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر سن کے واپسی کا ارادہ نہ کرتے، بلکہ یوں ارشاد فرماتے!

ہم جس بلند مقصد کے لئے گھروں کو چھوڑ کے نکلے ہیں، اس مقصد کی خاطر جانیں تو قربان کرنی پڑتی ہیں، اور مسلم بن عقیل تو اس راستہ پہ ہم سے سبقت لے جانے والا ہے!

ہم جس مقصد کے لئے گھر سے نکلے تھے، میں ابھی بھی اسی مقصد و ارادہ پہ قائم ہوں، اور اپنے مقصد سے بال برابر بھی پیچھے نہیں ہٹونگا!

لیکن " فاراد الرجوع" واپس لوٹ جانے کا ارادہ" کے الفاظ کچھ اور کہانی سنا رہے ہیں!

کہ یہاں سے اب اک نیا مقصد و ارادہ شروع ہو گیا!

اور وہ تھا خون مسلم بن عقیل کا انتقام!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا اگر ایک ظالم، کافر، فاسق و فاجر کے خلاف بطور خروج (بغاوت) تھا! تو اپنے چچا زاد بھائی کی شہادت کی خبر سُنتے ہی واپسی کا ارادہ کیوں کیا؟

کیا اب یزید کا ظلم، جبر، فسق و فجور ختم ہو گیا تھا؟

یا اس نے کسی ذریعہ سے اپنے نیکوکار ہونے کی اطلاع آپ تک پہنچا دی تھی؟

جولوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سفر کو خروج (بغاوت) کہتے ہیں،ان کے پاس قیامت تک اس بات کا جواب کوئی نہیں، کہ صرف ایک شخص کی شہادت کی خبر سُنتے ہی جو آپ کا چچازاد بھائی اور بہنوئی تھا، آپ نے واپسی کاارادہ کیوں کیا؟

اگرنانا کے دین کو بچانے کے لئے اور یزید اوراس کی حکومت کے خلاف جہاد کرنے کے لئے نکلے تھے؟

تو جہاد کے لئے نکلنے کے بعد واپس مڑنا یامڑنے کاارادہ کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے!

کیاسیدنا حسین رضی اللہ عنہ جیسی اولوالعزم ہستی کسی کبیرہ گناہ کا جان بوجھ کے ارتکاب یاارادہ کرسکتی تھی؟

نہیں ہر گز نہیں!

ان کے بارہ میں یہ سوچنا بھی گناہ عظیم اوران کی توہین ہے،نہ ہی وہ جہاد کے لئے نکلے تھے،اور نہ ہی وہ بغاوت کے لئے نکلے تھے!

مندرجہ بالاروایات میرے مؤقف کی تائید کرتی ہیں، کہ آپ کا کوفہ جانے کا مقصد وارادہ صرف اور صرف کوفیوں کوراہ راست پہ لانے اور دوبارہ امت کواتحاد واتفاق کی لڑی میں پرونے کا تھا!

مسلم بن عقیل کے فرزندوں نے انتقام کاجو نعرہ بلند کیا، یہ نعرہ انہیں مکہ سے کوفہ لیجانے کے لئے آنے والے ان ساٹھ کوفی شاطروں اور عیاروں نے دیا تھا، جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بھی یہ کہا، کہ آپ میں اور مسلم بن عقیل میں بہت فرق ہے!

وہ اک عام انسان تھے، بے شک آپ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے،

لیکن آپ نواسۂ رسول ہیں، آپ کے وہاں پہنچتے ہی وہاں کے حالات تبدیل ہو جائیں گے، اور سب لوگ آپ کے ہاتھ پہ بیعت کرلیں گے!

مسلم بن عقیل کے بھائیوں کی انتقام کی ضد صرف کسی جھوٹے راوی کی روایت کے الفاظ میں ہی نہیں، بلکہ سیدنا حسین کے پوتے جناب زید بن علی بن حسین اور سیدنا عبداللہ بن عباس کے پوتے داؤد بن علی بن عبداللہ بن

صاحبزادہ ضیاء ناصر

عباس جیسے مضبوط اور ثقہ راویوں کی ہے، جو اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے ان چچازاد بھائیوں اور ساٹھ کوفیوں کے اصرار کرنے پہ آگے بڑھ جاتے ہیں!

سیدنا حسین اپنے قافلہ کے ساتھ قادسیہ کے مقام سے ابھی تقریباً 3 میل پیچھے ہیں، کہ کچھ دیہاتیوں سے ملاقات ہوتی ہے، ان سے آپ کوفہ کے حالات پوچھتے ہیں، طبری نے اسے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے،

عبید اللہ بن الزیاد نے حکم دیا، کہ واقصہ اور شام وبصرہ کے درمیان پہرہ لگا دیا جائے، اور کسی کو بھی آنے جانے سے روک دیا جائے، چنانچہ سیدنا حسین ان حالات سے بے خبر آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی ملاقات چند اعرابیوں (دیہاتیوں) سے ہوئی، اور آپ نے ان سے حالات دریافت کئے، تو انہوں نے کہا، واللہ، ہمیں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں، کہ نہ ہم کوفہ جاسکتے ہیں، اور نہ وہاں سے نکل سکتے ہیں، راوی کہتے ہیں، کہ یہ سُننے کے بعد حسین (رضی اللہ عنہ) نے اپنا رُخ شام (دمشق) کی طرف موڑ لیا، جہاں یزید بن معاویہ موجود تھے۔

تاریخ طبری ج 3 ص 299

قافلۂ حسین شام (دمشق) کی طرف روانہ ہوا، تو تھوڑا آگے چل کے حُر بن یزید تمیمی سے آمنا سامنا ہوا، جو اپنے فوجی دستے کے ساتھ آپ ہی کی تلاش میں نکلا تھا،

حُر نے آپ سے استفسار کیا، آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا، اسی شہر کوفہ جانے کا ارادہ ہے! حُر نے عرض کی آپ واپس تشریف لے جائیے، اس شہر میں آپ کے لئے "خیر" کی کوئی امید نہیں!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے حُر بن یزید کو بتایا، کہ میں خود نہیں آیا بلکہ بے شمار خطوط لکھ کے بُلوایا گیا ہوں!

حُر نے جواب دیا،

اناواللہ ماندری ماھذہ الکتب التی تذکر۔ تاریخ طبری ج 3 ص 306

ترجمہ: اللہ کی قسم، ہمیں کچھ خبر نہیں، آپ کن خطوط کا تذکرہ کر رہے ہیں؟

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دینے کی بجائے اپنے ایک ساتھی کو حکم کیا،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

فقال الحسین؛ یاعقبۃ بن سمعان، اخرج الخرجین الذین فیھما کتبھم الی فاخرج خرجین مملوئین صحفا فنشرھا بین ایدیھم۔ تاریخ طبری ج 5 ص 402

ترجمہ؛ حسین (رضی اللہ عنہ) نے کہا، اے عقبہ بن سمعان ! ان دو بوریوں کو نکالو، جن میں میرے نام اہل کوفہ کے خطوط ہیں (مجھے بلانے کے لئے دعوت نامے بھیجے گئے ہیں) انہوں نے خطوط سے (لبالب) بھری ہوئی ان دونوں بوریوں کو نکالا، اور خطوط حُر اور اس کے ساتھیوں کے سامنے پھیلا دئے !

حُر نے وہ خطوط دیکھنے کے بعد آپ سے اصرار کیا، آپ شام نہ جائیں، بلکہ میرے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کے پاس کوفہ چلیں، لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بات نہ مانی، اور شام کی طرف اپنا سفر جاری رکھا، جب کربلا کے مقام کے قریب پہنچے تو عمر بن سعد اور اس کے فوجی دستے سے آمنا سامنا ہوا !

محمد بن جریر الطبری سے بھی پہلے کے مؤرخ اور ماہر انساب امام احمد بن یحیی، البلاذری المتوفی 279 ہجری نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں اس بارہ میں مندرجہ ذیل روایت پیش کی ہے، جس میں تفصیل بھی زیادہ ہے، اور اس کے تمام راوی بھی ثقہ ہیں !

حدثنا سعدویہ حدثنا عبادبُن العوام حَدَّثَنِی حصین حَدَّثَنِی ھلال بن إساف قال: أمر ابن زیاد فأخذ ما بین واقصۃ إِلَی طریق الشَّام إِلَی طریق البُصْرَۃ فلا یترک أحد یلج ولا یخرج فانطلق الحُسَیْن یسیر نحو طریق الشَّام یرید یزید بن مُعَاوِیَۃ فتلقتہ الخیول فنزل کربلاء وَکَانَ فیمن بعث إِلَیْہِ عمر ابن سعد بن أبي وقاص وشمر ابن ذي الجوشن وحصین بن نمیر فناشدھم الحُسَیْن أن یسیروہ إِلَی یزید فیضع یدہ فِي یدہ فأبوا إِلا حکم ابن زیاد۔

انساب الاشراف للبلاذري: ج 3 ص 173 مطبوعہ بیروت

ترجمہ؛ عبید اللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ واقصہ اور شام وبصرہ کے درمیان پہرہ لگا دیا جائے، اور کسی کو بھی (اندر باہر) آنے جانے سے روک دیا جائے، چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ سے ملنے کے لئے شام کی طرف چل پڑے پھر راستہ میں گھوڑ سواروں نے انہیں روک لیا اور وہ کربلا میں رک گئے ان گھوڑ سواروں میں عمر بن سعد بن ابی وقاص، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن نمیر تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا !

کہ انہیں یزید بن معاویہ کے پاس لے چلیں تاکہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ہم عبید اللہ بن زیاد کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔

یہ روایت صحیح مسلم کی شرائط پر صحیح ہے، اس روایت کے تمام رواۃ صحیح بخاری و صحیح مسلم سمیت صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں، اور کسی بھی محدث نے ان راویوں کو غیر ثقہ نہیں کہا۔

مذکورہ بالا روایت تو خروج(بغاوت) یا جہاد سب تصورات کی عمارت کو زمین بوس کر رہی ہے!

اہم ترین الفاظ اس روایت کے جو قابل غور ہیں!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ کہ انہیں یزید بن معاویہ کے پاس لے چلیں تاکہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں،

اگر یزید ظالم، کافر، فاسق، فاجر تھا، اور سیدنا حسین کا مدینہ سے لے کے کوفہ کے قریب تک کا یہ سارا سفر لا الہ الا اللہ کو بچانے کے لئے تھا! جس کو نعوذ باللہ یزید ختم کرنے کے درپے تھا!

تو ایسے ظالم کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، یعنی اس کی بیعت کرنے کا ارادہ کر لینا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کی شان اور وقار کے منافی ہے، سر داد نہ داد دست در دست یزید، سر قلم کروا لیا لیکن یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا، کی شب و روز دہائیاں دینے والے مجھے ان الفاظ کا(فناشدھم الحُسَیْن اَنْ یسیروہ اِلَی یزید فیضع یدہ فِی یدہ) کوئی اور مفہوم تو نکال کے دکھائیں؟

سیدنا حسین اپنا جو بھی مؤقف مکہ سے لے کے چلے تھے، وہ تو صرف ان کے اور اللہ کے مابین تھا!

کیونکہ آپ نے قطعاً کوئی اشارہ تک بھی نہ کیا، کہ میں کوفہ کس مقصد سے جا رہا ہوں، لیکن یہ روایت چیخ چیخ کے کہہ رہی ہے، کہ راستہ میں آپ نے یزید کی بیعت کا ارادہ کر لیا تھا !

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت پر دل میں راضی ہو چکے تھے اور باقاعدہ اسے عملی شکل دینے پر بھی آمادہ تھے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سفر کوفہ جہاد کی نیت سے نہیں تھا اور نہ وہ کبھی بھی دشمن کے ہاتھ میں ہاتھ دینے

پر آمادہ نہ ہوتے !

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یزید بن معاویہ سے ہمدردی والفت کی توقع وامید تھی اگر ایسانہ ہوتا، تو وہ اہل کوفہ کی غداری دیکھ کے اپنا رُخ شام کی طرف نہ کرتے ! اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی بات بھی ہرگز نہ کرتے !

نو محرم کی شام قافلہ حسینی کربلا کے میدان میں پہنچتا ہے، ان کے خیموں سے کچھ دور ابن الزیاد کے بھیجے ہوئے فوجی دستے بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتے ہیں، ان میں تین اشخاص، عمر بن سعد بن ابی وقاص، شمر بن ذی الجوشن، حصین بن النمیر اپنے اپنے دستہ کے کمانڈر ہیں !

میدان کربلا میں گورنر کوفہ کے حکم سے آنے والے تین افراد، عمر بن سعد بن ابی وقاص، حصین بن نمیر، شمر بن ذی الجوشن، ان میں سے عمر بن سعد بن ابی وقاص کا مسلم بن عقیل کے آخری وقت میں تذکرہ کر چکا ہوں اور ساتھ یہ بھی عرض کیا تھا، اس نام کو یاد رکھیں، اس کی تفصیل آئندہ آئے گی !

آج سے کچھ عرصہ قبل تک تو قافلہ حسین کو شہید کرنے والا یزید، عبید اللہ بن الزیاد، شمر بن ذی الجوشن عمر بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ کو کہا جاتا تھا، لیکن اب ترقی کر کے سیدھا سیدھا یہ کہا جاتا ہے، کہ سیدنا حسین کے قاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کی اولاد تھے !

پہلے صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بکواسات کئے جاتے تھے، سانحہ کربلا کے سلسلہ میں، کسی اور صحابی کو اس بارہ میں کھلم کھلا مطعون نہیں کیا جاتا تھا، ویسے تو تمام صحابہ کرام کو نعوذ باللہ کافر، مرتد، منافق کے القابات دیئے جاتے تھے، لیکن سانحہ کربلا کا ذمہ دار صرف سیدنا معاویہ اور ان کے بیٹے یزید کو ٹھہرایا جاتا تھا، لیکن ہمارے بعض اکابر کی روایت پرستی دیکھ کے، کہ ان کے سامنے پرانے کسی بھی مؤرخ کی جھوٹی روایات پیش کر دی جائیں، تو یہ بلا چوں وچرا تسلیم کر لیتے ہیں، کہ آج سے سات آٹھ سو سال قبل یا ہزار بارہ سو سال قبل کے مؤرخین نے اپنی کتب میں یہ روایات درج کر دی ہیں، تو ہم ان روایات کی تحقیق میں کیوں پڑیں ؟

دشمنان صحابہ کرام امت کو صحابہ کرام سے متنفر کرنے کے لئے، اک نیا دعویٰ سامنے لے کے آئے ہیں، کہ شہادت حسین کے اصل ذمہ دار، رسول اللہ کے صحابہ اور صحابہ زادے تھے !

آیئے ہم دیکھتے ہیں، آج کل اس واقعہ کے بارہ میں سب سے زیادہ جس شخصیت عمر بن سعد بن ابی وقاص کو الزامات کی سولی پہ لٹکایا جارہاہے، یہ عمر بن سعد بن ابی وقاص کون ہیں؟

ان کے والد کا شماران دس صحابہ جن کو رسول اللہ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی میں ہوتا ہے!

ان کی صرف یہی ایک فضیلت نہیں، کہ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں!

ان کی دوسری فضیلت یہ ہے، کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں!

ان کی تیسری فضیلت یہ ہے، کہ غزوۂ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ہاتھوں سے تیر پکڑاتے جاتے تھے، کہ وہ دشمن پہ تیر برسائیں!

ان کی چوتھی فضیلت یہ ہے، سعد بن ابی وقاص کائنات کی وہ واحد ہستی ہیں، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نہیں، کئی بار غزوۂ احد کے دن تیر پکڑاتے ہوئے فرمایا تھا، سعد میرے ماں باپ تیرے اوپر قربان ہوں!

اور یہ وہ فضیلت ہے، کہ پوری نسل انسانی میں کسی پیغمبر کے صحابی کو نہیں ملی!

کہ وقت کے نبی یا رسول نے اپنے کسی امتی کو یہ الفاظ کہے ہوں، کہ میرے ماں باپ تیرے اوپر قربان!

عربوں میں یہ جملہ محبت واحترام کی انتہا میں بولا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، تو ساری کائنات کے مسلمان یہ کہتے ہیں، " یارسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پہ قربان!

ان کی پانچویں فضیلت یہ ہے، کہ یہ سابقون الاولون (شروع میں ایمان لانے والے) صحابہ میں سے ہیں،

ان کی چھٹی فضیلت یہ ہے، کہ مدینہ منورہ کی طرف اولیں ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں،

ان کی ساتویں فضیلت یہ ہے، کہ نزول وحی کے ساتویں روز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پہ آپ نے اسلام قبول کیا، اور آپ تیسرے مسلمان تھے!

آپ کی آٹھویں فضیلت یہ ہے، کہ آپ بیعت رضوان کے شرکاء میں شامل تھے!

آپ کی نویں فضیلت یہ ہے، کہ فتح مکہ کے موقع پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین صحابہ کو علم بردار

صاحبزادہ ضیاء ناصر

مقرر کیا تھا، ان میں سے ایک آپ تھے !

آپ کی دسویں فضیلت یہ ہے، کہ غزوہ حنین میں خطرناک ترین حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی

تلک عشرۃ کاملہ !!

بڑے بڑے چند فضائل میں نے گنوائے، وگرنہ اس شخصیت پہ پوری ایک کتاب لکھی جائے، تو وہ بھی کم ہے۔

جس کے لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ بولیں، اور بار بار بولیں، کہ میرے ماں باپ آپ پہ قربان، اس شخصیت کی عظمت شان کتنی بلند ہو نگی ؟

رسول اللہ تو انہیں یہ الفاظ کہہ رہے ہیں، جس سے انتہاءِ محبت ظاہر ہو رہی ہے !

لیکن دین اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذات اور ان کے مشن کے دشمن اولاد یہود ان کے لئے کیا الفاظ استعمال کر رہی ہے، چلتے چلتے مختصر اصرف ایک حوالہ بہت بڑے شیعہ مجتہد کا بتاتا چلوں،

سعد بن ابی وقاص قارون ھذہ الامۃ۔ مقدمۃ البرھان لابی حسن العاملی، ص280 مطبوعہ ایران

ترجمہ؛ سعد بن ابی وقاص اس امت کا قارون ہے (نعوذ باللہ)

کیونکہ ان سعد بن ابی وقاص کا قصور یہ ہے، انہوں نے ایران فتح کر کے اسلام کی جھولی میں ڈالا، اس لئے انہیں اس امت کا قارون کہا جارہا ہے، انہی سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عمر ہیں، جو طبری کے بقول صغار صحابہ (جو صحابہ رسول اللہ کی وفات کے وقت چھوٹے تھے سیدنا حسین کا شمار بھی ان ہی صغار صحابہ میں ہوتا ہے) میں سے ہیں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کے بیٹے ہونے کی وجہ سے سیدنا حسین کے رشتہ میں نانا لگتے ہیں، عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے جو فوجی دستے سیدنا حسین کو روکنے کے لئے کربلا کی طرف بھیجے گئے، ان میں سے ایک دستے کی کمان آپ کے ہاتھ میں تھی، آپ پہ ایک بے سروپا الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے، کہ عبیداللہ بن الزیاد نے آپ سے وعدہ کیا تھا، کہ اگر آپ حسین کو قتل کر دیں، تو آپ کو " رے " (طہران، ایران کا موجودہ دارالحکومت) کی حکومت دے دونگا !

یہ بات اس لئے بے سر وپا ہے، کہ عبید اللہ بن زیاد مملکت اسلامیہ کا حکمران نہیں، بلکہ ایک صوبے کا گورنر تھا، جسے دوسرے صوبہ " کوفہ " کی اضافی ذمہ داری سونپی گئی تھی، تاکہ وہاں کے حالات کو ٹھیک کرے، وہ کس طرح سینکڑوں میل دور کسی اور علاقے کی امارت اپنی مرضی سے کسی اور کو دے سکتا ہے؟

حسینی قافلے کا آخری پڑاؤ کربلا کے میدان میں ہوتا ہے، یہ کربلا جسے سنگلاخ زمین، اور پتہ نہیں کیا کیا کہا جاتا ہے، یہ نہ تو سنگلاخ زمین تھی، اور نہ ہی ایسی زمین جو متروک ہو !

یہ سرسبز وشاداب اور زرخیز اراضی والی زمین تھی !

زرعی مشینری آنے سے قبل پاکستان کے دیہاتوں میں گندم کے پودوں سے دانے نکالنے کے لئے کھیتوں کے بیچ ایک مقام بنایا جاتا تھا، جہاں سوکھی گندم پھیلا کے اس پہ بیل مسلسل چلائے جاتے تھے، تو گندم کا بھوسہ الگ اور دانے الگ ہو جاتے تھے، اسے غلہ پچھوڑنے کا میدان کہا جاتا تھا، یہ کربلا کا میدان بھی غلہ پچھوڑنے کا میدان تھا، معجم البلدان ودیگر کئی شیعہ کتب کی تصریحات کے مطابق اس جگہ کو ارض الطف بھی کہا جاتا ہے !

یہاں سیدنا حسین کی سوچ وفکر پھر تبدیل ہو جاتی ہے، ایک ایک کر کے اپنے اعزہ واقربا اور جلیل القدر صحابۂ کرام کی نصیحتیں یاد آتی ہیں، کہ کس کس انداز سے انہوں نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی؟

سیدنا حسین گہری سوچ وفکر کے بعد اپنا ایک ذہن بنا لیتے ہیں، اور اسی مقام پہ عمر بن سعد کے ساتھ مذاکرات کرتے ہیں !

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عمر بن سعد کے سامنے تین شرائط رکھتے ہیں، آج کل کا رافضی ان شرائط کا انکار کرتا ہے، لیکن یہ تینوں شرائط میں روافض ہی کی کتب سے ثابت کرونگا ان شاء اللہ !

پہلی شرط: مجھے مکہ واپس جانے دو !

دوسری شرط: مجھے یزید کے پاس جانے دو، تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کے بیعت کرلوں !

تیسری شرط: مجھے اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو، تاکہ میں کفار کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اپنی بقیہ زندگی صرف کردوں !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

شیعہ مذہب کا بہت بڑا مجتہد سید شریف مرتضٰی اپنی کتاب الشافی میں ان شرائط کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے!

حسین(رضی اللہ عنہ) نے عمر بن سعد سے کہا، میری تین باتوں میں سے ایک بات مان لو، یا تو مجھے اس جگہ واپس جانے دو، جہاں سے میں آیا ہوں، یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پہ رکھ دوں،

وہ میرے چچا کا بیٹا ہے، وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا!

یا مجھے مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو، کہ میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں!

الامامۃ والسیاسۃ نامی کتاب بھی کسی غالی رافضی کی لکھی ہوئی ہے، اور اسے جعلی طور پہ امام ابن قتیبہ الدینوری جن کی وفات 276 ہجری میں ہوئی، کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جیسے کہتے ہیں، نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے!

اسی طرح اس کتاب کے لکھنے والے نے ابن قتیبہ کی وفات کے کافی عرصہ بعد کے حالات بھی اس میں لکھ مارے ہیں، اگر اس کتاب کو ابن قتیبہ رح کی کتاب مان لیا جائے، تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا، کہ مردے بھی کتابیں لکھ لیتے ہیں، اور وہ بھی اپنی وفات کے بہت عرصہ بعد والے حالات کی!

اس کتاب کی جلد 2 صفحہ 6 پہ بھی ان شرائط کا تذکرہ ہے،

اس میں تیسری شرط کے الفاظ اس طرح ہیں!

مجھے ترکوں کے مقابلے پہ بھیج دو، تاکہ ان سے لڑتا ہوا جام شہادت نوش کر لوں!

ان تینوں شرائط کا تذکرہ شیعہ کی مندرجہ ذیل معتمد و مستند کتب میں بھی موجود ہے!

ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار ج 10 ص 436

مجتہد طبرسی کی اعلام الوری ص 233

مجتہد ابو الفرج اصفہانی کی مقاتل الطالبین ص 75

مجتہد مرزا محمد تقی کی ناسخ التواریخ ج 6 ص 237

مجتہد ابو جعفر طوسی کی تلخیص شافی، ص 471

صاحبزادہ ضیاء ناصر

مجتہد شیخ عباس قمی کی منتھی الآمال ج1ص334

مجتہد سید شریف مرتضی کی تنزیہ الانبیاء والائمہ ص177

مجتہد شیخ مفید کی الارشاد ص201

یہ تمام کتب شیعہ کی معتمد کتب ہیں!

اور ان میں یہ الفاظ موجود ہیں!

میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دونگا پھر وہ جو چاہے کرے !

ان کتب کے علاوہ اہل سنت کی تو بے شمار کتب میں ان شرائط کا تذکرہ انہیں الفاظ میں موجود ہے!

مثلا،تاریخ ابن اثیر ج4ص24,

البدایہ والنھایہ ج8ص170

شرح عقائد صفحہ 451،

الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج1ص232،

تاریخ ابن خلدون ج2ص104،

تاریخ الخلفاء ص124،

راس الحسین ص20،

تاریخ دمشق ج4ص335،

ماثبت من السنہ ص26

کس کس کتاب کا نام لکھوں؟

اوہ اصل مؤرخ صاحب کا نام تو رہ ہی گیا، جناب ابن جریر طبری صاحب جو اتنے خوش قسمت ہیں، کہ صحابہ کرام پہ بکواسات کرنے اور لعنتیں بھیجنے کے باوجود اکثر اکابرین اہل سنت انہیں اپنا امام مانتے ہیں، اور ان کی کتاب میں

صاحبزادہ ضیاء ناصر

لکھی ہوئی جھوٹی روایات کو حروف قرآنی سمجھ کے ان کے حوالے دیتے ہیں، تو آیئے ان سے پوچھتے ہیں، وہ ان تین شرائط کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں !

موصوف اپنی تاریخ طبری کی ج 3 ص 313 پہ ان ہی تین شرائط کا تذکرہ فرماتے ہوئے سیدنا حسین کی یزید کے پاس بھیجنے کی شرط کے تذکرے میں " امیر المؤمنین یزید " کے الفاظ لکھتے ہیں، کہ سیدنا حسین نے کہا مجھے " امیر المؤمنین یزید " کے پاس بھیج دیں !

میں یہاں اپنے تمام قارئین چاہے ان کا تعلق اہل السنت کے ساتھ ہے یا اہل التشیع کے !

ان سے ایک بار پھر دردمندانہ گذارش کرونگا، اپنے دل و دماغ سے تعصب اور جذباتی محبت کی پٹی اتار کے اپنی عقل و خرد کو حقائق کی کسوٹی پہ رکھ کے تھوڑی دیر کے لئے اپنے اپنے والدین، معاشرے یا قصہ گو ملاؤں و ذاکروں سے سُنے ہوئے عقائد و نظریات کو ایک طرف رکھ کے سوچیں !

یزید کے نام کے ساتھ امیر المؤمنین کے الفاظ لگانے والی ہستی میری اور آپ کی محبوب ہستی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ہے !

چلیں اگر کوئی کہتا ہے، کہ اس نے طبری کی باقی ساری باتیں تو ماننی ہیں، لیکن یہ والی روایت نہیں ماننی !

کوئی بات نہیں، پچھلی سطور میں شیعہ و سنی کتب کے حوالے جلد نمبر اور صفحہ نمبر کے ساتھ دے چکا ہوں، جن تمام کتب میں " یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے " کا تذکرہ ہے، وہ تمام حوالے دو باتوں کا برملا اعلان کر رہے ہیں !

یا تو یزید میں وہ تمام برائیاں نہیں تھیں ؟

جن کا آج شیعہ تو شیعہ سُنی بھی شیعہ محبت میں بڑے ذوق و شوق سے تذکرہ کرتے ہیں یا پھر !!

نعوذ باللہ نعوذ باللہ سیدنا حسین بہت ہی بزدل انسان تھے، کہ موت کے ڈر کی وجہ سے یزید جیسے شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے پہ رضامندی کا اعلان کر دیا !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ایک بات تو ماننی ہی پڑے گی!

اور وہ بات یہی ہے، کہ سیدنا حسین جس نانا کے نواسے تھے، وہاں ڈر، خوف، کا تصور کرنے سے تو ہمیشہ کے لئے ایمان ہی سلب ہو جاتا ہے!

تو لامحالہ یزید کے فسق و فجور کا انکار کرنا ہی پڑے گا، کہ اس کے بناء کوئی چارۂ کار ہی نہیں!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یہ شرائط ان جاہل، ضدی اور متعصب لوگوں کے سیاہ چہروں پہ حق و صداقت کا زوردار طمانچہ ہیں، جس طمانچے کے درد سے یہ قیامت تک بلبلاتے رہیں گے!

علی مرتضی کا بہادر لخت جگر، سیدۃ النساء الجنۃ کی گود میں پلنے والا غیرت و شجاعت کا کوہ گراں، امام کائنات کے کندھوں پہ سواری کرنے والا پیارا نواسہ، وہ شہزادہ جس کی زبان کو امام الانبیاء فرط محبت میں چوسا کرتے تھے، آج اسی زبان سے یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کا اعلان کر کے یہ ثابت کر رہا ہے، اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو یہ سبق دے رہا ہے، جس طرح پونے تین سو صحابہ اور پانچ امہات المؤمنین نے یزید کو اپنا امام مانا تھا!

میں نواسۂ رسول بھی اسی یزید کو اپنا امام مان رہا ہوں!

اور اس کے ہاتھ پہ بیعت کرنے کے لئے جانب دمشق روانہ ہو رہا ہوں !

عمر بن سعد نے سیدنا حسین کی پیش کردہ شرائط گورنر کوفہ عبید اللہ بن الزیاد کو لکھ کے بھیج دیں !

عبید اللہ بن الزیاد نے یہ شرائط پڑھیں، تو بے اختیار یہ کہہ اٹھا!

ھذا کتاب رجل ناصح لامیرہ مشفق علی قومہ نعم قد قبلت۔ تاریخ طبری ج 3 ص 313

ترجمہ؛ یہ ایسے شخص کا خط ہے، جو امیر المؤمنین کا خیر خواہ اور امت مسلمہ پہ مہربان ہے، ٹھیک ہے، میں نے ان کی بات قبول کی !

یعنی ابن زیاد نے یہ تیسری شرط یزید کے پاس جانے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے یعنی بیعت کرنے کی شرط قبول کر لی، اور حکم بھیجا، کہ ان کو بحفاظت دمشق پہنچایا جائے!

عمر بن سعد کے فوجی دستے میں وہ افراد بھی موجود تھے، جنہوں نے سیدنا حسین کو خط لکھ لکھ کے بلایا تھا، اور وہ

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ساٹھ کوفی بھی، جو مکہ سے آپ کو ساتھ لے کے آرہے تھے، انہوں نے جب یہ دیکھا، کہ یہ تو سارا معاملہ الٹ ہو گیا ہے، یقیناً یزید کے پاس پہنچ کے آپ اسے تمام حالات سے آگاہ کریں گے، اور ہمارے خلاف تحریری ثبوت بھی ان کے پاس موجود ہیں، یزید تو ہماری کھالیں کھنچوادے گا، اور سولیوں پہ لٹکادے گا، اس معاملہ کو یہیں ختم کریں اور اپنی جان بچائیں!

انہوں نے وہی کام کیا، جو ان کے آباءواجداد نے جنگ جمل کے موقع پہ کیا تھا، کہ سیدنا علی تو قرآن ہاتھ میں پکڑ کے دہائیاں دیتے رہے، اور اللہ کے واسطے دیتے رہے، لیکن ان منافقین کے آباءواجداد نے سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا!

یہی معاملہ انہوں نے یہاں بھی کیا، عصر کے بعد اچانک حملہ کیا، فوجی دستے کے مخلص لوگ جن کی تعداد بعض روایات میں تیس بتائی جاتی ہے، بیچ بچاؤ کروانے لگ گئے، ان کی قیادت حُر بن یزید کر رہے تھے، لیکن ان ظالم کوفیوں نے جتنے لوگ بھی سیدنا حسین سمیت خیموں سے باہر موجود تھے، ان کے سنبھلنے سے قبل ہی ان کو شہید کر دیا، صرف ان کو شہید ہی نہیں کیا، بلکہ خیموں کو آگ بھی لگادی، تاکہ تمام سامان جل جائے، اور ہمارے خطوط کا ثبوت باقی نہ رہے!

حر بن یزید کے الفاظ آج بھی تاریخ کے اوراق پہ محفوظ ہیں!

حر نے کہا! اے اہل کوفہ؛ تمہارا برا ہو، تم حسین کو اپنے پاس بلاتے ہو، اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں، تو تم انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہو؟ تم نے خیال کیا، کہ تم ان کی حفاظت میں اپنی جانیں لڑاؤ گے، پھر تم نے انہیں قتل کرنے کے لئے ان پہ حملہ کر دیا۔ البدایہ والنھایہ ج8 ص180

یہ الفاظ حر بن یزید نے فوجی دستے میں موجود ان سبائیوں کوفیوں کو خطاب کر کے کہے تھے، جن کے خطوط سیدنا حسین کے پاس موجود تھے، اور وہی حملہ کرنے والے تھے، آج دنیائے شیعیت کربلا کے چند شہداء کا نام لیتی ہے، اور چند کے نام چھپا جاتی ہے، پانی بند ہونے اور لاکھوں کے لشکر کی بات تو کرتی ہے،(ان شاءاللہ اگلی اقساط میں ان جھوٹوں کا پردہ بھی چاک کرونگا) صحابہ کرام اور ان کی اولادوں کو مطعون تو کرتی ہے، لیکن کوفہ کے ان منافقوں

کا تذکرہ نہیں کرتی، جن کا یہ سارا کیا دھرا تھا، شیعہ کی اپنی مستند کتاب میں یہ حوالہ بھی موجود ہے، جو اگلی قسط میں ذکر کرونگا، کہ سیدنا حسین کے قاتلوں میں نہ کوئی حجازی تھا، اور نہ ہی کوئی شامی، بلکہ صرف اور صرف کوفی تھے۔

آئین نو سے ڈرنا، طرز کُہن پہ اڑنا

منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دوران سفر جب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تھی، تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

قد خذلتنا شیعتنا، خلاصۃ المصائب ص 49

ترجمہ؛ ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ (یعنی اپنے پاس بلا کے چھوڑ دیا ہے)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے کچھ گھنٹے قبل میدان کربلا میں فوجی دستے میں موجود کوفیوں کے ان سرداروں کو جنہوں نے آپ کو خطوط لکھ لکھ کے بلایا تھا انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا!

اے اہل کوفہ؛ ہلاکت ہے تمہارے اوپر، کیا تم اپنے خطوط اور وعدے بھول گئے، جو تم نے خدا تعالیٰ کو اپنے اور ہمارے درمیان دے کر لکھے تھے، کہ اہل بیت آئیں، ہم ان کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے، ہلاکت ہے تمہارے اوپر، تمہارے بلاوے پر ہم آئے، اور تم نے ہمیں ابن زیاد کے حوالے کر دیا، اور ہم پہ فرات کا پانی بند کر دیا، واقعی تم لوگ رسول کے بُرے خلاف ہو، کہ حضور کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، اللہ تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔ ذبح عظیم بحوالہ ناسخ التواریخ ص 335

پانی بند ہوا یا نہیں؟ ان روایات پہ تو میں اگلی اقساط میں شیعہ کتب ہی سے دلائل پیش کرونگا، کہ پانی بند ہونے کی روایات بھی تمام جھوٹی ہیں، یہاں اس روایت پہ غور کی جئے، کہ یہ خطاب اہل کوفہ کو ہے، اور کوفی کون تھے، یہ پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں ایک بار پھر شیعہ مذہب کے بہت بڑے مجتہد سے پوچھ لیتے ہیں!

قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مجالس المؤمنین صفحہ 25 مجلس اول میں صراحت سے لکھ رہا ہے!

اہل کوفہ کے شیعہ ہونے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں، کوفیوں کا سُنی ہونا خلاف اصل ہے، جو محتاج دلیل ہے، اگرچہ ابو حنیفہ کوفی تھے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یعنی اگر کوئی شخص کوفی ہو تو اسے بلا کسی دلیل کے شیعہ مانا جائے، اور جو سنی اپنے آپ کو کوفی کہے، اس سے دلیل مانگی جائے گی باوجود اس بات کے کہ ابو حنیفہ سُنی بھی تھے اور کوفہ کے رہنے والے بھی!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے میدان میں ایک بد دعا کی تھی، جسے طبری نے نقل کیا ہے،

اللھم احکم بیننا وبین قوم دعونا لینصرونا فقتلونا۔ تاریخ طبری، ج5 ص389

ترجمہ: اے اللہ ہمارے اور ان کے بیچ فیصلہ فرما دے جنہوں نے ہمیں بلایا، تاکہ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے، لیکن یہی ہمیں قتل کر رہے ہیں!

کیا سیدنا حسین کو بلانے والے حجازی اور شامی تھے؟ یا کوفی تھے؟

سیدنا حسین کا یہ دعوی ہے، کہ ان کو بلوانے والے ہی ان کے قاتل ہیں!

جب ایک شخصیت جو میری نظر میں گناہ و عصیاں جھوٹ اور فریب سے محفوظ ہے اور تمہاری نظر میں تو وہ معصوم ہے یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، ان کے اعلان کے بعد اور قاتلوں کی نشاندہی کے بعد دنیا کا کونسا نظام انصاف کسی اور کو قاتل ٹھہرا سکتا ہے، اور یہاں صرف سیدنا حسین ہی نہیں، ان کے بچ جانے والے ورثاء بھی برملا اپنے قاتلوں کی نشاندہی کر رہے ہیں،

اس مندرجہ بالا روایت کے الفاظ واضح الفاظ میں بتلا رہے ہیں، کہ بلانے والے ہی قاتل ہیں،

قاتلان حسین کی اولاد پوری نسل رافضیت کو میرا یہ چیلنج ہے، کسی جھوٹی سے جھوٹی روایت سے یہ بات مجھے نکال کے دکھائیں!

کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوئی خط عمر بن سعد نے یا ابن زیاد نے لکھا تھا؟

یا اشارتاً کنایتاً کوفہ میں آنے کی دعوت دی تھی؟

یا سیدنا حسین کے قاتل حجازی یا شامی تھے؟

اور میں تمہاری ہی معتبر و معتمد کتب سے یہ ثابت کرونگا کہ قاتلان حسین کوفی شیعہ تھے جو عمر بن سعد کے فوجی دستے میں موجود تھے!

ضیاء ناصر صاحبزادہ

وہ لال بجھکڑ، علم و عقل سے تہی دامن، جو عمر بن سعد پہ قاتل ہونے کا الزام دہرتے ہیں، انہیں بھی اس بات کا علم ہونا چاہیئے، کہ عمر بن سعد کوفی نہیں، بلکہ حجازی تھے، اور سیدنا حسین کے رشتہ میں نانا لگتے تھے!

تاریخ طبری میں ایک اور روایت ہے سیدنا حسین کے وقت شہادت کی جو یہ واضح کرتی ہے، کہ عمر بن سعد تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بچانے کے لئے آگے بڑھے لیکن کامیاب نہ ہو سکے، اور اپنی اس ناکامی پہ زار و قطار روتے رہے، وقد دنا عمر بن سعد من حسین فقالت: یا عمر بن سعد، ایقتل ابو عبداللہ وانت تنظر الیہ! فقال فکانی انظر الی دموع عمر وھی تسیل علی خدیہ ولحیتہ۔ تاریخ طبری ج5 ص452

ترجمہ: عمر بن سعد حسین کے قریب ہوئے، تو انہیں دیکھ کے حسین (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی زینب نے کہا: اے عمر بن سعد: کیا حسین قتل کر دیئے جائیں گے؟ اور آپ دیکھتے رہیں گے؟ راوی کہتے ہیں، کہ میں عمر بن سعد کے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا، جو ان کے گالوں اور ڈاڑھی پہ بہے جا رہے تھے!

یہ روایت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے، کہ عمر بن سعد بیچ بچاؤ کی کوشش کر رہے تھے، لیکن کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے رو رہے تھے!

حقیت یہی ہے، کہ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے دمشق جانے کا اور یزید کے ہاتھ پہ بیعت کر لینے کا فیصلہ کر لیا، تو وہ ساٹھ سبائی کوفی جو ساتھ تھے، اور ان کے دیگر ساتھی جو ابن سعد کے فوجی دستہ میں کوفہ سے آئے تھے، انہیں یہ واضح نظر آنا شروع ہو گیا، کہ اگر حسین دمشق پہنچ گئے، تو یزید تمام حالات سے آگاہ ہونے کے بعد ہماری نسلوں کو بھی مٹا دے گا!

یہی موقع اور مقام ایسا ہے، کہ ہم بلوہ کر کے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں، اور ان کے پاس موجود خطوط جو ہماری بغاوتوں اور مکاریوں کا ثبوت ہیں، انہیں ضائع کر دیں، تب ہی ہماری جان بچ سکتی ہے!

آیئے ملا باقر مجلسی جیسے متعصب و غالی رافضی سے پوچھتے ہیں، سیدنا حسین کے قاتل کون تھے؟

وکان جمیع من حضر مقتل حسین من العساکر وحاربہ وتولی قتلہ من اھل الکوفۃ خاصۃ لم یحضر ھم شامی۔ بحار الانوار ج10 ص231

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ترجمہ؛ وہ تمام لوگ جنہوں نے حسین سے قتال میں حصہ لیا، اور ان کے خلاف جنگ کی اور انہیں قتل کیا، یہ سب کے سب اہل کوفہ میں سے تھے، شام کا کوئی بھی شخص ان کے ساتھ موجود نہیں تھا!

روافض کی معتبر ترین کتاب مروج الذہب کا مصنف مجتہد مسعودی اپنی کتاب میں لکھتا ہے،

وتولی قتلہ من اھل الکوفۃ خاصۃ لم یحضرھم شامی۔

حسین رضی اللہ عنہ کو خالص کوفیوں نے قتل کیا ہے، ان میں بھی کوئی بھی شامی موجود نہیں تھا،

شیعہ مجتہد علی محمد ہادی بھی اپنی گواہی دیتا ہے،

لیس فیھم شامی ولا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفۃ۔ خلاصۃ المصائب ص 201

ترجمہ؛ حسین کے قاتلوں میں کوئی بھی شامی یا حجازی نہیں تھا، بلکہ سب کے سب کوفی تھے!

کربلا میں زندہ بچنے والے شیعہ کے چوتھے مزعومہ معصوم امام سیدنا علی بن حسین المعروف امام سجاد و امام زین العابدین جن کی عمر اس وقت تقریبا بائیس تئیس سال تھی، اور وہ دو بچوں کے والد تھے، جنہیں شیعہ آج معصوم بچہ بنا کے پیش کرتے ہیں، اور جب اعتراض کیا جائے، کہ دو بچوں کا باپ بچہ ہوتا ہے کیا؟ تو پینترا بدل کے کہتے ہیں، کہ بائیس سال کا لڑکا بچہ ہی ہوتا ہے، ارے بابا بائیس سال کا کیا ساٹھ سال کا بڈھا کھوسٹ بھی اپنی ماں اور باپ کی نظر میں بچہ ہی ہوتا ہے، لیکن معاشرے اور سماج کی نظر میں نہیں، اس واقعہ کے وقت ان کے دو بیٹے تھے، ایک محمد الباقر جو بعد میں شیعہ مذہب کے پانچویں امام بنے، اور دوسرے زید بن علی، جنہیں زید شہید اور زید الازیاد بھی کہا جاتا ہے، اور ان سے شیعوں کا ایک اور فرقہ " شیعہ زیدیہ " شروع ہوا" جن کی یمن میں کافی تعداد ہے اور پچھلے کئی سالوں سے یمنی حکومت سے ان کی جنگ چل رہی ہے!

ہنگامہ ختم ہونے کے بعد عمر بن سعد سیدنا حسین کے خاندان کے بقیہ بچ جانے والے افراد کو کوفہ لے کے آئے، جب یہ قافلہ کوفہ کے قریب پہنچا، تو کوفے کی خواتین باہر نکل نکل کے رو رہی تھیں، یہ منظر دیکھ کے سیدنا علی بن حسین (مزعومہ معصوم امام زین العابدین) نے کہا، اگر یہ رو رہی ہیں تو ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟

احمد بن ابی یعقوب ابن جعفر مجتہد و مؤرخ شیعہ اپنی تاریخ یعقوبی میں سید نا زین العابدین کا اس وقت کا فرمان ان الفاظ میں درج کرتا ہے !

لما دخل علی بن الحسین الکوفۃ رای نساءھا یبکین ویصرخن فقال: ھولاء یبکین علینا فمن قتلنا؟ای من قتلنا غیر ھم !

تاریخ یعقوبی ج 1 ص 235

ترجمہ؛ جب علی بن حسین کوفہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کوفہ کی عورتیں رو رہی ہیں، اور چیخ (بین کر رہی ہیں) رہی ہیں، یہ دیکھ کے علی بن حسین نے کہا؛ اگر یہ ہم پہ رو رہی ہیں، تو پھر ہمیں قتل کس نے کیا ہے ؟

ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب چھٹی صدی ہجری کی ابتداء کا شیعہ کا سب سے بڑا محدث اپنی کتاب " احتجاج طبرسی " میں یوں لکھتا ہے !

جب بیمار زین العابدین اپنی مستورات کے ساتھ کربلا سے چلے، تو کوفہ کی عورتیں اپنے گریبان چاک کر کے ماتم اور بین کرنے لگیں، اور کوفہ کے مرد بھی ان کے ساتھ رونے لگے، یہ منظر دیکھ کے زین العابدین نے فرمایا، یہ کوفہ کے لوگ روتے ہیں، مگر ان کے سوا ہمیں قتل کس نے کیا ہے ؟

احتجاج طبرسی ص 158

شیعہ مذہب کی معتبر و مستند کتاب ناسخ التواریخ ج 6 ص 243 میں سید نا زین العابدین کا فرمان یوں لکھا ہے، کیا تم ہم پر روتے ہو ؟ اور نوحہ کرتے ہو ؟ تو پھر ہمیں تمہارے علاوہ اور کس نے قتل کیا ہے ؟

شیعوں کا وہ عالم جسے خاتم المحدثین اور خاتم المجتہدین کہا جاتا ہے، ملا باقر مجلسی اپنی کتاب جلاء العیون میں سید نا زین العابدین کا ایک خطبہ جو انہوں نے کوفیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا، نقل کرتا ہے !

اے کوفیو؛ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، تم جانتے ہو، کہ میرے پدر بزرگوار کو تم نے خطوط لکھے، اور ان کو فریب دیا، اور ان سے عہد و پیمان کیا، اور ان سے بیعت کی، آخر کار تم نے ان سے جنگ کی، دشمن کو ان پر مسلط کیا، پس لعنت ہو تم پر، تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

احتجاج طبرسی کی ایک اور عبارت پڑھئے اور قاتلان حسین کو پہچانئے !

سیدنا زین العابدین کوفیوں سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں،

اے لوگو؛ میں تم کو قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو، کہ تم نے میرے والد کو خط لکھے، اور ان کو فریب دیا، ان کو بیعت کا پختہ عہد و پیمان دیا، پھر تم نے ان سے لڑائی کی، اور رُسوا کیا، ہلاکت ہو تمہارے لئے، تم کس آنکھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو گے، جب وہ فرمائیں گے، تم نے میری اولاد کو قتل کیا، اور میری بے حُرمتی کی، تم میری امت میں سے نہیں ہو، پھر ہجوم میں سے رونے کی آواز بلند ہوئی، اور وہ ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے، اور کہنے لگے، تم برباد ہو گئے !

احتجاج طبرسی ص 159

یہ حوالہ تو چیخ چیخ کے کوفیوں کا اعتراف جرم بھی بتا رہا ہے، وہ مان رہے ہیں، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو انہوں نے ہی قتل کیا؛

شیعہ مجتہد علی محمد ہادی بھی اپنی گواہی دیتا ہے،

لیس فیھم شامی ولا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفۃ۔ خلاصۃ المصائب ص 201

ترجمہ؛ حسین کے قاتلوں میں کوئی بھی شامی یا حجازی نہیں تھا، بلکہ سب کے سب کوفی تھے !

قافلۂ حسینی میں شریکۃ الحسین بھی موجود ہیں، میری مراد رسول اللہ کی نواسی سیدتنا فاطمۃ الزہرا کی لخت جگر سیدنا حسین کی بہن سیدتنا زینب بنت علی رضی اللہ عنہا ہیں !

آپ کوفہ میں داخلہ کے وقت کوفیوں کو آہ و بکا کرتے دیکھتی ہیں، تو انہیں خطاب کر کے یوں ارشاد فرماتی ہیں، جسے ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون کے صفحہ 503 پہ درج کیا ہے !

اما بعد؛ اے اہل کوفہ ؛

اے اہل غدر و مکر و حیلہ ؛

تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو، اور خود تم نے ہمیں قتل کیا ہے،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا!

اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا،

تم نے اپنے لئے آخرت میں توشہ وذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے،اور اپنے آپ کو ابدالآباد جہنم کا سزاوار بنایا ہے،

تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو، حالانکہ خود تم ہی نے ہمیں قتل کیا ہے، تمہارے یہ ہاتھ کاٹے جائیں!

اے اہل کوفہ: تم پر ہلاکت ہو، تم نے جگر گوشۂ رسول کو قتل کیا،اور پردہ دار اہل بیت کو بے پردہ کیا، کس قدر فرزندان رسول کی تم نے خونریزی کی،اور حرمت کو ضائع کیا!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدتنا فاطمہ بنت حسین کوفیوں کو ان الفاظ میں لعنت کرتی ہیں!

امابعد:اے اہل کوفہ اے اہل مکر وفریب!

تم نے ہمیں جھٹلایا،اور ہمیں کافر سمجھا!

ہمارے قتل کو حلال اور ہمارے مال کو غنیمت جانا، جیسا کہ ہم ترکوں یا کابل کی نسل سے تھے!

جیسا کہ تم نے کل ہمارے جد(علی) کو قتل کیا تھا!

تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے!

سابقہ کینہ کی وجہ سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں،دل خوش ہوئے!

تم نے خدا کے مقابلہ میں جرات کی،اور مکر کیا،اور اللہ اس مکر کی خوب سزا دینے والا ہے!

اک اور شخصیت شیعہ کے پانچویں مزعومہ معصوم امام محمد باقر کی گواہی بھی سُن لی جئے، یہ بھی اس قافلہ میں شریک تھے لیکن شاید چار پانچ سال کی عمر ہو گی،اور جوانی میں اپنے والد سید نا زین العابدین سے سارے واقعات سُنے ہونگے!

ملا باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون صفحہ 326 پر امام باقر کا بیان ہے!

جب امیر المؤمنین(سیدنا علی) سے بیعت کی، پھر بیعت شکستہ کی،اور ان پر شمشیر کھینچی،اور امیر المؤمنین ہمیشہ ان سے بمقام محاربہ و مجادلہ تھے،اور ان سے آزار مشقت پاتے تھے، یہاں تک کہ ان کو شہید کیا،اور ان کے

صاحبزادہ ضیاء ناصر

فرزند امام حسن سے بیعت کی، اور بیعت کے بعد ان سے غدر اور مکر کیا، اور چاہا، کہ ان کو دشمن کو دے دیں، اہل عراق سامنے آئے، اور خنجر ان کے پہلو پہ لگایا، اور خیمہ ان کا لوٹ لیا، یہاں تک کہ انکی کنیز کے پاؤں سے پازیب اتار لی، اور ان کو مضطرب و پریشان کیا،

حتا کہ انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی، اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی،

اور ان کے اہل بیت کم تھے، پس ہزار مرد عراقی نے امام حسین کی بیعت کی!

اور جنہوں نے بیعت کی تھی، خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر چلائی!

اور ہنوز امام حسین کی بیعت ان کی گردنوں میں تھی، کہ انہوں نے امام کو شہید کر دیا!

سیدنا حسین کی دوسری بہن سیدتنا ام کلثوم بنت علی کی گواہی:

اے کوفیو؛ تمہارا برا ہو!

تم نے حسین کو دھوکہ دیا،

اور تم نے حسین کو قتل کیا،

اس کا مال لوٹا،

خواتین کو قیدی بنایا،

اب تم روتے ہو،

تم برباد ہو جاؤ،

کیا تم کو علم ہے؟ کہ تم نے کسے قتل کیا؟

تم نے کس کا خون بہایا؟

گناہ کا کتنا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادا؟

اور کس کا مال لوٹا؟

تم نے آنحضرت کے بہترین افراد کو قتل کیا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

تمہارے دل سے رحم اٹھ گیا!

کان کھول کر سُن لو! اللہ تعالی کا لشکر ہی کامیاب ہے!

اور شیطان کا گروہ ہمیشہ نقصان میں رہے گا۔ ناسخ التواریخ، صفحہ 301

حوالے تو اور بھی بہت سے ہیں، صرف شیعہ کتب ہی سے، لیکن میں آخری حوالہ اہل السنت کی نایاب ترین کتاب جو ابھی کچھ عرصہ قبل قلمی نسخہ سے نقل کر کے طبع ہوئی ہے، سے نقل کر کے قسط ختم کرتا ہوں

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری لختِ جگر سیدتنا سکینہ جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے، کہ اس واقعہ کے وقت کمسن تھیں، اور دمشق پہنچنے کے بعد انتقال کر گئیں تھیں، جو کہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے، ان کی زبانی سُنئے!

کہ وہ اپنے سارے خاندان کا قاتل کن کو" ٹھہرا" رہی ہیں، اور وہ بھی اس وقت جب ان کے شوہر مصعب بن الزبیر کو شہید کر دیا تھا!

جب سکینہ بنت الحسین اپنے شوہر کے قتل کے بعد کوفہ سے مدینہ جانے لگیں تو اہل کوفہ نے انہیں گھیر لیا، اور کہا،

اے اللہ کے رسول کی بیٹی! اللہ تمہارا بھلا کرے!

تو سکینہ بنت حسین نے جواب دیا!

اللہ تمہارا بھلا نہ کرے!

تم نے میرے والد (حسین) کو قتل کیا!

تم نے میرے دادا (علی) کو قتل کیا!

تم نے میرے بھائی کو قتل کیا!

تم نے میرے چچا کو قتل کیا!

اور تم ہی نے میرے شوہر کو قتل کیا!

جب میں بچی تھی، تو تم نے مجھے یتیم بنایا!

اور جب میں بڑی ہوئی، تو تم نے مجھے بیوہ بنا دیا! العقد الفرید ج7 ص277

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سیدنا حسین اور خاندان حسین رضی اللہ عنہ کی واضح نشاندہی کے بعد بھی جو شخص کسی غیر شیعہ اور غیر کوفی کو سیدنا حسین اور ان کے خاندان کا قاتل سمجھتا ہے!

تو وہ انسان بدترین جہالت و تعصب کی زندگی گذار رہا ہے!

بلکہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے اور عقل و فہم، دانائی اور علم نام کی کسی شے سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں!!

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات انکی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات انکی

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

سانحۂ کربلا میں سب سے زیادہ جس بات کی دہائیاں دی جاتی ہیں، وہ ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے قافلہ پہ دس روز تک ابن زیاد کی فوج کا پانی بند رکھنا!

اس پانی کے مسئلہ پہ جتنے نوحے، مرثیے وغیرہ لکھے گئے، شاید سانحۂ کربلا پہ بھی اتنے نہ لکھے گئے ہونگے!

آیئے ہم دیکھتے ہیں، کہ پانی بند ہوا یا نہیں؟

اور جس مقام پہ قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، وہ مقام کیسا تھا؟

کیا وہ جگہ کوئی صحرائی زمین تھی؟ یا عام زمین؟

کربلا کی زمین روڑوں، کنکروں اور جھاڑ جھنکاڑ سے صاف اور نرم و ملائم زمین تھی، معجم البلدان ج7 ص229

اس جگہ کا ایک نام " طفّ " بھی ہے، طف کا معنی ہے نہر کا کنارہ، قدماء کے اشعار و کتب میں اس جگہ کا نام " کربلا " کی بجائے " طف " بھی مذکور ہے!

جیسے غالی شیعہ ماہر انساب نے اپنی کتاب میں سیدنا عبداللہ بن جعفر کے دو بھائیوں، جن کی شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی، کا تذکرہ کرتے ہوئے " طف " ہی کا ذکر کیا ہے،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

واماعون ومحمد الاصغر فقتلامع ابن عمهما الحسین یوم الطف۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص 20

ترجمہ؛اور عون اور محمد اپنے چچازاد بھائی حسین کے ساتھ یوم الطف (یعنی طف کی لڑائی) میں شہید ہوئے!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتا ہے، وقتل منہم باالطف ستۃ۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص 45

ترجمہ؛اور ان میں سے چھ ان (حسین) کے ساتھ طف میں قتل ہوئے،

عباس بن علی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتا ہے!

والعباس شہید الطف۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص 45

ترجمہ؛اور عباس (مقام) طف کے شہید۔

اور علامہ ابن کثیر بھی البدایہ والنھایہ ج 8 ص 198 پہ لکھتے ہیں!

کان مقتل الحسین بمکان من الطف یقال لہ کربلاء!

ترجمہ؛ حسین کا مقتل طف کا مقام ہے، جسے کربلا بھی کہتے ہیں۔

یہ سارا علاقہ " الطف " ساحلی علاقہ تھا،

علامہ یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان میں یہ بات صراحت سے لکھی ہے،

اور الطف کوفہ کے پاس کی وہ میدانی زمین ہے، جو صحرائے (شام) کے راستہ پہ واقع ہے، جہاں حسین بن علی مقتول ہوئے، یہ زمین " ریف " یعنی سرسبز وشاداب وزرخیز اراضی کی صحرائی زمین ہے، جس میں متعدد چشمے بہتے پانی کے ہیں، جن میں " الصید، القطقطانہ، رہیمیہ، اور چشمہ جمل، اور ان کے مثل دوسرے چشمے ہیں۔ معجم البلدان ج 6 ص 51

اس روایت میں مذکور چشمہ الصید کو عربی میں عین الصید کہا جاتا تھا، یہاں مچھلیوں کی بہتات تھی، اور لوگ یہاں پہ آکے مچھلیاں پکڑتے تھے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

وسمیت عین الصید بکثرۃ السمک الذی کان بھا۔ معجم البلدان ص 51

ترجمہ:اس چشمے میں مچھلیوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا نام عین الصید پڑ گیا تھا!

معجم البلدان ودیگر کتب کی تصریحات کے مطابق دریائے فرات کربلا سے پچیس میل کے فاصلہ پہ تھا، کربلا کے قریب سے دریا نہیں بلکہ دریائے فرات سے نکلی ہوئی نہر گذرتی تھی،

جھوٹے راویوں کے سب سے بڑے اباجان ابو مخنف، جس نے اپنی پیدائش سے چالیس پچاس سال پہلے ہونے والے واقعہ کی کہانی گھڑ کے مقتل الحسین نامی کتاب لکھی، جس سے آئندہ آنے والے تمام مؤرخین خصوصا محمد بن جریر طبری نے اپنے اپنے ذوق وفکر کے مطابق فیض حاصل کیا، نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچ کے رکنے کو اس انداز میں بیان کیا ہے!

جب حسین اس مقام پہ پہنچے، تو ان کا گھوڑا یہاں رک کے کھڑا ہو گیا، وہ اس پر سے اتر پڑے، اور دوسرے گھوڑے پر چڑھے، مگر اس نے بھی ایک قدم بھی نہ اٹھایا، پھر تیسرے پر چڑھے، وہ بھی نہ چلا، اس طرح برابر سات گھوڑوں پر چڑھتے اترتے رہے، مگر ان سب کا یہی حال ہوا، کوئی بھی آگے کو نہ چلتا،

یہ حال دیکھ کے آپ نے لوگوں سے پوچھا، اس مقام کا نام کیا ہے؟

تو لوگوں نے کہا" غاضریہ"

پوچھا، اس نام کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟ کہا گیا"نینوا"

پوچھا گیا، اس نام کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟

کہا گیا" شاطی الفرات" پھر پوچھا،

اس کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟ کہا گیا" کربلا"

یہ سن کے آپ نے اک سرد آہ کھینچی، اور فرمایا، زمینِ کرب وبلاء،

اب یہیں پر اتر پڑو، کیونکہ یہی مقام ہمارے سفر کا منتہا ہے،

یہیں ہمارا خون بہے گا،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہیں ہماری عزت و حرمت لٹے گی،

اور واللہ یہیں ہمارے مرد قتل کئے جائیں گے !

یہیں ہمارے بچے ذبح کئے جائیں گے !

اور واللہ یہیں ہماری قبروں کی زیارت کو لوگ آئیں گے !

اور میرے نانا رسول اللہ نے اسی تربت کا وعدہ کیا تھا، آپ کا قول غلط نہیں ہو سکتا۔ مقتل ابی مخنف ص 49 مطبوعہ نجف

کربلاء سے کرب و بلا گھڑ کے کس طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میں غیب جاننے کی صفت بھی پیدا کر دی گئی، جو صفت صرف اور صرف اللہ واحد ہی کی ذات کا خاصہ ہے، اور اس نے کسی نبی یا رسول کو بھی عطاء نہیں کی !

جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں، کہ یہ زمین صاف ستھری اور پانی کے چشموں سے بھری ہوئی زمین تھی !

اب اس زمین پہ نہر فرات کا پانی اگر بند کر بھی دیا گیا، جو کہ ہوا ہی نہیں تھا، پھر بھی یہاں چشمے تو موجود تھے ہی، اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جائے، کہ معجم البلدان کے مؤلف اور دیگر مؤرخین نے غلط بیانی کی ہے، یہاں کوئی چشمہ نہیں تھا، صرف نہر فرات ہی تھی، اور ظالم و سنگدل فوج نے اس کے کنارے پہ پہرا بٹھا دیا تھا!

حتا کہ ابو مخنف ہی کے بقول جب عباس علمدار اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کے وہاں سے پانی بھرنے گئے، مشکیزے بھرنے کے بعد جب وہ واپس پلٹے، تو ظالموں نے مشکیزوں پہ تیروں کی اتنی بوچھاڑ کی، کہ تمام مشکیزوں سے پانی بہ گیا!

ابو مخنف تو پانی کے بارہ میں یوں ارشاد فرما رہا ہے، لیکن شیعہ مذہب کے سرخیل مجتہدین و محدثین سے پوچھتے ہیں، وہ کیا فرماتے ہیں؟

آنحضرت (سیدنا حسین) نے ایک کدال اٹھائی، اور عورتوں کے خیمہ سے باہر کی طرف 19 قدم قبلہ کی جانب چل کر گئے، اور زمین کو تھوڑا سا کھودا، کہ ناگاہ آب زلال و گوارا زور سے نکل پڑا، آپ کے ساتھیوں نے نوش

کیا، اور مشکیں بھی پانی سے بھر لیں۔

ناسخ التواریخ ج6 ص235 کتاب دوئم

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے، 7 محرم الحرام کو حضرت حسین کے ساتھیوں پر پانی کی تنگی ہوئی، تو حضرت حسین اپنے ہاتھ میں بیلچہ لیکر خیمہ کی پُشت پر تشریف لے گئے، اور چند قدم گن کر قبلہ کی طرف چلے، اور پھر اپنے ہاتھ سے زمین کھودی، فوراً ایک چشمہ میٹھے پانی کا بہنے لگا، اس کو حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں نے پیا، اور مشکیں بھر لیں، پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا۔

جلاء العیون ص458

ملا باقر مجلسی جیسا شخص جسے مذہب شیعہ میں خاتمۃ المحدثین لکھا اور کہا جاتا ہے، اس کی یہ روایت بڑے صریح انداز میں وضاحت کر رہی ہے، کہ کربلا میں پانی کی کوئی قلت نہیں تھی، اور چند فٹ زمین کھودنے سے میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا تھا، نیز جی بھر کے پی بھی لیا گیا، اور آئندہ کے لئے مشکیں بھی بھر لی گئیں، اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے، کہ یہ تو 7 محرم کی بات ہے، 10 محرم کو پانی نہیں تھا!

تو اس کا جواب بھی ہم شیعہ کی معتمد و مستند کتب سے لے لیتے ہیں!

منتہی الآمال مجتہد شیخ عباس قمی کی لکھی ہوئی مشہور کتاب جو شیعہ مذہب کے ائمۂ معصومین کی سوانح عمری اور تاریخ پر مشتمل ہے!

اس کتاب کا اردو ترجمہ مجتہد سید صفدر حسین نجفی نے احسن المقال کے نام سے پانچ جلدوں میں کیا ہے۔

اس منتہی الآمال کے صفحہ 309 جلد 1 پہ مجتہد عباس قمی لکھتا ہے!

دسویں محرم کو حضرت حسین نے تیس سواروں اور بیس پیادوں کو بھیجا، تو وہ پانی کی چند مشکیں بھر لائے، چنانچہ آپ نے وضو فرمایا، اور لوگوں سے کہا، وضو اور غسل کر لو!

اس روایت کو غور سے پڑھیں، ایک مشہور محاورہ ہے!

جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

راوی صاحب پہلے یہ فرمارہے ہیں، چند مشکیں بھر کے لائے! اس کے بعد راوی صاحب فرمارہے ہیں، آپ نے وضو فرمایا اور لوگوں سے کہا!

وضو اور غسل کرلو!

افراد قافلہ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب تھی، اگر چند مشکیں پانی مان لیا جائے، تو یہ تو ان لوگوں کے پینے کے لئے ہی مشکل سے کافی ہونی چاہئیں، لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ انہیں فرمارہے ہیں!

وضو اور غسل کرلو!

یہ روایت ہی تحت الفظ اس حقیقت کو آشکارا کررہی ہے، کہ پانی کی کمی یا بندش کی جو کہانی بنائی گئی ہے، حقیقت اس سے بہت مختلف ہے!

ایک اور لطیفہ آپ دوست ہر سال محرم کے پہلے عشرے میں دیکھتے ہوں گے!

کہ قاسم بن حسن کی مہندی کا جلوس نکالا جاتا ہے!

کہا یہ جاتا ہے، کہ کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے قاسم بن حسن سے کیا تھا، اور کربلا میں یہ شادی ہوئی تھی، شیعہ مذہب کے ماننے والے لوگوں کی حماقتوں کی انتہاء ہے یہ واقعہ بھی!

ایک طرف یہ لوگ دُہائیاں دے رہے ہیں، کربلا میں پانی نہیں،

ظالموں نے پانی بند کردیا،

بچے پیاس سے بلک رہے ہیں!

ہونٹوں پہ پپڑیاں جم گئی ہیں پیاس کی شدت کی وجہ سے حلق سوکھ کے کانٹے ہوگئے ہیں!

اور دوسری طرف مہندی نکالی جارہی ہے!

مہندی کیا بغیر پانی کے بنائی جاتی ہے؟

یہ ریڈی میڈ (کون مہندی) مہندیاں تو موجودہ زمانہ کی ایجاد ہیں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

عقل کے اندھو! اس زمانہ میں مہندی میں پانی ڈال کے اسے تیار کیا جاتا تھا!
اور آج بھی مہندی پانی مکس کر کے ہی تیار کی جاتی ہے!
اور دوسری یہ بات مجھے آج تک ان کی روایات پڑھ کے سمجھ نہیں آئی!
کہ شیعہ حضرات کے بقول یزید کی افواج نے جو ہزاروں اور لاکھوں میں تھیں ایک ایک کمانڈر کے ساتھ چار چار ہزار فوجیوں کا دستہ تھا، اور مقابلے پہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو بندے، جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، چاروں طرف سے قافلۂ حسین کو گھیر رکھا تھا، ان کی روایات کے بقول صاف نظر آرہا ہے، کہ جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں، مصائب و آلام کے طوفان قافلۂ حسینی سے ٹکرانے کو بے چین ہیں، ایسے میں ایسا کونسا مسئلہ تھا، کہ بیٹی اور بھتیجے کی فوری شادی کرنی تھی؟
(اور بیٹی بھی وہ جس کا خاوند بھی ابھی زندہ ہے نہ وہ مطلقہ ہے نہ بیوہ)
اصحاب عقل اور شریعت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والی ہستیاں تو ایسا کام کبھی نہیں کرتیں!
اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاحب عقل اور پابندِ شریعت کون ہوگا اس زمانہ میں؟
ایسے میں شادی یا نکاح کی تقریب بپا کرنے کی کوئی ایسی وجہ نظر نہیں آتی، کہ میدان جنگ میں پانی کی بندش کے وقت ایسا کام کیا جائے!
اور ایسی بیٹی کا نکاح کیا جائے جو پہلے ہی کسی اور کے نکاح میں ہے!
اس روایت کے رد کے لئے میں کسی شیعہ کتاب کے حوالہ کی بجائے اپنے ایک انتہائی مہربان عالم دوست کی بھیجی ہوئی ایک ویڈیو ایک علاحدہ پوسٹ میں شئیر کر رہا ہوں، جس میں وہ شیعہ عالم خود ہی اس مہندی کے ڈرامہ کو رد کر رہا ہے اور شیعہ سامعین جو عام تقاریر میں تو ایک ایک لفظ پہ اپنے علماء و ذاکرین کو داد دے دے کے آسمان سر پہ اٹھا لیتے ہیں لیکن مہندی کے رد والی اس عالم کی باتیں سُن کے انہیں گویا سانپ سونگھ جاتا ہے!
شیعہ کی ایک اور معتمد کتاب خلاصۃ المصائب صفحہ 143 پہ ایک ایسی روایت موجود ہے، کہ جسے پڑھ کے ان عقل کے اندھوں کی حماقتوں پہ یقین ہو جاتا ہے!
ضیاء ناصر صاحبزادہ

روایت پڑھئے!

حضرت حسین زخمی تھے، اس حالت میں ابن سعد کی فوج کو آواز دی، اور فرمایا!

تم میں سے کوئی ہے، جو مجھ پیاسے کو پانی پلادے؟

ابن سعد کی فوج میں سے ایک درویش نکلا، اور اس کے ہاتھ میں پانی کا ڈول تھا، اس نے پانی پیش کیا!

امام حسین اس درویش کو خدا کی قدرت دکھانے کے لئے اپنے خیمہ کی طرف لے گئے، اور بصورت کنواں ایک گڑھا کھودا، اس میں سے پانی نکلا، یہ دکھا کر فرمایا، ہم پانی کے محتاج نہیں، صرف ظالموں پہ اتمام حجت کرتے ہیں!

اس روایت کو پڑھئے، اور ان کی عقلوں کو شاباش دیجئے، جو حب اہل بیت میں توہین اہل بیت کر رہے ہیں!

اس روایت سے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے، کہ بچوں کو پیاسا یزید، ابن زیاد یا اس کی فوج نے نہیں رکھا، بلکہ یہ ظلم نعوذ باللہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ سیدنا حسین نے جان بوجھ کے معصوم بچوں پہ کیا!

پانی زمین سے نکالنے کی قدرت وطاقت ان میں موجود تھی، چاہے وہ بطور کرامت تھی، پھر بھی انہوں نے بچوں کو پیاسا رکھا!

پردہ نشین عورتوں کو پیاسا رکھا!

یہ ظلم یزید یا اس کی افواج نے نہیں بلکہ نقل کفر کفر نباشد سیدنا حسین نے خود کیا!

یا اس میں بھی کوئی گہرا راز ہے!

جو آپ کے معصومین ہی جانتے ہیں!

جسے انہوں نے ظاہر نہیں کیا!

تو پھر واویلا اور ہاہاکار کس بات کی؟

اصل میں ابو مخنف نے اپنے زمانہ کے حساب سے جو لکھا وہ لکھا، لیکن اس کے بعد آنے والے مولوی اور ذاکر تو اس کے بھی باپ نکلے، کہ پانی کی بندش کی ایسی ایسی داستانیں گھڑیں، کہ الامان والحفیظ!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اصل میں سبائی ٹکسال میں یہ تمام جھوٹی داستانیں اس لئے گھڑی گئیں، کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت اور ان پہ ان کے اپنے خرید کر کے وقف کردہ کنویں کا چالیس دن تک پانی بند رہنے کی دردناکی ماند پڑ جائے، رسول اللہ نے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کا لقب دیا تھا!

اور یار لوگوں نے اور ان کی دیکھا دیکھی جاہل اہل سُنت نے بھی وہ لقب ان سے بزور چھین کے سیدنا حسین کو دے دیا، یہ یاد رکھیں!

سیدنا حسین کی عظمتیں میری یا آپ کی دی ہوئی جھوٹی نسبتوں کی محتاج نہیں!

ہر اولوالعزم شخصیت کو اللہ کریم نے بزبان محبوب کریم، انفرادی خصوصیات اور عظمتیں عطاء کی ہیں، اور وہ ان کے لئے کافی ہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش صحابہ کرام میں سے ہر صحابی کفار و مشرکین کے لئے سیف اللہ ہی تھا!

لیکن لقب " سیف اللہ " صرف سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کے لئے تھا اور قیامت تک رہے گا! علیٰ ھٰذا القیاس

ابو مخنف لوط بن یحیٰ نے تو اتنا ہی لکھا تھا، کہ عباس اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرات سے پانی لے کے واپس پلٹے، اور کوفی فوج نے تیر مار کے ان کے مشکیزے چھلنی کر دئے، لیکن جاہلوں نے اس پہ بھی سینکڑوں روایات گھڑ ڈالیں!

اب یہاں ایک اہم ترین سوال پیدا ہوتا ہے بقول آپ لوگوں کے، عباس علمدار کے پانی سے بھرے ہوئے مشکیزے ظالموں نے تیر مار کے چھلنی کر دئے، اور وہ کچھ نہ کر سکے، حالانکہ وہ اس وقت زندہ تھے!

جو عباس علمدار جو اپنی زندگی میں معصوم بچوں کی پیاس بجھانے کے لئے کچھ نہ کر سکے!

وہ موت کا جام پینے کے سینکڑوں سال بعد آج آپ کے مشکل کشا کیسے بن گئے؟

آپ کہتے ہو، سیدنا حسین معصوم علی اصغر کو بانہوں میں اٹھا کے ابن زیاد کے لشکر کے سامنے آئے، اور ایک گھونٹ پانی کے لئے منتیں سماجتیں کیں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

میں تو سید نا حسین جیسے غیور انسان سے اس بات کا تصور بھی محال سمجھتا ہوں !

جس فوج کو وہ برا سمجھتے تھے، ان سے پانی کا ایک گھونٹ لینے کے لئے منتیں سماجتیں کرنا واللہ العظیم ان کی توہین ہے !

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

پانی بندش کی جھوٹی داستانوں کا موجد اول اپنے جھوٹوں کا تارو پود خود اپنے ہی ہاتھوں بکھیر رہا ہے !

طبری نے ابو مخنف کی ایک اور روایت نقل کی ہے !

دسویں محرم کو حضرت حسین کی ہمشیرہ سیدتنا زینب بے ہوش ہو گئیں، تو ان کے منہ پہ پانی کے چھینٹے مار کے انہیں ہوش میں لایا گیا !

روایت گھڑنے والا کذاب ابو مخنف یہ روایت گھڑتے ہوئے پہلے پانی کی بندش کی گھڑی ہوئی روایت بھول گیا، اور اسے نقل کرنے والا اس کا مذہبی و روحانی بیٹا طبری بھی بھول گیا، کہ میں پہلے کتنی روایات پانی کی بندش کی پیش کر چکا ہوں !

ان عقل کے اندھوں کو یہ خیال بھی نہ آیا !

کہ بچے پیاس سے بلک رہے ہیں، کہ پانی موجود نہیں، اور یہاں ہوش میں لانے کے لئے چھینٹے مارنے کے لئے پانی کہاں سے آ گیا؟

یہ اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا !

" الامالی " چوتھی صدی ہجری کے مجتہد اعظم " محمد بن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمی " جسے " شیخ صدوق " کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے کی کتاب ہے !

اس امالی میں ایک روایت موجود ہے، جس میں یہ ذکر موجود ہے !

شب عاشورہ میں علی اکبر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اتنا پانی بھر کے لائے!

کہ جس سے کپڑے بھی دھوئے گئے!

غسل بھی کئے گئے!

آدمیوں اور جانوروں کے پینے اور دیگر ضروریات میں بھی کام آیا!

طبری صاحب ایک اور روایت بیان کرتے ہیں!

دسویں محرم کو حسین نے حکم دیا!

ایک بڑا خیمہ نصب کیا جائے!

جب خیمہ نصب کر دیا گیا!

تو آپ نے یہ حکم دیا، کہ اس کاسہ (برتن) میں مشک گھولا جائے، جب مشک بڑے کاسہ (برتن) میں گھول دیا گیا، تو حسین اس خیمہ میں " نورہ" لگانے تشریف لے گئے، اور صرف حسین ہی نہیں، بلکہ آپ کے سب ساتھیوں نے یہی کیا!

روایت کے الفاظ ہیں " دخلنا فاطلینا" یعنی ہم سب خیمہ میں گئے، اور نورہ لگایا!

نورہ لگانے کا رواج عربوں میں تو بالکل بھی نہیں تھا! یہ تو خالص عجمی بلکہ ایرانی رواج تھا!

سانحۂ کربلا سے قبل مسلمانوں کی کفار کے ساتھ جتنی لڑائیاں ہوئیں، ان میں کسی عرب مجاہد کے حالات میں " نورہ" لگانے کا تذکرہ بالکل بھی نہیں ملتا، یہ تو خالصتاً ایرانی پہلوانوں میں رواج تھا، کہ جنگ کرنے سے قبل " نورہ" لگاتے تھے!

شاید راوی یہاں سیدنا حسین کو ایرانی ثابت کرنا چاہتا ہے!

"نورہ" ہرتال اور چونہ قلعی کو باریک پیس کے اور پانی میں مکس کر کے جسم کے بال صاف کرنے کے لئے لگایا جاتا تھا، یوں سمجھ لی جئے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ اس زمانے کا بال صفا پاؤڈر تھا، بدن پہ لگانے کے بعد اتنی دیر انتظار کیا جاتا، کہ سارے بال جھڑ جائیں، اس کے بعد غسل کر لیا جاتا تھا!

یہ بال صفا" نورہ" تو خالصتاً عجمیوں خصوصاً ایرانیوں کے ہاں لگایا جاتا تھا، اگر یہ مان بھی لیا جائے، کہ عربوں میں بھی اس کا رواج پڑ چکا تھا!

تو ایک طرف تو پانی بند ہو گیا، بچے اور عورتیں پیاس سے بلک رہی ہیں، کی دہائیاں دی جاتی ہیں!

نوحے اور مرثیے پڑھ پڑھ کے زمین و آسمان کو ہلانے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے!

اور دوسری طرف اتنا پانی موجود ہے، جس سے نورہ بڑے سے برتن میں بنایا بھی جا رہا ہے، بیسیوں مرد اسے لگا بھی رہے ہیں، اور اس کے بعد پانی سے غسل بھی کر رہے ہیں!

لیکن بچوں اور عورتوں کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کے چند قطرے بھی موجود نہیں! فی للعجب

سچی بات یہی ہے جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔

میدان کربلا میں وقوع پذیر ہونے والے سانحہ کی ایک اور روایت ذکر کر کے اہل عقل سے سوال کرونگا، کہ کیا ایسا ممکن ہے؟

واقعہ کربلا پہ سب سے پہلے لکھی جانے والی کتاب" مقتل الحسین لابی مخنف" جہاں سے طبری سمیت تمام مؤرخین نے جھوٹی روایات اٹھا کے امت مسلمہ کو فریب دینے کی کوشش کی، اور چند منٹوں میں شروع ہو کے ختم ہو جانے والے واقعہ کو الف لیلی کی داستان بنا دیا، اس میں حالات جنگ کی ابتدا کے بارہ میں ایک روایت ہے!

عمر بن سعد نے اپنے لوگوں کو جنگ کے لئے دائیں بائیں متعین کیا، میمنہ (دایاں حصہ) پہ اس نے شمر بن ذی الجوشن کو کھڑا کیا، اور اس کے ساتھ بیس ہزار سوار تھے!

میسرہ (بایاں حصہ) پہ خولی بن یزید اصبحی کو اور اس کے ساتھ بھی بیس ہزار سوار تھے !

اور باقی فوج کے ساتھ خود قلب (درمیان) میں کھڑا ہوا، (اس قلب کی تعداد کی گنتی کرنا وہ شاید بھول گیا !

یا بقیہ بچ جانے والے چالیس ہزار افراد قلب میں ہونگے ؟

کیونکہ وہ ایک اور روایت میں لشکریوں کی کل تعداد اسی ہزار بتارہا ہے !

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو جمع کیا !

بچوں اور خواتین کو خیموں میں بھیج دیا !

اس کے ارد گرد خندق کھود کے لکڑیاں بھر کے آگ لگادی، تاکہ جنگ کا رخ ایک ہی طرف رہے، اور خیموں میں موجود بچوں اور عورتوں کی طرف دوران لڑائی ہمارا دھیان نہ جائے !

میسرہ پہ ہلال بن نافع کو مقرر فرمایا، میمنہ پہ زہیر بن قین کی ڈیوٹی لگائی، ان دونوں کے ساتھ بیس بیس سوار تھے اور خود قلب میں کھڑے ہوئے، بیس بیس ہزار افراد کی تعداد تو اسے آسانی سے معلوم ہوگئی !

لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قلب میں کھڑے افراد جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ سو تک ہوگی ان کی تعداد اسے معلوم نہیں ہوسکی !

لیکن اس کے سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والے سید عبدالرزاق مقرم کو اس عظیم الشان لشکر کی تعداد معلوم ہوگئی !

جو کہ کل 88 پیدل و سوار افراد پہ مشتمل تھا۔ مقتل الحسین للمقرم صفحہ 225 مطبوعہ نجف۔

لشکر حسین رضی اللہ عنہ کی اصل تعداد معلوم کرنے کے لئے آج جب میں نے مختلف شیعہ و سُنی قدیم ترین کُتب کی طرف رجوع کیا تو ایک عجیب روح فرسا انکشاف مجھ پہ ہوا !

کربلا میں کس کا تیر کسے لگا؟ کس نے کس کو قتل کیا؟ کس کی شہادت کس طرح ہوئی؟ کس نے دشمنوں پہ حملہ کرنے سے قبل کون کون سے اشعار پڑھے ؟

یہ تمام تفاصیل تو موجود تھیں لیکن لشکر حُسین رضی اللہ عنہ کی صحیح تعداد پہ شیعہ مجتہدین و مؤرخین بھی متفق نظر نہ آئے !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

آیئے دیکھتے ہیں اکثر شیعہ مجتہدین و مؤرخین اور چند اہل سُنت مؤرخین لشکر سیدنا حُسین رضی اللہ عنہ کی تعداد کیا بتاتے ہیں؟

پہلی روایت؛32 سوار اور 40 پیدل!

یہ روایت شیخ المفید کی الإرشاد، طبرسي کی إعلام الوری ص 142، فتال کی روضۃ الواعظین ص 158، ابن جریر طبری کی تاریخ طبری ج 6 ص 241، ابن الأثیر کی الکامل ج 4 ص 24، القرماني کی أخبار الدول ص 108، اور الدینوري کی الاخبار الطوال ص 354 میں موجود ہے!

دوسری روایت؛82 سوار تھے!

یہ روایت الدمعۃ الساکبۃ ص 327 میں موجود ہے!

تیسری روایت؛60 سوار تھے!

یہ روایت الدمیري کی حیاۃ الحیوان في خلافۃ یزید ج 1 ص 73 پہ موجود ہے!

چوتھی روایت؛73 سوار تھے!

یہ الشریشي نے شرح مقامات الحریری ج 1 ص 193 پہ درج کی ہے

پانچویں روایت؛45 سوار اور 100 پیدل! یہ ابن عساکر نے تاریخ الشام ج 4 ص 337 پہ لکھی ہے!

چھٹی روایت؛32 سوار اور 40 پیدل!

یہ الخوارزم نے اپنی کتاب المقتل ج 2 ص 4 پر درج کی ہے!

ساتویں روایت؛61 پیدل! (سواروں کی تعداد کوئی نہیں)

یہ روایت المسعودي نے إثبات الوصیّۃ ص 35 پہ درج کی ہے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

آٹھویں روایت؛45سوار اور100 پیدل!

یہ روایت ابن نمانے مثیر الاحزان ص28اور اللهوف ص56 پہ درج کی ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تعداد امام الباقرسے مروی ہے!

نویں روایت:72افراد(سوار اور پیدل کا کوئی تذکرہ نہیں)

یہ روایت الشبراوي نے الاتحاف بحبّ الاشراف ص17 پہ درج کی ہے!

قارئین فیصلہ خود فرمالیں نام نہاد محبانِ اہلِ بیت و مؤرخین ایک ایک رجزیہ شعر اور ایک ایک لمحے کے حالات تو لکھتے ہیں، لیکن لشکر حسین کی اصل تعداد بھی انہیں معلوم نہیں جو ہزاروں کیا سینکڑوں میں بھی نہیں، زیادہ سے زیادہ سوا سو تک ہو گی!

سانحۂ کربلا میں سرکاری فوج کی تعداد جو مختلف راویوں نے ذکر کی ہے، اس کی کم سے کم تعداد بیس ہزار ہے، جو عقل و فہم سے ماورا ہے!

ناسخ التواریخ میں ترپین ہزار، مقتل الحسین لابی مخنف میں صرف میمنہ اور میسرہ کی چالیس ہزار، اور قلب کی تعداد کا کوئی تذکرہ نہیں، لیکن اسی مقتل الحسین لابی مخنف میں ایک دوسری روایت میں کل تعداد اسی ہزار ہے، مقتل الحسین للمقرم میں تعداد تیس ہزار سوار ہے!

ایک حوالہ کتاب اور صفحہ نمبر سمیت مجھے اس وقت یاد نہیں(اگر اس سلسلہ کو کتابی شکل میں پرنٹ کرانے تک مجھے یاد آگیا، یا اپنی لکھی ہوئی یادداشتوں میں ڈھونڈنے سے مل گیا، تو اس کتاب کا نام اور صفحہ نمبر سمیت درج کرونگا ان شاءاللہ) اس حوالہ میں ایک راوی صاحب فرماتے ہیں، کہ سرکاری لشکر چھ لاکھ سوار اور دو کروڑ پیادوں پہ مشتمل تھا، لیکن اس وقت چونکہ اصل حوالہ میرے پاس موجود نہیں، جو موجود ہیں، ہم انہی کے متعلق بات کریں گے!

ابو مخنف کی میمنہ اور میسرہ ہی کی معین تعداد چالیس ہزار ہے، ہم قلب کی تعداد چالیس ہزار فرض کر لیتے ہیں(کیونکہ اسی کتاب میں درج دوسری روایت میں وہ کل تعداد اسی ہزار لکھ رہا ہے) اور مقابلے میں سو کے لگ

صاحبزادہ ضیاء ناصر

بھگ مرد حضرات جن میں نوعمر بچے بھی ہیں !

اس دیومالائی داستان کی تفصیل جب مقتل حسین یا طبری میں پڑھتے ہیں، تو یوں محسوس ہوتا ہے، ان راویوں کا عقل کا خانہ بالکل ہی خالی تھا، کہ ایک ایک کے مقابلہ پہ ایک ایک ہزار !

اور پھر جب مقابلے کا تذکرہ کیا جاتا ہے، تو مقتل ابی مخنف میں بھی اور ناسخ التواریخ میں بھی بحوالہ ابن شہر آشوب یہ بات موجود ہے، کہ سیدنا حسین نے پہلے ہی ہلہ میں ایک ہزار نو سو پچاس آدمیوں کو قتل کر دیا، زخمی اس تعداد کے علاوہ تھے !

پھر واپس خیمہ گاہ کی طرف آئے اور رجزیہ اشعار پڑھے ان اشعار کی تعداد بھی 35 ہے !

پھر ذرا دم لیکر حملہ کیا، تو ایک خلق کثیر کو قتل کر دیا، یہاں شاید ابو مخنف کا گنتی کرنے والا کمپیوٹر خراب ہو گیا تھا، اس لئے ابو مخنف نے مکمل تعداد مقتولین کی نہیں بتائی، ہاں ماضی قریب کے ایک شیعہ مجتہد کی کتاب " مجاہد اعظم " میں وہ تعداد لکھی ہوئی ہے، جو شاید فرشتے انہیں دے گئے تھے !

مؤلف مجاہد اعظم لکھتے ہیں، حضرت نے متواتر کئی حملے کئے، اور ہر حملے میں دس دس ہزار لاشیں بچھادیں (نہ ایک کم نہ ایک زیادہ)

یہ بھی اسی طرح کی روایت ہے جیسے واقعہ حرہ میں مدینہ کی ایک ہزار عورتوں کی یزید کی سرکاری فوج کے ہاتھوں حاملہ ہونے کی روایت گھڑی گئی ہے، وہاں بھی نہ ایک کم نہ ایک زیادہ، اُس سانحہ کا آپریشن بھی ان شاءاللہ ان اقساط کے بعد ہو گا !

مؤلف مجاہد اعظم مزید فرماتے ہیں !

اسرار شہادت میں لکھا ہے، کہ حضرت کے ہاتھ سے تین لاکھ، حضرت عباس کے ہاتھ سے پچیس ہزار، اور بقیہ لوگوں کے ہاتھ سے پچیس ہزار کل ساڑھے تین لاکھ کوفی قتل ہوئے ! مجاہد اعظم صفحہ 266

ابو مخنف ہی کی روایت کا پہلے تجزیہ کر لیتے ہیں، سیدنا حسین نے پہلے ہلے میں 1950 افراد کو قتل کیا، اب دیکھنا یہ ہے، کہ حضرت کے ہاتھ میں تلوار تھی یا کوئی ایٹم بم تھا؟ کیونکہ اگر ایک منٹ میں ایک مقتول بھی تسلیم کیا

صاحبزادہ ضیاء ناصر

جائے،تو1950افراد کو قتل کرنے کے لئے اتنے ہی منٹ تو چاہئیں،اور یہ پورے ساڑھے بتیس گھنٹے بنتے ہیں!
اگرایک منٹ میں دوافراد کے قتل کا حساب لگایا جائے تو975منٹ یعنی سوا سولہ گھنٹے بنتے ہیں،اور یہ بات تو تمام شیعہ راوی لکھتے ہیں، کہ جنگ صرف دس محرم ہی کو ہوئی تھی!

نیز ابو مخنف، طبری ودیگر مؤرخین کی اپنی صراحتوں کے مطابق یہ حادثہ صرف اتنی ہی دیر میں وقوع پذیر ہوا تھا، جتنی دیر قیلولہ میں آنکھ لگتی ہے، یعنی ایک آدھ گھنٹہ، لیکن مقتولین کی تعداد اور ایک منٹ فی قتل ٹائم کی کیلکولیشن کے حساب سے تو بغیر وقفے کے حضرت ڈیڑھ دن اور ایک رات قتل عام فرماتے رہے!

یا پھر ان کی تلوار سے لیزر شعائیں یا تابکاری ایٹمی شعاعیں نکلتی تھیں؟ کہ جدھر تلوار کا رُخ کیا،ادھر موجود تمام افراد مقتول ہوگئے!

طبری ودیگر مؤرخین ہی کی بعض روایات کے مطابق قافلۂ حسین کے شہداء کی تعداد72اور سرکاری مقتولین کی تعداد88ہے،جو کہ حقیقت ہے، باقی سب روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں اور کچھ نہیں!

مقتل الحسین لابی مخنف کی ایک اور روایت یاد آگئی، جو ہے تو کربلا میں پہنچنے سے پہلے کی، لیکن چونکہ اس کا تعلق بھی پانی کی بندش کے جھوٹے دعوے سے ہے،اس لئے اسے بھی ذکر کرتا چلوں!

آپ(یعنی سیدنا حسین) ابھی ثعلبیہ میں ہی تھے، کہ آپ نے دور سے گرد اٹھتی دیکھی،اور اپنے ساتھیوں سے پوچھا،یہ سیاہی کیسی ہے؟انہوں نے کہا،ہم کچھ نہیں کہہ سکتے!

آپ نے فرمایا غور سے دیکھو! انہوں نے کہا کوئی قافلہ آتا معلوم ہوتا ہے!

آپ نے فرمایا رستے سے ہٹ جاؤ!

راوی کہتا ہے،جب ہم راہ سے ہٹ گئے!

تو وہ لوگ بھی ہماری ہی سمت کو ہٹ گئے!

دیکھتے کیا ہیں،ایک ہزار سوار ہیں،اور ان کی قیادت حُر بن یزید ریاحی کر رہا ہے!

وہ لوگ حسین کے مقابل آکر کھڑے ہوگئے،اور کہا:اے ابو عبداللہ ہمیں پانی پلوائیے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

آپ نے حکم دیا، ان لوگوں کو پانی پلاؤ، اور ان کے گھوڑوں کو بھی سیر کردو!

چنانچہ ان سب کو پانی پلادیا گیا!

علی بن بعان محاربی کا بیان ہے، کہ میں لشکر کی سب سے آخری صف میں تھا، حسین نے مجھے دیکھا، تو مجھ سے فرمایا، بھتیجے اپنا اونٹ بٹھالو، مشک کھولو، خود بھی پیو اور اپنی سواری کو بھی پلاؤ، میں نے ایسا ہی کیا، حُر برابر حسین کے مقابل کھڑے رہے، تاآنکہ نماز کا وقت آگیا، اور حسین نے دونوں گروہوں کو نماز پڑھائی!

ایک ہزار فوجیوں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلانا اس قافلے کے پانی میں سے، جس میں کل ڈیڑھ سو کے قریب اشخاص ہیں، بڑا ہی عجیب ہے!!

کیا حسینی قافلے کے تمام اونٹوں پہ صرف پانی ہی لدا ہوا تھا؟ کہ ایک ہزار آدمیوں نے خود بھی پیا اور ان کے گھوڑوں نے بھی؟

یہ جس مقام ثعلبیہ میں ملاقات کی بات کی گئی ہے حُر کے لشکر سے!

کیا اس مقام پہ پانی کے کنویں موجود نہیں تھے؟ کہ حُر اور اس کے لشکری خود بھی وہاں سے پانی پی لیتے، اور اپنے گھوڑوں کو بھی پلا لیتے؟

چلیں ہم مان لیتے ہیں، کہ سب کو پانی پلایا گیا! ان کے پاس وافر مقدار میں پانی موجود تھا، بہت بڑا نیکی کا کام کیا، کہ اپنے مقابل آنے والے دشمن لشکر کی پیاس بُجھائی، لیکن اس روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل اس روایت میں ہی موجود ہے!

سیدنا حسین اپنے قافلہ کے افراد کو حکم دے رہے ہیں، کہ " ان لوگوں کو پانی پلاؤ اور ان کے گھوڑوں کو بھی سیر کرو "

ان الفاظ سے یہ بات ثابت ہورہی ہے، کہ یہ لشکر گھوڑوں پہ سوار تھا، لیکن روایت کے آخر میں علی بن بعان محاربی جو لشکر کی آخری صف میں تھا، اس کے پاس اونٹ کہاں سے آگیا؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

اس زمانہ میں قافلوں میں تو اونٹ اور گھوڑے شامل ہوتے تھے، لیکن تیز رفتار فوجی دستے صرف گھوڑوں پہ مشتمل ہوتے تھے، مکس سواریاں نہیں ہوتی تھیں!

دراصل ابو مخنف یہاں سے کربلا میں پانی کی بندش والی خود ساختہ کہانی کی تمہید باندھ رہا ہے، اور یہ بتلانا چاہ رہا ہے، کہ ان کے پاس جو پانی تھا، وہ سارا انہوں نے حُر بن یزید اور اس کے لشکریوں کو پلا دیا تھا!

اب کربلا میں پہنچ کے ان کے پاس پانی موجود نہیں تھا، اور سرکاری فوج نے نہرِ فرات پہ پہرے بٹھا دیئے، جس سے اس قافلہ میں موجود چھوٹے بڑے شدت پیاس سے تڑپتے رہے!

اس احمق انسان کو یہ بات بھول گئی، کہ ثعلبیہ اور کربلا کے درمیان 295 عربی میل یعنی تقریباً 600 کلومیٹر کا فاصلہ تھا!

ثعلبیہ سے کربلا بارھویں منزل پہ تھا، بیچ کی منازل دیکھنے کے لئے قسط نمبر 20 کو ایک بار پھر دیکھ لیں!

کیا ان بیچ کی گیارہ منازل میں بھی پانی دستیاب نہیں تھا، کہ کربلا پہنچتے ہی پانی کی کمی کا شکار ہو گئے؟

ثعلبیہ میں تو ایک ہزار آدمیوں اور ان کے گھوڑوں کو سیر کرنے کے لئے وافر مقدار میں پانی موجود تھا، کہ آپ نے مہمان نوازی کرتے ہوئے دشمن فوجی دستے کی ان کے سواری کے جانوروں سمیت پیاس بُجھا دی!

حالانکہ ڈیڑھ سو آدمیوں کے قافلہ کے پاس ہزار آدمیوں اور ہزار گھوڑوں کو سیر کرنے کی مقدار جتنا پانی ہونا بالکل ہی خلاف عقل ہے!

اگر اسے مان بھی لیا جائے، تو بقیہ منازل پہ تو انہیں پانی کے حصول میں کوئی رکاوٹ یا دشواری نہیں تھی!

انہوں نے پھر سے کیوں اتنا پانی اپنے پاس ذخیرہ نہ کر لیا کہ کربلا میں پہنچنے کے بعد پانی کی کمی کا معاملہ درپیش نہ آتا؟

کربلا میں عباس علمدار کی نہر فرات سے پانی لانے کی روایت تو اس سے بھی عجیب تر ہے!

آیئے اسے بھی دیکھتے ہیں!

اسی مقتل الحسین میں یہ روایت موجود ہے، کہ ابن زیاد کے حکم سے عمر بن سعد نے الغاضریہ کے گھاٹ پہ ایک

صاحبزادہ ضیاء ناصر

شخص حجر بن حر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اور دوسرے شخص شبت بن ربعی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہرا لگانے کے لئے بھیجا تھا، کہ سیدنا حسین وہاں سے پانی نہ لے سکیں !

دو صفحات آگے ابو مخنف صاحب پانی کی عدم دستیابی اور اس کے لئے عباس بن علی کی کاوشوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں !

حسین اور آپ کے ساتھیوں کو پیاس نے ستایا، تو حسین نے اپنے بھائی عباس سے فرمایا، بھائی اپنے سب گھر والوں کو جمع کرو، اور کنواں کھود و، انہوں نے ایسا ہی کیا، مگر اس میں انہیں پانی نہ ملا، تب حسین نے عباس سے فرمایا، بھائی فرات پر جاؤ اور ہمارے لئے پانی لاؤ!

عباس نے کہا، بسر و چشم!

آپ نے ان کے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی کر دیا، جو ان کے دائیں بائیں ہوئے، تا آنکہ فرات پر پہنچے، اور ابن زیاد کے آدمیوں نے دیکھ لیا، انہوں نے کہا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا، ہم حسین کے ساتھی ہیں، کہنے لگے، کیا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا، ہمیں پیاس نے بے حال کر رکھا ہے، اور ہم پر سب سے زیادہ سخت حسین کی پیاس ہے!

ان لوگوں نے جب یہ بات سُنی، تو سب نے ملکر ایک ساتھ ان پہ حملہ کر دیا، عباس اور ان کے ساتھی بھی ان سے لڑے اور ان کے متعدد آدمیوں کو قتل کر دیا!

(یہاں عباس بن علی کی زبان سے راوی صاحب نے کچھ رجزیہ اشعار کہلوائے ہیں، انہیں چھوڑ کے آگے بڑھتا ہوں)

راوی کہتا ہے، آپ جب گھاٹ کے کنارے پہ چڑھے، تو چاروں طرف سے آپ پہ تیر برسنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی زرہ خارپشت کی طرح ہو گئی (خارپشت گوہ کو کہتے ہیں، جس کے جسم پہ سینکڑوں کی تعداد میں لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں) پھر آپ پر ابرص بن شیبان نے حملہ کیا اور داہنا ہاتھ کاٹ دیا، جو مع تلوار کے اُڑ گیا، آپ نے تلوار بائیں ہاتھ سے پکڑ لی، اور ان لوگوں پر حملہ کر دیا، (آگے پھر اشعار ہیں) راوی کہتا ہے، آپ نے

دشمن قوم پر حملہ کر کے متعدد آدمی مار دیئے، اور کئی سرداروں کو زیر کر لیا، مشک آپ کی پشت پر لدی ہوئی تھی، ابن سعد نے یہ دیکھا، تو کہا، بدبختو! اس مشک کو تیروں سے چھید دو، بخدا اگر حسین نے پانی پی لیا، تو تم میں سے ایک ایک کو فنا کر دیں گے!

راوی کہتا ہے، کہ انہوں نے عباس پر بہت سخت ہولناک حملہ کیا، لیکن انہوں نے (یعنی عباس نے) ایک سو اسی مار دیئے، اتنے میں عبداللہ بن یزید شیبانی نے ان کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا، تو انہوں نے تلوار منہ میں پکڑ کر ان پہ حملہ کر دیا!

(آگے عباس کی زبان سے پھر اشعار کہلوائے جا رہے ہیں)

راوی کہتا ہے کہ پھر آپ نے ان لوگوں پہ حملہ کیا، اس حال میں کہ آپ کے دونوں ہاتھ خون سے لت پت تھے، ان لوگوں نے بھی مجتمع ہو کر آپ پر حملہ کر دیا، مگر آپ بے جگری سے ان کے ساتھ جنگ کرتے رہے!

اتنے میں ان میں سے کسی نے آپ کے سر پہ لوہے کا گرز مارا، جس سے آپ کا سر پھٹ گیا، اور زمین پہ گر پڑے، خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے، آپ نے زور سے آواز دی!

یا ابو عبداللہ (سیدنا حسین کی کنیت) آپ کو میرا سلام پہنچے، حسین نے جب یہ آواز سُنی، تو زور سے چلائے، ہائے میرا بھائی، ہائے عباس، ہائے میرا جان جاں!

روایت آگے بھی ہے، لیکن اگلے الفاظ غیر ضروری ہونے کی وجہ سے میں چھوڑ رہا ہوں،

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے جس عباس بن علی نے کربلا کے میدان میں پچیس ہزار کو قتل کیا تھا وہ عباس بن علی کون تھا؟ یا پھر شہید ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کے یہ کارنامہ انجام دیا ہوگا!

اس روایت کے تضادات کو دیکھتے ہیں، پچھلی قسط میں کربلا میں پانی کی فراوانی کی روایات آپ پڑھ چکے ہیں، جن میں ایک روایت ظالموں پہ حجت تمام کرنے والے الفاظ والی بھی تھی!

سیدنا حسین کے پاس جب یہ طاقت موجود تھی، کہ آپ زمین سے بطور کرامت یا شیعہ کے الفاظ میں بطور معجزہ پانی نکال سکتے تھے (معجزہ کا لفظ صرف اس کام کے لئے بولا جا سکتا ہے، جو اللہ کے نبی یا رسول کے ہاتھ پہ خلاف

صاحبزادہ ضیاء ناصر

عادت ظاہر ہو، ولی اللہ کے ہاتھ پہ خلاف عادت ظاہر ہونے والے کام کے لئے کرامت کالفظ استعمال ہوتا ہے) (

آپ نے قوت وطاقت ہوتے ہوئے پانی زمین سے کیوں نہ نکالا؟

اپنے بھائی عباس کو سرکاری فوج کا نشانہ بننے کے لئے کیوں بھیجا؟

اس روایت سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی، عورتوں اور معصوم بچوں کی پیاس سے بلبلانے کی تمام روایات جھوٹی ہیں!

پیاس تو سیدنا حسین کو لگی ہوئی تھی،اور شدت کی پیاس تھی، جس کی وجہ سے عباس بن علی علمدار کو فرات کے کنارے پانی لانے کے لئے بھیجا گیا، پورے قافلۂ حسینی کی تعداد تو ڈیڑھ سو کے قریب تھی، لیکن ان تک پانی پہنچنے سے روکنے کے لئے پانچ ہزار افراد کو فرات پہ متعین کر دیا گیا!

چلیں یہ بھی مان لیتے ہیں، کیونکہ راویوں کے پاس لاکھوں کی تعداد میں سرکاری فوج موجود تھی، آخر انہیں کسی کام پہ بھی لگانا تھا!

اس لئے پانچ ہزار افراد کو فرات کے کنارے ڈیوٹی پہ لگا دیا گیا، آگے اس سے بھی حیران کن الفاظ ہیں روایت کے، آپ کی زرہ تیر لگنے سے خارپشت کی طرح ہو گئی، راویوں کی حماقت کا اندازہ ان الفاظ سے کر لی جئے، دشمن کے تیر و تلوار سے بچنے کے لئے لوہے کی زرہ پہنی جاتی ہے، اور تیر کا اگلا حصہ بھی لوہے کا ہوتا ہے، اب یہ لوہے کا لوہے میں گھس جانا بھی خلاف عقل ہے! چلیں ہم اسے بھی اگر اپنی عقل کو رُخصت کر کے مان بھی لیں، تو مشکیزہ تو چمڑے کا ہوتا ہے، وہ کس قسم کے تیر تھے، جو اپنی جادوئی طاقت سے زرہ بکتر کے لوہے میں تو گھس گئے، لیکن چمڑے کے مشکیزے کو کوئی نقصان نہ پہنچا؟

اسے تیروں سے چھدوانے کے لئے پھر ابن سعد کو میدان میں آکے حکم دینا پڑا" بدبختو مشکیزے کو تیروں سے چھید دو"

اس سے بھی زیادہ خلاف عقل اگلی بات ہے، کہ دونوں ہاتھ کٹنے کے بعد تلوار منہ میں لے کے حملہ کر دیا، اور اس سے کثیر تعداد میں دشمنوں کا خاتمہ کر دیا! روایت کرنے والا نامعلوم راوی اور اسے لکھنے والا ابو مخنف تو جھوٹوں کے شہنشاہ تھے ہی لیکن ان روایات کو قبول کر کے آگے پہنچانے والے تو ہمارے نام نہاد مسلم مؤرخین احمقوں کے سردار تھے، جن کی لکھی ہوئی تاریخ کو ہمارے دوست سبوخ سید چرسیوں کی تاریخ کہتے ہیں!

جنھوں نے اپنی کتابوں کی ضخامت بڑھانے کے لئے مارکیٹ سے جو بکواس ملی، اُٹھا کے اپنی تاریخی کُتُب کی زینت بنا ڈالی!

اور ان سے بھی بڑے مجرم سینکڑوں سالوں میں گذرنے والے وہ اہل علم تھے، جنھوں نے ان بیہودہ و بے سرو پا روایات کو تحقیق و تفتیش کی چکی میں نہ پیسا، اور نہ ہی عقل کی کسوٹی پہ پرکھا!

اور صدیوں تک اُمت کو یہ شوگر کوٹڈ زہر پینے دیتے رہے!

ان روایات کو منبر و محراب سے ہر سال سُنانے والے تو صرف اپنی روزی روٹی سیدھی کرنے کے چکر میں ہوتے ہیں!

کیونکہ جو جتنا زیادہ دردناک شہادت سُنا کے رُلائے گا، اسے اتنی ہی زیادہ قیمت پہ بُک کیا جاتا ہے، اصل تعجب تو ان عقل کے اندھوں پہ ہوتا ہے، جو نسل در نسل ان روایات کو سُن کے ان پہ ایمان لائے بیٹھے ہیں!

اور پچھلے کچھ عرصہ سے تو اہل سُنت کے بڑے بڑے خطباء و علماء بھی یہی بے سرو پا روایات سُنا سُنا کے سنیوں کو نیم شیعہ بنائے چلے جا رہے ہیں، اور سُنی بھی حُب اہل بیت کی سَر مستی میں اپنی عقول کو گھاس چرنے بھیج دیتے ہیں!

اللہ کریم ہم سب کو حب اہل بیت عقل سلیم کی روشنی میں عطاء فرمائے آمین!!

طبری نے عمار الدہنی کے حوالہ سے روز عاشور کی جو طویل روایت نقل کی ہے

اس میں یہ الفاظ ہیں!

حسین بن علی کو مسلم بن عقیل کا خط پہنچا تو آپ وہاں سے روانہ ہو کے ابھی اس مقام تک پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر تھا، کہ حُر بن یزید ریاحی سے ملاقات ہوئی، حُر نے پوچھا: آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ کہاں جارہے ہیں؟

آپ نے فرمایا، اسی شہر (کوفہ) جانے کا ارادہ ہے!

حر نے کہا، واپس چلے جایئے، وہاں آپ کے لیے خیر کی کوئی امید نہیں ہے!

یہ سن کر حسین نے واپس جانے کا ارادہ کیا، مسلم کے سبھی بھائی آپ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا "واللہ" جب تک ہم مسلم کا انتقام نہ لے لیں گے یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں گے، واپس نہیں جائیں گے!

آپ نے فرمایا، پھر تمہارے بغیر زندگی کا کیا مزا؟

یہ کہا اور آگے بڑھے، جب ابن زیاد کے لشکر کے ہراول دستے کے کچھ سوار آپ کو نظر آئے تو آپ کربلا کی طرف مڑے!

ایک آبادی جو نشیب میں واقع تھی، اسے آپ نے اپنے لشکر کی پشت پر رکھا تا کہ اگر جنگ ہو تو ایک ہی جانب سے ہو!

آپ وہیں اترے اور اپنے خیمے نصب کر دیے، آپ کے ساتھیوں میں پینتالیس سوار اور سو پیادے تھے۔

عمر بن سعد بن ابی وقاص کو عبید اللہ بن زیاد نے رے (موجودہ طہران) کی گورنری دی اور یہ فرمان بھی لکھ دیا اور کہا "میری جانب سے آپ ان (حسین) سے جا کر نمٹ لیجیے!

"ابن سعد نے کہا، مجھے اس کام سے معاف رکھیے!

ابن زیاد کسی طرح نہ مانا، تو اس نے کہا، آج رات کی مہلت دیجئے، اس نے مہلت دی تو یہ اپنے معاملے میں سوچتے رہے، صبح ہوئی تو ابن زیاد کے پاس آئے اور اس کا حکم ماننے پر راضی ہو گئے، اور حسین بن علی کی طرف روانہ ہوئے، جب یہ ان کے پاس پہنچے تو حسین نے فرمایا" تین آپشنز میں سے ایک اختیار کر لیجیے!

نمبر 1؛ یا تو مجھے چھوڑ دیجیے کہ میں جہاں سے آیا ہوں، وہیں چلا جاؤں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

نمبر2; یا مجھے یزید کے پاس جانے دیجیے !

نمبر3; یا کسی سرحد کی طرف چلا جانے دیجیے !

عمر بن سعد نے اس بات کو قبول کر لیا!

اور عمر نے ابن زیاد کو یہ بات لکھ بھیجی تو اس نے جواباً لکھا" وہ جب تک اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں نہ پکڑا دیں، ایسا نہیں ہو سکتا ہے !

حسین نے فرمایا، یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا!

اس بات پر لڑائی چھڑ گئی اور حسین کے تمام ساتھی قتل ہو گئے !

ان میں سترہ اٹھارہ نوجوان ان کے گھر والوں میں سے تھے، ایک تیر آکر ایک بچے کو لگا جو ان کی گود میں تھے، حسین ان کا خون پونچھتے جاتے اور کہتے جاتے !

"اے اللہ" ہمارا اور ان لوگوں کا تو انصاف فرما، انہوں نے ہمیں اس لیے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے، اور اب ہم لوگوں کو قتل کر رہے ہیں !

اس کے بعد آپ نے ایک چادر منگوائی، اسے پھاڑا اور گلے میں پہن لیا، پھر تلوار لے کر نکلے، لڑے اور شہید ہو گئے، رضی اللہ عنہ !

آپ کو بنی مذحج کے ایک شخص نے قتل کیا اور آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا اور کہا، میرے اونٹوں کو مال و زر سے بھر دیجیے، میں نے جلیل القدر بادشاہ کو قتل کیا ہے، میں نے اسے قتل کیا ہے جس کے ماں باپ بہترین مخلوق تھے اور جو نسب کے اعتبار سے خود بھی بہترین خلق ہے ! ابن زیاد نے اس شخص کو حسین کے سر کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیا !!

(روایت کافی طویل ہے لیکن اس وقت جتنے حصے کی ضرورت ہے میں اتنی ہی نقل کر رہا ہوں روایت کا بقیہ حصہ چونکہ شہادت کے بعد کے حالات پہ ہے اس لئے اس کا ذکر وہیں کرونگا ان شاء اللہ)

صاحبزادہ ضیاء ناصر

شہادت سیدنا حُسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ابو مخنف کی ایک توہین آمیز روایت دیکھئے!

امام اپنی دائیں بائیں دیکھنے لگے، لیکن اپنے ساتھیوں اور مددگاروں میں جسے دیکھا، وہ یا تو قتل ہو چکا تھا، یا گر پڑا تھا، اور زخمی تھا، تو آپ نے یہ آواز لگائی!

کیا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں؟

جو ہماری فریاد کو پہنچے!

کیا کوئی پناہ دینے والا نہیں؟

جو ہمیں پناہ دے!

کیا کوئی مدد کرنے والا نہیں؟

جو ہماری مدد کرے!

کیا کوئی جنت کا طلبگار نہیں؟

جو ہماری طرف سے مدافعت کرے!

کیا کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرنے والا نہیں؟

جو ہم پہ رحم کھائے!

کیا کوئی ہمارا دم ساز نہیں؟

جو سختی میں ہمارے کام آئے!

ابو مخنف کے بقول سیدنا حسین کا یہ واویلا کیا کسی بھی طرح سیدنا حسین کے شایان شان ہے؟؟

وہ تو اپنے نانا کے دین کو بچانے کے لئے نکلے تھے!

وہ تو بنائے لاالہ تھے!

اور اپنی جان کو اسلام کی بقا اور اس کی سربلندی کے لئے قربان کرنے کے لئے نکلے تھے!

پھر یہ واویلا کیسا؟ یہ ہاہاکار کیسی؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ عورتوں کا سا بین کیسا؟

جھوٹے اور جعلی محبان اہل بیت تو سیدنا حسین کی طرف ان باتوں کی نسبت کر سکتے ہیں، لیکن میں ان الفاظ کو سیدنا حسین کی شخصیت ان کی عظمت کردار، ان کے خاندانی اطوار کے بالکل منافی سمجھتا ہوں!

یہ بات بالکل خلاف عقل ہے، علی مرتضی شیر خدا کا لخت جگر، فاطمۃ الزہرا کا جگر گوشہ، رسول اللہ کا نواسہ اس طرح کے بیہودہ کلمات کو زبان پہ لانا تو بڑی دور کی بات ہے، ایک لمحے کے لئے سوچ بھی سکے!

یہ بات، یہ کلمات، صرف اور صرف خرافات ہیں حقیقت سے ان کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں!

کیا سیدنا حسین جیسا عالم، عبادت گذار شب زندہ دار مجاہد یہ نہیں جانتا تھا؟

فریاد رس صرف اللہ ہی ہے!

پناہ دینے والا بھی صرف اللہ ہی ہے!

مدد کرنے والا بھی صرف اللہ ہی ہے!

سختیوں میں کام آنے والا بھی اللہ ہی ہے!

جب کائنات کے سارے رشتے، ناتے، قوتیں، طاقتیں، بے اثر اور بے وقعت ہو جاتی ہیں، تو ایک اللہ واحد ہی غمگساروں کی آخری آماجگاہ ہوتا ہے!

ایک وہی تو ہے، جس کے روبرو کی ہوئی کوئی فریاد رائیگاں نہیں جاتی!

اس سمیع و بصیر کو چھوڑ کے اپنے دشمنوں کی صفوں میں اپنے لئے مددگاروں کو تلاش کرنا سیدنا حسین کی ذات پہ بہت بڑا عظیم بہتان ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں!

سیدنا حسین کے آخری وقت کا واویلا اس ابو مخنف دجال نے جو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، وہ پہلے بہتانوں سے بھی بڑا بہتان ہے۔

(طبری کو چھوڑ کے اس مقام پہ میں ابو مخنف کا آپریشن اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ ان چوروں کی نانی ہے، اور طبری سمیت باقی سارے شیعہ سُنی مؤرخین اس کے خوشہ چین اور اس کی روحانی اولاد ہیں آج تک پوری

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کائنات میں ایک بھی ایسی تاریخ کربلا نہیں لکھی گئی جس میں ابو مخنف کی روایات نہ لی گئی ہوں کیونکہ یہی پہلی کتاب ہے اور یہ شخص شاید عالم ارواح میں بیٹھ کے ایک ایک بات کا مشاہدہ کر کے اسے وہیں پہ قلمبند کر رہا تھا)

آپ کی شہادت سے قبل کی آخری روایت جو ابو مخنف نے درج کی ہے، اس کے آخری الفاظ ہیں،

آپ گر پڑے، اور آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، جب افاقہ ہوا، تو چاہا، لڑنے کے لئے کھڑے ہوں، لیکن اٹھ نہ سکے، اس پر آپ بِلک بِلک کر روئے !

اور بین کرتے جاتے تھے، ہائے نانا جان ۔۔۔۔ ہائے محمد ۔۔۔۔۔ ہائے ابا ۔۔۔۔ ہائے علی ۔۔۔۔۔ ہائے بھائی ۔۔۔۔۔ ہائے حسن ۔۔۔۔۔۔ ہائے یہ بے وطنی ۔۔۔۔۔ ہائے کوئی فریادرس نہیں ۔۔۔۔۔ ہائے یہ قلت انصار ۔۔۔۔۔۔ آج میں مظلوم قتل ہو رہا ہوں ۔۔۔۔۔ حالانکہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔۔۔۔۔ حالانکہ میرے باپ علی مرتضی ہیں ۔۔۔۔۔ مجھے بے عزت کر کے چھوڑ دیا گیا ۔۔۔۔۔ حالانکہ میری ماں فاطمۃ الزہراء ہیں !

اس بین کے الفاظ پہ غور کی جئے، یہ کسی منحوس جاہل بیوہ کا سا بین کسی بھی طرح سیدنا حسین کے شایان شان ہو سکتا ہے ؟

میں تو ایک لمحے کے لئے بھی اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ایسا کہہ سکتے ہیں !

لیکن ابو مخنف کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ مقدس صحیفہ سمجھتے ہوئے صدیوں سے نقل بھی ہو رہے ہیں !

اور منبروں پہ بیان بھی ہو رہے ہیں !

اور کوئی عقل و شعور کا دعویدار اس پہ اعتراض بھی نہیں کرتا !

کہ آپ تو صرف سیدنا حسین ہی کی نہیں، بلکہ علی مرتضی کے خون کی، فاطمۃ الزہراء کے دودھ کی (اوہ، معذرت، معذرت، میں بھول گیا، شیعہ روایات کے مطابق آپ نے اپنی امی جان کا دودھ تو پیا ہی نہیں تھا، کیونکہ وہ تو ان کو دنیا میں لانا ہی نہیں چاہتی تھیں، تفصیلی روایات کے لئے میری وال پہ سلسلۂ شر البریہ دیکھئے)

کل بنی ہاشم کی قوت و شجاعت کی، عربوں کی روایتی بہادری کی، کیا یہ توہین نہیں ؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کہ کوئی شخص اسلام کی خاطر، اسلام کی سربلندی کے لئے گردن کٹواتے ہوئے کسی منحوس بیوہ کی طرح بین کرے؟

آپ توہین پہ توہین کرتے جاؤ اہل بیت کی! اور آپ پھر بھی محب اہل بیت!

اور میں ان کے دامن پہ آپ اور آپ کے آباءواجداد کے لگائے ہوئے گندگی کے داغ صاف کروں تو میں ناصبی اور دشمن اہل بیت؟؟؟ معاذاللہ

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے !

خبیث الفطرت ابو مخنف آپ کے آخری وقت میں پھر ایک اور بین کا تذکرہ کرتا ہے!

راوی کہتا ہے، جب بھی وہ (شمر) آپ کا کوئی عضو کاٹتا!

تو حسین چلاتے!

ہائے محمد۔۔۔۔ہائے علی۔۔۔ہائے حسن ۔۔۔۔ہائے جعفر۔۔۔۔۔ہائے حمزہ۔۔۔۔۔ہائے عقیل۔۔۔۔۔ ہائے عباس۔۔۔۔۔ہائے اس طرح قتل ہونا۔۔۔۔۔۔ہائے مددگاروں کی کمی۔۔۔۔۔۔ہائے یہ بے وطنی۔۔۔۔۔پھر اس نے آپ کا سر کاٹ دیا۔۔۔۔۔۔۔اور نیزے پہ بلند کر دیا۔۔۔۔۔اس پر لشکر نے تین دفعہ تکبیر کہی (یاللعجب، یہ لشکر تو بقول روافض کافروں کا تھا! تو تکبیر کیسی؟) زمین میں زلزلہ آگیا، اور مغرب و مشرق میں اندھیرا چھا گیا!

لوگوں کو کڑک اور بجلی نے گھیر لیا!

اور آسمان سے خالص خون کی بارش ہوئی!

اور ایک ندا دینے والے نے آسمان سے آواز لگائی!

بخدا آج حسین بن علی بن طالب قتل ہو گئے، جو امام ہیں!

اماموں کے بیٹے ہیں!

آسمان سے کبھی خون نہیں برسا تھا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سوائے اس کے یا اس دن کے جب یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوۃ والسلام شہید کئے گئے تھے!

اس لعنتی ابو مخنف نے آپ کے آخری وقت میں بھی آپ کی زبان سے کلمہ جاری نہیں کروایا!

بس بین ہی بین کروایا، جس انسان کے دل میں تھوڑی بہت بھی اہل بیت رسول سے محبت موجود ہے، اس کی نظر میں یہ روایات سب خرافات ہیں!

ہاں جنہیں اپنا مذہب بین اور ماتم ہی پہ آگے چلانا تھا، ان کے لئے یہ روایات کسی صحیفۂ آسمانی سے بھی بلند تر ہیں!

بین کے بعد زلزلہ، خالص خون کی بارش، مشرق و مغرب میں اندھیرا چھا جانا یہ اس بین و واویلا سے بھی بڑی خرافات ہیں، کیا سیدنا حسین اس زمین پہ پہلے ناحق مقتول تھے؟

کیا اس سے قبل ان کے والد سیدنا علی جو مقام و مرتبہ میں ان سے ہزاروں گنا زیادہ افضل تھے! انہیں قتل نہیں کیا گیا تھا؟

کیا سیدنا علی سے افضل سیدنا عثمان کو ناحق قتل نہیں کیا گیا تھا؟

کیا سیدنا عثمان سے افضل سیدنا عمر فاروق کو محراب نبوی میں نماز پڑھاتے ہوئے ناحق قتل نہیں کیا گیا تھا؟

چلیں ان سب کو چھوڑ دیں یہ سب تو صحابی تھے!

کیا پہلے انبیاء کو قتل نہیں کیا گیا؟

ایک ایک وقت میں زمین کے مختلف خطوں اور علاقوں میں اللہ کے ستر ستر سچے نبیوں کو قتل کیا گیا!

کس نبی کے قتل پہ زمین پہ زلزلہ آیا؟

کس نبی کے قتل پہ مشرق و مغرب میں اندھیرا چھایا؟

کس نبی کے قتل کے بعد آسمان سے خالص خون کی بارش ہوئی!

یہ حضرت یحیی بن زکریا کی شہادت کے وقت آسمان سے خون کی بارش ہونے کا دعوی تو اس لئے ساتھ کیا گیا ہے، کہ لوگوں کو تعجب نہ ہو، کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے، حالانکہ اسرائیلیات (یہودیوں کی روایات) کے اندر بھی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ایسی کوئی روایت نہیں !
یہ تو ان یہودیوں سے بھی بڑا کذاب ہے !
اسی روایت میں عقیدۂ امامت بھی پیش کر دیا گیا !
کہ حسین خود بھی امام !
امام کے بیٹے بھی اور آنے والے اماموں کے باپ بھی !
شہادت کے بعد خانوادۂ اہل بیت کی خواتین کے مرثیے اور نوحے چھوڑ کے میں آگے بڑھتا ہوں !
ابو مخنف کربلا میں ماتم و بین کرنے کے لئے رسول اللہ کی پیاری لخت جگر سیدتنا فاطمۃ الزہراء ہی کو نہیں لاتا، وہ بھی اس حال میں کہ سر کے بال کھلے ہوئے، کالے کپڑے پہنے ہوئے اور سر میں خاک ڈالتے ہوئے !
بلکہ حضرت حوا، حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت موسی کی والدہ، اور حضرت خدیجہ کو بھی لے آتا ہے !
اسی طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسی اور حضرت عیسی سمیت بیس انبیاء و رسل کو بھی ماتم کرنے اور سیدنا حسین پہ رونے کے لئے نعوذ باللہ کربلا کے میدان میں لے آتا ہے !
پھر سیدنا حسین کے سر کو نیزے پہ چڑھوا کے ان سے قرآن مجید کی تلاوت بھی کرواتا ہے !
جسے دیکھ کے عیسائی مسلمان ہو جاتے ہیں !
مدینہ اور کوفہ میں جنیہ (جن عورتوں) سے بھی بین کرواتا ہے !
سیدنا حسین کے سر کو تمام بلاد اسلامی میں سرکاری فوج کے ہاتھوں نیزے پہ چڑھا ہوا پھرواتا ہے کبھی کوفہ، کبھی بصرہ، کبھی حمص تو کبھی دمشق، اور یہ بھول جاتا ہے !
کہ جس روایت میں وہ انبیاء کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کربلا میں بین و ماتم کے لئے لایا تھا، اسی روایت میں یہ الفاظ بھی اسی نے لکھے تھے !
ان میں سے ایک صاحب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھے اور لاش کے پاس بیٹھ کر کوفہ کی طرف اشارہ کیا !
ضیاء ناصر صاحبزادہ

توان کا یعنی سیدنا حسین کا سر) وہاں سے آگیا!
اور انہوں نے اسے آپ کے جسم کے ساتھ لگا دیا!
قدرت الٰہی سے جسم ایسا ہی ہو گیا، جیسے پہلے تھا !
اب سر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوفہ سے اپنی معجزانہ طاقت کے زور سے منگوا کے جسم کے ساتھ جوڑ دیا تھا!
یزید کے دربار دمشق میں، یا حمص اور دوسرے شہروں میں کون سے سر کو پھرایا گیا؟
اس کی کوئی وضاحت نہیں!
یا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بھی نعوذ باللہ ہندوؤں کے دیوتا کی طرح کئی سر تھے؟
ایک تو جسم کے ساتھ لگ گیا!
ایک سیدنا علی کے جسم کے ساتھ جوڑ دیا گیا!
ایک سیدتنا فاطمۃ الزہراء کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا!
ایک سیدنا حسن کے پہلو میں دفن کیا گیا!
ایک سر دمشق میں دفن کیا گیا!
ایک سر دمشق لے جاتے ہوئے راستہ میں کچھ لوگوں نے چھین کے وہیں دفن کر دیا!
ایک سر امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک متوفی 99 ہجری نے خواب میں رسول اللہ کے حکم کے بعد خزانہ بنی امیہ سے نکال کے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا!
ایک سر 133 ہجری میں عباسیوں کی فوج نے خزانہ بنی امیہ لوٹا تو وہاں سے ایک سپاہی کے ہاتھ لگا اور اس سپاہی نے اسے اسی میدان میں دفن کر دیا، جس میدان میں اس نے وہ سر تھیلی میں سے کھول کے دیکھا تھا!
ایک سر 540 ہجری میں عبیدیوں کی فوج نے عسقلان سے منتقل کر کے قاہرہ مصر میں دفن کروایا! جہاں شہید حسین کے نام سے ایک عالی شان عمارت موجود ہے!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یہ اک عجب جھوٹ کی غضب کہانی ہے !

جس کی روایات پڑھتے پڑھتے اور ان میں موجود تضادات کو دیکھتے ہوئے دماغ چکرا کے رہ جاتا ہے !

ان کے جھوٹوں کی ایک اور در فنطنی بھی پڑھتے جائیں !

ماضی قریب کے ہندوستان کے ایک شیعہ مؤرخ ڈاکٹر مظہر حسین اپنی کتاب مظلوموں کی فریاد میں رقم طراز ہیں ! ہندوستان کے مہاراجہ چندر گپت سے سیدنا حسین کے بڑے دوستانہ تعلقات تھے، چنانچہ آپ کربلا سے ہندوستان جانا چاہتے تھے !

اس حوالے پہ مجھے اپنا یارِ دلدار اور اسکا شگوفہ یاد آ گیا، میر ا یار دلدار اکثر کہا کرتا ہے

""ہم رام کی اولاد ہیں""

پکا خاندانی سُنی ہوتے ہوئے عشرۂ محرم میں عقل و خرد کو خیر باد کہہ دیتا ہے، الحمد للہ اس بار اس نے اپنی مختصر پوسٹس میں ایک بات تو تسلیم کرلی کہ پانی روکے جانے کے روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں اپنے بچپن کے لنگوٹیے یاروں کے باقی جھوٹ بھی آہستہ آہستہ مان جائے گا ان شاء اللہ))

ان عقل کے اندھوں اور شعور سے بیگانے لال بجھکڑوں کو یہ بھی معلوم نہیں، اور یہ جاہل تاریخ کا اتنا بھی علم و شعور نہیں رکھتے، کہ چندر گپت 330 عیسوی میں مر گیا تھا، اور سیدنا حسین کی پیدائش اس کے مرنے کے 296 سال بعد 626 عیسوی میں ہوئی تھی !

ان کا عقیدہ ہے !

یا جھوٹ ہر دم ہر پل تیرا ہی آسرا !

اور یہی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ و دیگر اہل بیت کے جھوٹے مُحبین کا دین و مذہب ہے !!

پچھلی اقساط میں آپ دوستوں نے سانحۂ کربلا کی بے سروپا روایات ملاحظہ کیں، ان ہی میں سے ایک جھوٹی روایت یہ بھی ہے !

جو ابو مخنف ہی نے مقتل الحسین میں بیان کی ہے، اور اکثر مؤرخین نے اُسے آیات قرآنی سمجھ کے اپنی اپنی

تواریخ میں ذکر کیا ہے!

ایک سننے والے نے کچھ اشعار سُنے!

پڑھنے والا نظر نہیں آرہا تھا!

اس نے سوال کیا، تمہیں اپنے معبود کی قسم بتاؤ تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا، میں جنوں کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہوں، اور اپنی قوم کے ساتھ آیا تھا، کہ حسین کی مدد کروں، مگر یہاں آکر دیکھا، تو وہ قتل کئے جاچکے ہیں!

پھر اس نے (جنوں کے بادشاہ نے) کہا!

''آہ اے ابو عبداللہ'' تمہارے لئے ہماری بے چینی!

اور یہ الفاظ اس نے تین بار کہے!

اس پہ مختصر تبصرہ کروں تو یہ شعر حاضر ہے!

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ جس مواصلاتی رابطے کے ذریعہ جنات کو اطلاع ملی، کیا اس رابطے کا نیٹ ورک ڈاؤن تھا؟ کہ جنات کو بروقت اطلاع نہ مل سکی؟

اور وہ آپ کی مدد کے لئے نہ آسکے؟

یہ روایت ذکر کرنے والے ابو مخنف کے نزدیک تو یکم محرم سے قافلہ کربلا کے میدان میں رکا ہوا تھا!

پانی بند تھا!

چاروں طرف سے محاصرہ تھا!

ان دس دنوں میں جنات یا ان کا بادشاہ آپ کی مدد کے لئے کیوں نہ آئے؟

آئے بھی تو شہادت کے بعد!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

چلیں ان کی بہت نوازش آئے تو سہی !

اب حُب حسین کا تقاضا تو یہ تھا، کہ وہ بادشاہ سلامت اپنی قوم کو بلاتے، اور ایک ایک قاتل کو کیفر کردار تک پہنچاتے، لیکن اس بادشاہ نے یہ بھی نہ کیا!

صرف پانچ اشعار پڑھے، تین بار ہائے کہہ کے سرد آہ کھینچی ! " اور یہ جا، وہ جا"

جنات کے بادشاہ ہو کے اتنے بودے عاشق تم نکلو گے ؟

وہ بھی سیدنا حسین جیسے عالی مرتبت انسان کے !

یار کچھ شرم ہوتی ہے ! کچھ حیا ہوتی ہے !

(جنات کے بادشاہ کے پانچ اشعار مقتل الحسین میں پڑھ کے مجھے یہ بھی پتہ چلا جنات بھی بڑے باذوق ہوتے ہیں، اور انہیں شاعری سے اعلیٰ پائے کا شغف ہوتا ہے، اب بھائی اکرام الحق، بھائی شاد مردانوی اور حکیم فاروق سومرو صاحبان تیار ہو جائیں ! ان کا اگلا مشاعرہ جنات سے کروایا جائیگا)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے بارہ میں بھی مختلف روایات ہیں !

صرف کوفہ میں لے جایا گیا؟

دمشق میں بھی لے جایا گیا؟

مملکت اسلامیہ کے تمام بڑے بڑے شہروں میں اُسے پھرایا گیا؟

ابومخنف کے بعد رافضیوں نے تو اس سلسلہ میں بھی بہت سی روایات گھڑی ہوئی ہیں، جن میں یزید کے دربار میں سر لے جانے کا تذکرہ بھی موجود ہے !

یہ سب روایات اسی طرح جھوٹی ہیں، جس طرح یہ کہا جاتا ہے، کہ کربلا میں صرف ایک " بچہ " بچا تھا، جس کا نام علی بن حسین تھا، جنہیں رافضی اپنا چوتھا امام مانتے ہیں !

ان کے بچہ ہونے کا یقین دلانے کے لئے ایک یہ روایت بھی گھڑی ہوئی ہے، کہ کوفہ میں عبید اللہ بن الزیاد نے حکم دیا تھا، کہ اس بچے کو ننگا کر کے چیک کیا جائے، کہ یہ بالغ ہے یا نابالغ ؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ان عقل کے اندھوں کو روایت گھڑتے ہوئے یہ خیال بھی نہ رہا، کہ تئیس یا چوبیس سال کا نوجوان (جسے بچہ کہہ کے بلایا جارہا ہے) اس کے دو بیٹے بھی قافلے میں موجود ہیں، کیاان دو بیٹوں کا وجود اس کی بلوغت کے ثبوت کے لئے کافی نہیں؟

ذاکر اسٹیج پہ دھمال ڈالتے ہوئے یہ تو کہتا ہے، عون شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عرفہ بن عوسجہ شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عباس شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حُر تمیمی شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان سے کبھی کسی نے پوچھا ہے؟

ذرا یہ بھی بتاؤ علی کے جو بیٹے شہید ہوئے ان کے نام کیا تھے؟

حسن کے جو بیٹے شہید ہوئے ان کے نام کیا کیا تھے؟

حسین کے اپنے جو بیٹے شہید ہوئے! ان کے نام کیا کیا تھے؟

علی اصغر شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علی اکبر شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔:::فلاں شہید ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فلاں شہید ہوا!

میرا پوری نسلِ رافضیت کو چیلنج ہے!

اپنی ہی پرانی کتابوں میں سے مجھے ذرا ناموں کی لسٹ تو بتاؤ؟

قافلۂ حسینی میں موجود علی کے بیٹوں کے نام کیا کیا تھے؟

حسن کے بیٹوں کے نام کیا کیا تھے؟

حسین کے بیٹوں کے نام کیا کیا تھے؟

رضی اللہ عنہم اجمعین!

کیا کربلا میں ابو بکر بن علی شہید نہیں ہوئے؟

کیا کربلا میں عمر بن علی شہید نہیں ہوئے؟

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کیا کربلا میں عثمان بن علی شہید نہیں ہوئے ؟

کیا کربلا میں ابو بکر ابن حسن شہید نہیں ہوئے ؟

کیا کربلا میں عمر بن حسن شہید نہیں ہوئے ؟

کیا کربلا میں عثمان بن حسن شہید نہیں ہوئے ؟

کیا کربلا میں ابو بکر بن حسین شہید نہیں ؟

کیا کربلا میں عثمان بن حسین شہید نہیں ہوئے ؟

کیا کربلا میں عمر بن حسین شامل نہیں تھے ! جو زندہ بچ گئے تھے ؟

یہ اصل نام اس لئے نہیں بتلاتے، کہ اگر بتلا دیئے، تو پورے مذہب شر البریہ کی عمارت زمیں بوس ہو جائے گی !

کس کو قائم ہی اس مفروضے کی بناء پہ کیا گیا ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ، اور سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فارق، اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی آپس میں شدید دشمنی تھی اور جب تک ہم ان خلفاء ثلاثہ پہ لعنت نہیں کریں گے ہمارا حُب اہل بیت کا نعرہ جھوٹا رہے گا !

کیونکہ ان کے آباواجداد نے ان کو یہی سکھلایا ہے خلفاء ثلاثہ پہ تبرا کئے بغیر حُب اہل بیت کی عمارت استوار ہو ہی نہیں سکتی !

ان مذکورہ بالا نو افراد میں سے آٹھ افراد تو کربلا میں شہید ہوئے ہیں !

لیکن یہ نام اس لئے بھی نہیں بتاتے، کہ نام سُنتے ہی سب کو پتہ چل جائے گا، کہ خلفاء ثلاثہ سے خانوادۂ علی کو اتنی محبت تھی، کہ تینوں باپ بیٹوں نے اپنے اپنے بچوں کے نام ان تینوں کے ناموں پہ رکھے !

اس قافلے میں بچنے والے فقط علی بن حسین المعروف امام سجاد اور دوسرا لقب امام زین العابدین ہی نہیں، (امام زین العابدین بھی کسی اور شخصیت کا لقب ہے جسے چُرا کے علی بن حسین رح کا بنا دیا گیا ہے) بلکہ کچھ اور بھی بچے بچ گئے تھے، جن کے نام اور عمریں درج ذیل ہیں !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

زید بن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، عمر 30 سال !

حسن بن حسن بن علی المعروف حسن المثنٰی، عمر 21 سال (یہ حسن المثنی سیدنا حسین کے داماد تھے ان کی زوجیت میں آپ کی بیٹی فاطمہ بنت حسین تھیں یہ فاطمہ بنت حسین وہی ہیں جن کے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ سات محرم کو کربلا کے میدان میں قاسم بن حسن کے ساتھ عقد ہوا اور مہندی لگائی گئی ! قاسم بن حسن اور حسن بن حسن المعروف حسن المثنی دونوں سگے بھائی ہیں خاوند کی زندگی میں اس کے نکاح میں رہتے ہوئے سگے دیور سے نکاح اور رسمِ مہندی رافضیوں کے مذہب میں تو ہو سکتی ہے لیکن اسلام یا دنیا کے کسی بھی اور مذہب میں ایسی شادی کی نہ تو کوئی اجازت ہے نہ گنجائش)

عمرو بن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، عمر 20 سال !

طلحہ بن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، عمر 15 سال !

محمد بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، عمر 18 سال !

جعفر بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عمر 14 سال !

عمر بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عمر 12 سال !

حسین الاکبر بن علی بن سیدنا حسین عمر 4 سال !

محمد بن علی بن سیدنا حسین عمر 3 سال !

فضل بن عباس بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ عمر 10 سال !

جن افراد کی عمروں کی کتب انساب سے تصدیق نہیں ہو سکی، لیکن وہ کربلا سے زندہ بچ کے آئے، اور آگے ان کی نسلیں بھی چلیں، ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں،

عبید اللہ بن عباس بن علی، حسن بن عباس بن علی، علی بن مسلم بن عقیل، محمد بن مسلم بن عقیل، عبدالرحمن بن عبداللہ اکبر بن عقیل، مسلم بن عبداللہ اکبر بن عقیل، عقیل بن عبداللہ اکبر بن عقیل، محمد بن عبداللہ اکبر بن عقیل، سعید بن عبدالرحمن بن عقیل، عقیل بن عبدالرحمن بن عقیل،

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ان ناموں سے یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے، کہ کربلا میں صرف ایک بچہ زندہ نہیں بچا تھا، بلکہ بہت سارے لوگ زندہ بچ گئے تھے، جن میں سے چند کی عمریں30, 21, 20, اور18سال کی تھیں، اور بقیہ کی عمروں کی تفصیل نہیں مل سکی!

اور یہ بچنے والے سارے کے سارے افراد خانوادۂ نبوت سے تعلق رکھتے تھے!

صدیوں سے یہ جھوٹ بولا جارہا ہے کہ خانوادۂ نبوت کے تمام افراد کو کربلا میں شہید کر دیا گیا تھا سوائے علی بن حسین(امام زین العابدین) کے!

خانوادۂ نبوت کے کربلا میں زندہ بچ جانے والے اکیس مردوں(بچے اور بڑے سب کو میں مرد لکھ رہا ہوں کیونکہ بعد میں ان کی آگے نسلیں چلیں) کا نام تو میں نے لکھ دیا ہے کوئی اور محقق گہرائی میں جا کے تحقیق کرے تو شاید کچھ نام اور بھی مل جائیں!

اب روافض سے ان کے اہل سُنت محبین ذرا یہ بھی سوال کرلیں کہ کربلا میں شہید ہونے والوں میں خانوادۂ نبوت کے کتنے افراد تھے اور ان کے کوفی آباء واجداد میں سے کتنے افراد؟

جو سیدنا حسین اور ان کے ساتھ موجود ان کے بھائیوں، بھتیجوں اور غلاموں کے ہاتھوں واصل بجہنم ہوئے جن کو آج شہداء کربلا میں شمار کر کے ان کا ماتم کیا جاتا ہے!

یہ ذرا سب کے شجرے تو کھنگال کے بتائیں کون کون کہاں کا رہنے والا اور کس کس کوفی سازشی کا رشتہ دار تھا؟

سانحۂ کربلا کے بعد علی بن حسین بن علی(امام زین العابدین) روافض کے چوتھے معصوم امام سن 95 ہجری تک زندہ رہے، یعنی پورے چونتیس(34) سال!

کوئی ایک روایت اشارتاً، کنایتاً، صراحتاً ان سے یا خانوادۂ رسول کے کسی بھی اور فرد سے، آل ابی طالب کے کسی ایک فرد سے، بنو عبد المطلب ہی نہیں، بلکہ پورے بنو ہاشم میں سے کسی ایک شخص سے بھی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کوئی روایت پیش نہیں کی جاسکتی، جس میں یزید کو قصوروار ٹھہرایا گیا ہو!

پوری نسل رافضیت اور اکابر پرست اہل سنت کے تمام طبقات کو میرا کھلا چیلنج ہے!

مجھے کوئی ایک روایت صحیح اسناد سے نکال کے دکھادیں، جس میں خانوادۂ نبوت کے کسی ایک فرد نے بھی اس سانحے کا ذمہ دار یزید بن معاویہ کو ٹھہرایا ہو، میں اس شخص کا ساری زندگی کے لئے غلام بن جاؤں گا، اور میرا خون بھی اسے معاف ہو گا!

صحابۂ کرام تو رافضیوں کے نزدیک نعوذ باللہ رسول اللہ کی وفات کے وقت ہی سے مرتد ہو چکے تھے، ان کی خاموشی تو رافضیوں کے باطل دعویٰ کے مطابق سمجھ آتی ہے، لیکن بقیہ بچ جانے والے تمام افراد اس سانحہ کے بعد بالکل خاموش ہیں، حتاکہ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد بھی خاموش ہیں، لیکن پچاس سال بعد پیدا ہونے والا ابو مخنف یا اس کے بعد پیدا ہونے والے اس کے خوشہ چیں، چاہے وہ رافضی ہوں یا روافض کے خوشہ چیں اہل سنت، وہ تو یزید کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں، لیکن متاثرین کا خاموش رہنا، ان کا یزید کو مورد الزام نہ ٹھہرانا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے، کہ اصل حقائق ان کے سامنے تھے، سارا وقوعہ ان کی نظروں کے سامنے ہوا، زندہ بچنے والوں میں عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کے 15 سال سے اوپر کے کم از کم پانچ مرد موجود ہیں، عورتیں بھی تقریبا اکثر عمر رسیدہ ہیں، سیدتنا زینب کی عمر بھی کم از کم پچپن یا چھپن سال ہے، کسی ایک فرد نے بھی یزید پہ الزام لگایا ہو تو ثابت کریں!

آج کے بزرجمہر بڑی دور کی کوڑی لاتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں، کہ یزید کے دور میں قتل ہوا، اگر وہ ملوث نہیں تھا تو اس نے حسین کے قاتلوں سے قصاص کیوں نہ لیا؟

اپنے تئیں وہ بڑا بلند بانگ دعویٰ کر رہے ہوتے ہیں، آج پونے چودہ سو سال بعد مواصلاتی رابطوں کی

بہتات میں وہ یہ بھول جاتے ہیں، کہ آج کے زمانہ میں بھی کئی ترقی یافتہ ممالک میں ایسے قتل ہو چکے ہیں، جن کے اصل قاتلوں کا سُراغ آج تک نہیں مل سکا!

وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں، کہ بلوہ کی کیفیت میں یعنی جب ایک گروہ دوسرے گروہ سے ٹکرائے، تو کبھی بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا، کہ کس نے کس کو قتل کیا؟

اور اس زمانہ میں جب قبائل نظام اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود تھا، ٹھوس گواہوں اور ثبوتوں کی عدم موجودگی میں کسی فردِ معین پہ جب کہ حملہ آور سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہوں الزام لگا کے اس سے قصاص نہیں لیا جا سکتا!

دوسری سب سے اہم بات! مقتول کے ورثاء اگر کسی کو نامزد کرتے ہیں، کہ فلاں آدمی ہمارا قاتل ہے، تو اسے قاتل مانا جائے گا، مقتول خود بھی اور اس کے ورثاء بھی جن لوگوں کو قاتل کہہ رہے ہیں، انہیں آپ قاتل ماننے کو تیار نہیں!

بات آپ کی نہیں مقتولین کے ورثاء کی مانی جائے گی!

اگر ابھی بھی بات آپ کو سمجھ نہیں آئی! تو پھر دوسرے طریقے سے سمجھاتا ہوں!

ناصبیت اور یزیدی ہونے کا الزام تو کچھ لوگ پہلے ہی مجھ پہ لگاتے ہیں، چلیں اس الزام کو اور پکا کرنے کے لئے آپ کو ایک الزامی جواب سے ایک اور موقع دے دیتا ہوں!

کیا سیدنا حسین کا قتل اس امت میں پہلا قتل تھا؟ یقیناً ایسا نہیں!

اس سے قبل بھی ایک قتل ہو چکا تھا، اور اس قتل کے مجرموں سے قصاص لینے کے لئے اُمت کے ایک بہت بڑے حصے نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تھا!

کیاسیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ورثا کے مطالبہ کو پورا کیا تھا؟

میری مراد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے!

کیاسیدنا عثمان کے تمام کے تمام قاتلوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت نہیں کی تھی؟

کیاطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سمیت جلیل القدر صحابہ نے آپ سے قاتلوں سے قصاص کا دعوی نہیں کیا تھا؟

کیاام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا و دیگر ازواج مطہرات بھی اس مطالبے میں شریک نہیں تھیں؟

جنگ جمل اور جنگ صفین کی بنیادی وجوہات کیا تھیں؟

کبھی آپ لوگوں نے اس پہ بھی غور کیا؟

کیاسیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کے وقت چوالیس لاکھ مربع میل پہ پھیلی ہوئی پوری مملکت اسلامیہ کے بلاشرکت غیرے امیر المؤمنین نہیں تھے؟

کیاسیدنا عثمان جن کے بارہ میں رسول اللہ کی بے شمار بشارتیں موجود ہیں، وہ اتنے ہی لاوارث تھے؟

کہ وارثوں کی طرف سے کھلم کھلا ان کے قصاص کے مطالبے پہ عملدرآمد نہ ہوا؟

اور سیدنا حسین تو مقام و مرتبہ میں ہزاروں گنا ان سے کم تھے، سیدنا عثمان کے بارہ میں آپ کی زبانیں گُنگ ہو جاتی ہیں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

فوراسید نا علی رضی اللہ عنہ کی صفائیاں دینا شروع کر دیتے ہو! الحمد للہ میں بھی ان کی صفائی دیتا ہوں کہ حالات و معاملات ان کے کنڑول و اختیار سے باہر تھے اور وہ یہی کہتے تھے، میں مضبوط ہونے کے بعد ان قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچاؤں گا!

میں سید نا علی اور یزید کے درمیان نعوذ باللہ موازنہ نہیں کر رہا، دونوں کے زمانوں میں پیش آنے والے حالات کا موازنہ پیش کر رہا ہوں!

رہی شخصیات کے موازنہ کی بات!

تو ایک یزید نہیں کروڑوں یزید بھی اکٹھے ہو جائیں، تو سید نا علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ساتھ لگنے والی خاک کے بھی برابر نہیں، کہ سید نا علی صرف صحابی رسول ہی نہیں، سابقون الاولون میں سے ہیں، اور یزید فقط ایک تابعی ہے، جس نے ایمان کی حالت میں صحابہ کا دیدار کیا، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں،

آپ کو اگر منصف بننے کا اتنا ہی شوق ہے، تو اپنے انصاف کے دو معیار قائم نہ کریں !

یہ بات میں صرف اور صرف اہلِ سُنت کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہوں، رافضی یہاں مخاطب نہیں!

سید نا علی رضی اللہ عنہ ورثاء کے مطالبہ کے باوجود قاتلوں سے قصاص نہ لیں، اور یہ کہیں، کہ جب حالات کنڑول میں آئیں گے، تب میں اس معاملہ کو نپٹاؤں گا، تب بھی وہ بری الذمہ ہیں!

اور یزید سے ورثاء مطالبہ بھی نہ کریں، کہ ہمیں قاتلوں سے قصاص لے کے دو، اور ورثاء اسے ملزم بھی نہ ٹھہرائیں، تب بھی وہ ملزم ہے؟

جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے!

ضیاء ناصر

آج ذاکر اور مولوی اسٹیج پہ دھمال ڈالتے ہوئے بڑے دھڑلے سے جھوٹ بولتے ہوئے یوں کہتا ہے،
کہ سیدنا حسین کا سر جب یزید کے دربار میں لایا گیا، تو اس نے فلاں فلاں بے حرمتی کی!
حالانکہ وہ تمام کی تمام روایات چاہے کسی بڑے مؤرخ نے اپنی تاریخ میں لکھی ہیں یا چھوٹے مؤرخ نے! ضعیف اور موضوع (منگھڑت) ہیں!
لیکن ایک لمحے کے لئے ہم انہیں صحیح مان کے روافض ہی کی معتمد کتب سے اس بہتان کا جواب لیتے ہیں!
قافلۂ اہل بیت دمشق پہنچتا ہے اور شہادت حسین کی اطلاع ملنے پہ یزید اور اس کے اہل خانہ کیا کرتے ہیں؟
میں روافض ہی کی معتمد کُتب کے حوالے دینے لگا ہوں، کسی ایسی کتاب کا حوالہ نہیں دونگا، جو کسی سُنی نے لکھی ہو، یا کسی سُنی کی طرف منسوب ہو!
اعتدال کی نقاب پہنے اتحادِ اُمت کے دعویدار تقیہ زدہ روافض سے یہ ضرور پوچھیے گا کہ آپ کے مجتہدین جب یہ لکھ رہے تھے تو کیا وہ چرس کے نشے میں تھے؟ یا اپنے تمام تر دجل و فریب کے باوجود وہ دن کی روشنی کو سیاہی نہیں کہہ سکتے تھے! اور مجبور ہو گئے سچ لکھنے پہ!!
اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے، خلاصۃ المذاہب صفحہ 15
یہ واقعہ سُن کے دانتوں تلے انگلی دبا لیتا
ہے۔ نہج الاحزان صفحہ 221
اس کی بیوی روتی ہوئی بے پردہ محل سے باہر دربار یزید میں پہنچ جاتی ہے۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 315

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یزید رو اٹھتا ہے۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 293 اور صفحہ 326

یزید اپنی عورت کو کہتا ہے، اے ہند! فرزند رسول خدا اور بزرگِ قریش پر نوحہ وزاری کرو! جلاء العیون (اصل عورت اُم محمد تھی جسے حکم دیا گیا تھا، اور وہ سیدنا حسین کی بھتیجی تھی)

یزید کی دختران روتی تھیں۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 292

یزید نہ صرف خلوت میں بلکہ جلوت میں بھی روتا تھا۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 293

یزید کی ہمشیر گان روتی تھیں۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 294

اہل بیت نے ماتم کی اجازت مانگی، یزید نے ایک مکان خالی کرا دیا، جس میں سات شبانہ روز ماتم ہوتا رہا۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 292

تباہ حال قافلہ جب دمشق پہنچا، تو دیکھ کے یزید رو پڑا، اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا، جس سے آنسو پونچھتا جاتا تھا، اس نے سب کو اپنی زوجہ ہند بنت عامر (یہاں رافضی پھر ڈنڈی مار گیا ہے) ہند بنت عامر نہیں، ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیار کے پاس بھیج دیا، جب اہل بیتِ حسین محل میں پہنچے، تو گریہ وزاری بلند ہوئی، جس کی آواز بھی سُنائی دیتی تھی (یعنی یزید کے دربار میں) خلاصۃ المذاہب صفحہ 293

حسین کا سر سونے کے طشت میں رکھا، اور کہا! اے حسین؛ تمہارے ہنسنے کی جگہ کیسی اچھی ہے۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 34

حضرت علی (یعنی امام زین العابدین) کی عزت کی، اور اہل بیت کو اپنے گھر میں جگہ دی، اور صبح وشام امام زین العابدین کو اپنے دستر خوان پر بلاتا تھا۔ جلاء العیون

یزید نے حکم دیا، کہ اہل بیت کو خاص مکان میں اتارا جائے، اور ان کو ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچائی جائے، جب تک حضرت علی (امام زین العابدین) دستر خوان پر نہ آتے یزید کھانا نہ کھاتا نہ آرام کرتا۔ طراز مذہب مظفری صفحہ 468

ملا اسحاق فرائینی اور صاحب ناسخ التواریخ نے یہ بھی لکھا ہے، کہ یزید نے مجمع عام میں ایک تقریر کی، جس میں فرداً فرداً سب قاتلین حسین پر لعنت کی۔ ملخص ترجمہ؛ مقتل امام الفرائینی صفحہ 198

شمر جب یزید کے دربار میں سیدنا حسین کا سر لے کے آتا ہے اور سوال کرتا ہے، میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دی جئے، میں نے اسے قتل کیا ہے، جو ماں باپ کی طرف سے تمام جہاں سے بہتر تھا، تو یزید غصے ہوا، اور بنظر غضب اس کی طرف دیکھ کے کہا، خدا تیری رکاب کو آگ سے بھر دے، تیرے لئے خرابی ہو، جب تو جانتا تھا، کہ حسین بہترین خلق ہیں، تو تو نے انہیں قتل کیوں کیا؟ نکل جا میرے سامنے سے تیرے لئے میرے پاس کوئی جائزہ نہیں۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 304

میری طرف سے ہر گز تجھے انعام نہیں ملے گا، یہ سُن کر شمر خائب و خاسر واپس آیا، اور اس طرح وہ دین و دنیا سے بے نصیب رہا۔ ناسخ التواریخ صفحہ 269

ابن زیاد ملعون نے حسین کے معاملہ میں جلدی کی، میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔ جلاء العیون صفحہ 527

حسین کو اس نے (ابن زیاد نے) قتل کیا، خدا اسکو غارت کرے۔ ناسخ التواریخ صفحہ 378

خدا ابن زیاد کو غارت کرے! اس نے حسین کو قتل کیا، اور مجھ کو دونوں جہان میں بدنام کیا۔ طراز مذہب مظفری صفحہ 456

خدا لعنت کرے ابن مرجانہ کو! میں نے اسے آپ کے والد کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا، اگر میں ان سے لڑتا، تو ہرگز قتل نہ کرتا۔ احتجاج طبرسی

خلاصۃ المذاہب صفحہ 392، جلاء العیون اور ناسخ التواریخ میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے، کہ دمشق سے مدینہ رخصت ہوتے ہوئے۔۔۔۔ یزید نے اُم کلثوم کو ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا۔۔۔۔ " اے ام کلثوم " یہ مال آپ کی مصیبتوں کا معاوضہ ہے، نیز حضرت علی بن حسین کی طرف بڑھا اور کہا، اس قلیل رقم کو قبول کی جئے! (مؤلف خود بتا رہا ہے کہ وہ قلیل رقم صرف دو لاکھ دینار تھے) ناسخ التواریخ صفحہ 420

پھر حضرت علی (زین العابدین) سے کہا، کہ ہمیشہ خط لکھتے رہیں، اور مجھ پر اپنے حوائج ضروری لکھا کریں، تاکہ میں بجالاؤں۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 405 اور جلاء العیون صفحہ 522

حضرت علی (زین العابدین) کسی وقت یزید کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتے، تو وہ کہتا، میں نے آپ کے قتل کو معاف کیا۔ خلاصۃ المذاہب صفحہ 405

ناسخ التواریخ رافضیوں کی معتمد کتاب کے مطابق! یزید کے دربار میں ایک شخص سیدنا حسین کی شہادت کی خبر پہنچاتا ہے!

یزید کچھ دیر سر بگریباں دم بخود رہا، پھر سر اٹھا کر کہا، میں اس پر راضی تھا، کہ بغیر قتل حسین میری اطاعت کی جاتی، لیکن میں اگر ان کے ساتھ ہوتا، تو حسین کو ضرور معاف کر دیتا۔ ناسخ التواریخ صفحہ 369

دربار یزید میں محضر بن ثعلبہ نام کے ایک شخص نے سیدنا حسین کی شان میں کوئی گستاخانہ جملہ کہا، تو یزید نے غصے سے کہا، محضر کی ماں نے ایسا کمینہ اور سخت لڑکا نہ جنا ہوگا، مگر ابن مرجانہ (ابن زیاد) کا خدا بُرا کرے۔ ناسخ التواریخ صفحہ 290

صاحب ناسخ التواریخ کے بیٹے" مرزا عباس قلی سپہر" جو رُکن سلطنت ایران بھی تھا، نے ایک کتاب طراز المذہب المظفری کے نام سے سیدتنا زینب بنت علی کے فضائل و مناقب پہ لکھی ہے!

اس کتاب میں وہ رقم طراز ہے!

یزید نے زین العابدین کے سامنے ان کے والد بزرگوار کا قصاص دس لاکھ درہم پیش کیا تھا۔

رافضی شہداء کربلا کے اصل نام بھی نہیں بتاتے، کئی نام اپنی طرف سے گھڑے ہوئے ہیں، اور ان کی پرانی کتب میں اور انساب کی کتب میں وہ نام مختلف ہیں، مثلاً میں چند ناموں کا تذکرہ کرونگا !

ابو بکر بن علی رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے۔ ریاض الشہادتین بحوالہ تصویر کربلا صفحہ 81

عمر بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ قمقام بحوالہ تصویر کربلا صفحہ 87

عثمان بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ قمقام بحوالہ تصویر کربلا صفحہ 87

ابو بکر بن حسن بن علی یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ ریاض الشہادتین بحوالہ تصویر کربلا صفحہ 81

عُمر بن حسن بن علی کربلا میں شدید زخمی ہوئے، لیکن علاج سے بچ گئے!

تصویر کربلا صفحہ 49 بحوالہ جلاء العیون و ریاض الشہادۃ

ان کا علاج کس نے کیا یا کس نے کروایا؟ تمام کُتب خاموش ہیں !

ظاہر سی بات ہے، یہ قافلہ دمشق یزید کے پاس ہی گیا تھا، اسی کے حکم سے اسی کے معالجین نے ہی علاج کیا ہوگا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

آج کے بعض رافضی لال بجھکڑ یہ بھی کہتے ہیں، کہ یزید کے بعد دنیا سے اس کا نام و نشان ہی مٹ گیا، اور کبھی کسی شخص نے اس کا نام بھی اپنے بچوں کے نام پہ نہیں رکھا!

ان لال بجھکڑوں کو چاہئے اپنے مذہب کی کُتب کا مطالعہ کریں، عام کتب کو چھوڑیں، اپنے مذہب کے محدثین اور راویوں کے حالات پہ مشتمل معتبر ترین اور معتمد ترین صرف دو کتب اٹھالی جئے!

تنقیح المقال للمامقانی اور منتہی المقال لابی علی، ان دونوں کتب میں 124 شیعہ محدثین اور راوی ایسے ہیں، جن کا نام یزید ہے!

بلکہ اسی پہ بس نہیں، ان دونوں کتب میں رافضیوں کے 41 محدثین اور راویوں کے نام معاویہ بھی ہیں!

اور میرے اہل سُنت کے لال بجھکڑ بھی یہی بات کہتے ہیں!

ان سے یہ گذارش کرونگا، اہل سنت کی اسماء الرجال کی کتب اٹھائیں، آپ کو معاویہ نام کے 197 اور یزید نام کے 53 محدثین و رواۃ ملیں گے!

خانوادہ حسین رضی اللہ عنہ کی پاکباز خواتین کا بنواُمیہ کس طرح احترام کرتے تھے، اس کی ایک مثال طبقات بن سعد جلد 10 صفحہ 439 پہ سیدہ فاطمہ بنت حسین کے تذکرہ میں موجود ہے!

مدینہ کے گورنر عبدالرحمن بن الضحاک بن قیس الفہری نے سیدہ فاطمہ کے دوسرے شوہر کی وفات کے بعد انہیں نکاح کا پیغام بھیجا، آپ نے انکار کر دیا، اس گورنر نے آپ کو دھمکی دی، کہ میں آپ کے بڑے بیٹے عبداللہ بن حسن پہ شراب پینے کا الزام لگا کے اسے کوڑے ماروں گا!

مدینہ منورہ کے قاضی ابن ہرمز کسی کام کے سلسلہ میں امیر المؤمنین یزید بن عبدالملک کے پاس جارہے تھے، سفر پہ روانگی سے قبل آپ کے پاس آئے، اور استفسار کیا! امیر المؤمنین کے نام کوئی

صاحبزادہ ضیاء ناصر

پیغام ہو تو مجھے دی جئے، میں ان تک پہنچادوں گا(امیر المؤمنین نے اہل بیتِ رسول کی خبر گیری کا حکم ان کو دے رکھا تھا، اسی لئے ابن ہرمز پوچھنے آئے) آپ نے سارا ماجرا ان کو بتا دیا، قاضی ابن ہرمز دمشق پہنچے، امیر المؤمنین یزید بن عبد الملک اُموی کو سارا قصہ سُنایا، امیر المؤمنین یہ سُنتے ہی آگ بگولا ہو گئے، غصے سے تخت سے نیچے اُترے، اور اپنی بید کی چھڑی زور سے زمین پہ ماری، اور کہا!

ابن ضحاک نے یہ جرات کیسے کی؟ فورا بعد ایک تیز رفتار قاصد حکم نامہ دے کے طائف کے گورنر عبد الواحد بن عبد اللہ نصری کے پاس بھیجا، کہ میں تمہیں مدینہ کا بھی گورنر مقرر کر رہا ہوں، مدینہ جا کے عبد الرحمن ابن ضحاک سے چالیس ہزار درہم تاوان بھی وصول کرو، اور اسے اتنی سزا دو، کہ میں یہاں دمشق میں اپنے فرش پر اس کی آواز سُنوں! کسی طرح ابن ضحاک تک بھی یہ خبر پہنچ گئی، وہ مکہ سے بھاگ گیا، اور امیر المؤمنین کے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کے پاس شام پہنچ کے پناہ لے لی! مَسلمہ نے اپنے بھائی یزید سے اسے بطور ہبہ مانگا، مگر امیر المؤمنین یزید بن عبد الملک نے انکار کر دیا، مسلمہ بن عبد الملک نے اسے واپس مدینہ بھجوا دیا، گورنر مدینہ نے اس سے چالیس ہزار درہم تاوان بھی وصول کیا، اور مار پیٹ کے علاوہ پورے شہر میں اسے مجرموں کی طرح گھمایا۔

طبقات ابن سعد جلد 10 صفحہ 439

سیدہ فاطمہ بنت حسین کی اس شکایت پہ امیر المؤمنین اپنے گورنر کو بھی مُعاف کرنے کو اس لئے تیار نہیں، کہ وہ انہیں اپنے خاندان میں سے سمجھتے تھے، اور شُرفاء اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ وہ سلوک نہیں کرتے، جو عبد اللہ بن سبا کی ذریت خانوادۂ حسین واہل بیت کی محترم و معزز پاکباز خواتین کے متعلق بازاری لب ولہجہ استعمال کرتے ہوئے کرتی ہے کہ!

ان کے سروں سے دوپٹے نوچے گئے!

نعوذ باللہ ان کے گریبان پھاڑے گئے !
ان کو ننگے سر بازاروں میں گھمایا گیا!
اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیوں کے ساتھ ایسا کچھ ہوا ہوتا!
تو کیا اللہ کا قہر ان لوگوں پہ نہ ٹوٹتا؟
کیا زمین کا وہ حصہ دھنس نہ جاتا جس پہ یہ ظلم برپا ہوتا؟
کیا کبھی اس ذریہ البغایا نے اپنی مُتعہ زادیوں کے متعلق بھی ایسی بکواسات لکھی یا بر سر منبر کہی ہیں؟
جو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیوں کے متعلق کہتے ہیں؟
ہر محرم میں بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی دشمنی کے راگ الاپنے والے رافضیت کے جھوٹے پروپیگنڈا سے مسموم اہل سُنت اکابرین !
بصد احترام میں آپ کو بتلاتا ہوں، بنو امیہ اور بنو ہاشم کے تعلقات سانحۂ کربلا سے پہلے اور اس سانحے کے بعد کیا تھے؟

آخری قسط کی ابتدا ایک عزیز دوست اعجاز بھٹی کے عطیہ کردہ شعر سے کرونگا

میرے الفاظ میں لپٹے ہوئے تابوت نہ کھول
لفظ جی اٹھے تو تو خوف سے مر جائے گا

آج کل سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ایک بات بڑے زور و شور سے کہی جاتی ہے، کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان زبردست دشمنی تھی، اور اسی دشمنی کا شاخسانہ سانحۂ کربلا بھی تھا، نیز یزید بن معاویہ کے بارہ میں یہ دُر فنطنی بھی چھوڑی جاتی ہے، کہ اس نے سانحۂ کربلا کے بعد کچھ اشعار کہے تھے، جن کا مفہوم یہ ہے، کہ

ہم نے اپنے بدر کے مقتولین کا آج بدلہ لے لیا!
حالانکہ یہ روایت بھی ان کا ایک سفید جھوٹ ہے!

یہ ہاشمیوں اور اُمویوں کی دشمنی کی کہانیاں بھی رافضیوں کی گھڑی ہوئی ہیں، اور اس کا اتنا زیادہ اور مسلسل پروپیگنڈا کیا گیا ہے، کہ بہت سارے سلیم الفطرت اہل علم بھی رافضیوں کے اس پروپیگنڈے کا شکار نظر آتے ہیں!

آیئے دیکھتے ہیں یہ ہاشم اور اُمیہ کون تھے؟ اور کس کس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے؟ اور ان میں کس قسم کے تعلقات تھے؟

ہاشم اور اُمیہ آپس میں سگے چچا بھتیجا تھے!

قبیلۂ قریش کے جد امجد عبد مناف کے ایک بیٹے کا نام عبد شمس تھا، اور دوسرے کا نام ہاشم تھا!
رسول اللہ ﷺ اسی ہاشم کی اولاد میں سے ہیں!

اور اُموی عبد شمس کے بیٹے اُمیہ کی اولاد میں سے ہیں!
اُموی بھی اسی طرح قریشی ہیں جس طرح ہاشمی قریشی ہیں!

(یہاں اپنے قارئین کے لئے ایک انتہائی اہم وضاحت کرنا چاہونگا چچازاد بھائیوں کے لئے ہمارے پنجاب کے دیہاتوں میں اکثر'' شریک یا اصل دشمن'' کا لفظ بولا جاتا ہے تحت اللفظ جس کا معنٰی دُشمن لیا جاتا ہے، عرب کلچر میں نہ تو زمانۂ جاہلیت میں کوئی ایسا تصور تھا اور نہ ہی بعد از اسلام!
ان کے ہاں چچازاد بھائیوں کو حقیقی بھائیوں ہی کی طرح سمجھا جاتا تھا یہ'' شریک اور دشمن'' کا تصور ہمارے ہاں سکھ اور ہندو کلچر سے آیا ہے)

صاحبزادہ ضیاء ناصر

نیز ہاشم اور عبد شمس (عبد شمس اُمیہ کے والد اور ہاشم چچا) توام یعنی جڑواں بھائی تھے، یہ بمعہ دیگر بھائیوں کے عہد جاہلیہ میں اقداح النضار یعنی سونے کے پیالے اور مجیرون بھی کہلاتے تھے !

یعنی عہد جاہلیت سے ہی بنو عبد مناف ایک جسد کی مانند سمجھے جاتے اور ان سب بھائیوں کے تعلقات مثالی تھے، بعد میں اگر کچھ کھٹ پٹ ہوئی بھی تو ایسی ہی جیسا کہ بعض اوقات رشتہ داروں میں ہو جاتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں !

بنی ہاشم اور بنی امیہ کی نام نہاد دشمنی کا پول ان کی اسلام سے قبل اور بعد کی رشتہ داریوں سے کھل جاتا ہے، پہلے میں ان کی اسلام سے قبل کی رشتہ داریوں کا تذکرہ کرونگا، پھر مابعد اسلام خصوصاً جنگِ جمل، جنگِ صفین اور سانحۂ کربلا کے بعد کی رشتہ داریوں کا !

سلیم الفطرت لوگ ان رشتہ داریوں کو دیکھ کے اس بات کو تسلیم کر لیں گے، کہ دشمنی کا پروپیگنڈہ بھی اسی طرح کا جھوٹ ہے، جس طرح باقی سارا مذہب شیعہ شر البریہ جھوٹ ہے !

بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کی دشمنی کا شور مچانے والے اہل سُنت بزرگوں سے دست بستہ یہ گذارش کرونگا، کہ آپ کی علمیت و بزرگی مجھے تسلیم ! لیکن کبھی رافضیت کے حُب اہل بیت کے میٹھے و گمراہ کن پروپیگنڈے اور چرسی تاریخ کی مدہوشی سے نکل کے کُتبِ انساب واسماءِ الرجال کا سرسری سا مطالعہ بھی کر لیا کریں، بے شک زیادہ باریک بینی سے نہ کریں، آپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، اور آپ ہر سال محرم میں جس خُبثِ باطن کا مظاہرہ کرتے ہیں اس سے تائب ہو جائیں گے !

ہاشمیوں اور امویوں کی ما قبل از اسلام رشتہ داریاں !

صاحبزادہ ضیاء ناصر

نبی اکرم ﷺ کی سگی پھوپھی سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا، اُمیہ کے پوتے حارث بن حرب کے نکاح میں تھیں، یہ حرب ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے والد اور یزید کے پردادا ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ کی سگی پھوپھی حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی سگی بھابھی تھیں!

نبی اکرم ﷺ کی سگی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع اُموی کے نکاح میں تھیں، فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پہ جو" علی" سوار تھے، وہ انہی زینب بنت رسول اللہ کے بیٹے تھے، اور انہی کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے شانوں پہ سوار کر کے بیت اللہ کی چھت سے بُت اتار کے نیچے گرانے کا حکم دیا تھا!

اور برِ صغیر کے ہمارے بھولے بھالے سُنیوں میں رافضیوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے شانوں پہ سوار ہو کے بیت اللہ کی چھت سے بُت اتارنے والے سیدنا علی بن ابی طالب تھے، اور بڑے بڑے اکابرین اہلِ سُنت ان کے اس جھوٹ کو صحیفۂ آسمانی سمجھتے ہوئے اس پہ ایمان لائے ہوئے ہیں، اور کبھی تحقیق کر کے سچ جاننے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی!

نبی اکرم ﷺ کی دوسری پھوپھی ام حکیم بیضاء رضی اللہ عنہا کا نکاح کریز بن ربیعہ ھاشمی سے ہوا، ان کے بطن سے عامر اور اروی پیدا ہوئے، ان اروی کا نکاح عفان بن العاص اُموی سے ہوا، جن کے بیٹے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفۂ ثالث ہیں، یعنی سیدنا عثمان رسول اللہ ﷺ کے رشتے میں بھانجے لگتے ہیں!

سیدنا عثمان بن عفان اُموی کی سگی پھوپھی اُم سعید بنت العاص کا نکاح عُتبہ بن ابو لہب ہاشمی کے ساتھ ہوا تھا!

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہند بنت ابو سُفیان اُموی کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی حارث بن نوفل ہاشمی سے ہوا تھا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خالہ بنت عتبہ بن ربیعہ اُموی کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا عقیل بن ابی طالب سے ہوا تھا! انہی کے بیٹے مسلم بن عقیل کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ بھیجا تھا جن کا تفصیلی تذکرہ پیچھے گذر چکا ہے!

سیدنا معاویہ کی والدہ ہند بنت عتبہ کی سگی چچازاد بہن فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ اموی کا نکاح بھی سیدنا عقیل بن ابی طالب ہاشمی سے ہوا تھا!

سیدنا ابو سفیان اُموی کی بہن اُم جمیل کا نکاح ابو لہب ہاشمی سے ہوا تھا، عتبہ، عتیبہ اور معتب اسی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے!

زمانہ قبل از اسلام کی یہ چند ہاشمی و اموی قرابت داریاں میں نے ذکر کی ہیں، ان میں لفظ نکاح سے کسی کو اشتباہ نہیں ہونا چاہیئے، نکاح سے مراد شادی کا وہ طریقہ جو قبل از اسلام رائج تھا!

بعد از اسلام ہاشمیوں و امویوں کی چند رشتہ داریاں!

رسول اللہ ﷺ کا نکاح اُم المؤمنین اُم حبیبہ بنت ابی سفیان اُموی رضی اللہ عنہما سے ہوا!

رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیوں رُقیہ اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہما کا یکے بعد دیگرے نکاح سیدنا عُثمان بن عفان اُموی سے ہوا، جب دوسری بیٹی بھی فوت ہو گئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!
میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں، تو میں عثمان سے یکے بعد دیگرے بیاہ دیتا، کیونکہ نہ مجھے عثمان سے بہتر داماد ملے گا، اور نہ عثمان کو مجھ سے بہتر سُسر ملے گا!

سیدتنا اُمامہ بنت ابی العاص اُموی یعنی رسول اللہ ﷺ کی سگی نواسی کا نکاح سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اُن کی وصیت کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہاشمی سے ہوا!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سیدتنا اُمامہ کا نکاح مغیرہ بن نوفل بن حارث ہاشمی کے ساتھ ہوا!

عائشہ بنت سیدنا عثمان اُموی کا نکاح سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہاشمی سے ہوا، ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ابو بکر اور عمُر رکھے گئے!

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بھانجی لیلیٰ اُموی یعنی یزید کی پھوپھی زاد بہن کا نکاح سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ہوا، ان کے بیٹے علی اکبر کربلا میں شہید ہوئے تھے!

مشہور شیعہ مجتہد علی نقوی اپنی کتاب " شہداء کربلا میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب کرتا ہے، کہ علی اکبر میں، بنو ہاشم کی شجاعت، بنو امیہ کی سخاوت اور بنو ثقیف کی خود مختاری کی تمام صفات بیک وقت موجود ہیں!

جنگ جمل اور صفین خصوصاً سانحۂ کربلا کے بعد کی رشتہ داریاں!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی سیدہ خدیجہ بنت علی کا نکاح مروان بن الحکم کے بیٹے امیر المؤمنین عبد الملک اُموی سے ہوا!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیٹی سیدہ رملہ بنت علی کا نکاح معاویہ بن مروان بن الحکم اُموی سے ہوا، یہ مروان بن حکم وہی ہیں، جنہیں شیعی پروپیگنڈا کے زیر اثر اہل سُنت بھی بُرا بھلا کہتے ہیں، یہ مروان اتنا ہی بُرا تھا، تو سیدنا علی کی دو بیٹیاں اس کے دو بیٹوں سے کیوں بیاہی گئیں؟ ان کی شخصیت کی تفصیل پھر کبھی ان شاء اللہ!

سیدنا علی کی ایک اور بیٹی عبد الرحمان بن عبد اللہ بن عامر اُموی سے بیاہی گئیں، یہ عامر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے، ان عامر کے بیٹے عبد اللہ جنگ صفین میں سیدنا معاویہ کے کیمپ میں تھے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بڑی شدت سے لڑے تھے، لیکن جنگ کے بعد انہوں نے اپنی بیٹی ہند کا نکاح سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے کیا۔

صاحبزادہ ضیاء ناصر

عبداللہ بن جعفر طیار ہاشمی کی بیٹی اُم محمد کا نکاح یزید بن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اُموی سے ہوا، یہ وہی خاتون ہیں، کربلا کے بعد سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا جن کے پاس رہ گئی تھیں، اور پھر وہیں ان کا انتقال ہوا، یہ سیدتنا زینب کی سوتیلی بیٹی تھیں! سیدتنا زینب دمشق میں اُموی قبرستان ہی میں مدفون ہوئیں، ان کا مزار تو کئی صدیوں کے بعد بنایا گیا جو آج بھی موجود ہے!

اولاد حسین و دیگر ہاشمیوں کی اُمویوں کے ساتھ رشتہ داریاں!

سیدہ سُکینہ بنت حسین جن کے بارہ میں عجیب و غریب کہانیاں تراشی گئی ہیں، کہ یزید کے دربار میں معاذاللہ کسی خبیث نے کہا تھا، کہ اے امیر یہ مجھے بخش دی جے، اور سیدتنا زینب نے اس کو اور یزید کو کھری کھری سُنائی تھیں، مُحرم میں تابوت سکینہ کا جلوس بھی نکالا جاتا ہے، اور یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے، کہ یزید کی قید میں وہ کمسن شہزادی فوت ہوگئی تھی، حقیقت اس کے برعکس ہے!
ان کا پہلا نکاح مصعب بن الزبیر سے ہوا، یہ عبداللہ بن الزبیر کے بھائی تھے، ان کے قتل ہو جانے کے بعد ان کا نکاح مروان بن الحکم کے پوتے الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروان اُموی سے ہوا، یہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے، ان کی کُنیت ابوزبان تھی، ان الاصبغ کی دوسری بیوی اپنی کُنیت اُم یزید سے مشہور تھیں، اور یہ یزید بن معاویہ کی سگی بیٹی تھی، کیا سیدنا حسین جیسے غیور انسان کی بیٹی اس آدمی سے نکاح کر سکتی ہے جس کی دوسری بیوی اُس کے باپ کے قاتل کی بیٹی ہو؟

انہی سیدہ سُکینہ کی تیسری شادی سیدنا عثمان بن عفان کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان اُموی سے ہوئی!

ان ہی سیدہ سُکینہ بنت حسین کا چوتھا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم سے ہوا، اُن میں سے ان کی ایک بیٹی ربیحہ تھیں!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ان ربیحہ بنت عبداللہ جو سیدہ سُکینہ کی بیٹی اور سیدنا حسین کی سگی نواسی ہیں کا نکاح مروان بن الحکم کے پڑپوتے العباس بن الولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا!

سیدنا حسین کی دوسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ کا پہلا نکاح تو حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما جنہیں حسن مثنیٰ کہا جاتا ہے سے ہوا تھا، ان کا دوسرا نکاح سیدنا عثمان بن عفان کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان اُموی سے ہوا، جن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے!

سیدنا حسین کے ایک پڑپوتے حسن بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا نکاح خلیدہ بنت مروان بن عنبسہ بن سعد بن العاص اُموی سے ہوا!

سیدنا حسین کے ایک اور پوتے اسحٰق بن عبداللہ الارقط بن علی بن حسین کا نکاح بھی اُموی خاندان میں ہوا، ان کی بیوی عائشہ بنت عمر بن عاصم بن عثمان بن عفان تھیں، یعنی یہ خاتون سیدنا عثمان کی پڑپوتی تھیں!

سیدنا حسین کے بھائی عباس بن علی جنہیں عباس علمدار بھی کہا جاتا ہے، اور یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے، کی پوتی سیدہ نفیسہ بنت عبیداللہ بن عباس بن علی ہاشمیہ کا نکاح یزید بن معاویہ کے پوتے عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ اُموی کے ساتھ ہوا!

اور یہ رشتہ خاندان یزید کے ساتھ اُس زمانہ میں ہوا، جب ان کے گھر میں اقتدار بھی نہیں تھا، خلافت آل مروان کے گھر میں جا چکی تھی، قاتلوں کے خاندان میں اپنی بیٹیوں کو غیرت مند لوگ بیاہا نہیں کرتے!

ان رشتہ داریوں کے تو کتب انساب میں اتنے شواہد ہیں، کہ کوئی عقل و شعور کا اندھا اور میں نہ مانوں کو حرز جاں بنانے والا شخص ہی ان رشتوں سے انکار کر سکتا ہے!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھتیجے حضرت محمد بن جعفر طیار بن ابی طالب کی صاحبزادی رملہ بنت محمد ہاشمیہ کا نکاح مروان بن الحکم کے پڑپوتے سلیمان بن امیر المؤمنین ہشام بن امیر المؤمنین عبدالملک اُموی سے ہوا، ان

صاحبزادہ ضیاء ناصر

کی وفات کے بعد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے ابوالقاسم بن الولید بن عتبہ بن ابوسفیان اُموی سے ہوا!

ان ابوالقاسم بن الولید کی والدہ لُبابہ بنت عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب ہاشمیہ تھیں، یعنی یہ سیدنا حسین کی چچازاد بہن تھیں، اوران کے خاوند ولید بن عُتبہ بن ابوسفیان اُموی تھے، جب سیدنا حسین نے پہلے مکہ اور پھر وہاں سے کوفہ جانے کے لئے مدینہ منورہ چھوڑا تھا، تو مدینہ کے عامل یہی ولید بن عتبہ تھے، یہ سیدنا معاویہ کے سگے بھتیجے اور یزید بن معاویہ کے چچازاد بھائی تھے، ان ولید بن عتبہ کے بیٹے ابوالقاسم جو یزید کا بھتیجا تھا، کے ساتھ سیدنا حسین کی بھتیجی کا نکاح ہوا!

سیدنا حسین کی سگی بھانجی سیدہ ام کلثوم جو سیدتنا زینب (شریکۃ الحسین) کی اپنے خاوند عبد اللہ بن جعفر طیار سے تھیں، کا نکاح پہلے اپنے چچازاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر طیار سے ہوا، اس خاوند سے صرف ایک بیٹی پیدا ہوئی جو جوان ہونے کے بعد حمزہ بن عبد اللہ بن الزبیر سے بیاہی گئیں، حمزہ کی وفات کے بعد دوسرا نکاح مکہ و مدینہ کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی (مشہور زمانہ ظالم ترین انسان) کے ساتھ ہوا، جس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، لیکن امیر المؤمنین عبد الملک نے حکماً علیحدگی کروادی، کہ تم قبائلی مقام ومرتبہ میں ہم قریشیوں (ہاشمیوں وامویوں) سے بہت کمتر ہو!

اس کے بعد ان کا تیسرا نکاح اُموی خاندان میں ابان بن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان کے انتقال کے بعد علی بن عبد اللہ بن عباس سے نکاح ہوا!

یزید بن معاویہ کی بیوی اُم محمد کی سگی بہن اُم ابیہا بنت عبد اللہ بن جعفر طیار ہاشمیہ کا نکاح امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان اُموی سے ہوا، کچھ عرصہ بعد طلاق ہوگئی!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

ان کا اگلا نکاح علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی سے ہوا، یہ دونوں بہنیں ام محمد اور ام ابیہا اور ان کے چار بھائی، عبداللہ بن جعفر طیار کی بیوی لیلٰی بنت مسعود بن خالد کے بطن سے تھیں، یہ لیلٰی بنت مسعود بن خالد پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، ان کی شہادت کے بعد سیدنا علی کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر سے نکاح کیا تھا!

سیدنا علی کے ایک نواسے اور سیدنا حسین کے سگے بھانجے علی بن عبداللہ بن جعفر طیار جنہیں علی الزینبی بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ سیدتنا زینب (شریکۃ الحسین) کے لخت جگر تھے، ان کی سگی پوتی ربیحہ بنت محمد بن علی الزینبی بن عبداللہ بن جعفر طیار کا نکاح اُموی خلیفہ یزید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا،
ان کی وفات کے بعد اسی خاندان میں بکار بن امیر المؤمنین عبدالملک کے نکاح میں آئیں!

ان کی وفات کے بعد صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس کے نکاح میں آئیں!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی محمد بن علی جنہیں محمد بن حنفیہ کہا جاتا ہے، کی پوتی ابوالہاشم عبداللہ کی صاحبزادی سیدہ لبابہ کا نکاح سعید بن عبداللہ بن عمرو بن سعید بن العاص اُموی سے ہوا، ان ابوالہاشم عبداللہ کو شیعہ فرقہ کیسانیہ کا امام مانا جاتا ہے!

یہ تیس سے زائد رشتہ داریاں جو اختصاراً میں نے ذکر کی ہیں، بنوہاشم اور بنوامیہ کے درمیان، زمانہ قبل از اسلام، زمانۂ نبوت، جنگ جمل و جنگ صفین کے بعد اور خصوصاً سانحۂ کربلا کے بعد اس بات کا بین ثبوت ہیں، کہ بنو اُمیہ اور بنوہاشم کے درمیان جس دُشمنی کا رافضیوں کی طرف سے پروپیگنڈا کیا جاتا ہے، وہ سفید جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں، وہ آپس میں اتنی گُنجلک رشتہ داریوں میں بندھے ہوئے تھے، کہ کسی خاندانی یا قبائلی دشمنی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا!

یہ تمام رشتہ داریاں اور ان کے علاوہ بھی بہت سی رشتہ داریاں قدیم ترین تمام کُتب انساب و چند دیگر کُتُب میں موجود ہیں، تحقیق کا ذوق رکھنے والے دوست، ان کُتب، کتاب نسبِ قُریش؛ جمہرۃ الانساب؛ انساب الاشراف؛

صاحبزادہ ضیاءناصر

کتاب المحبر؛ مقاتل الطالبین؛ کتاب المعارف لابن قتیبہ؛ کا مطالعہ کریں، اُنہیں اس سے دُگنی سے بھی زیادہ رشتہ داریاں بنواُمیہ و بنوہاشم کے درمیان ملیں گی!

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب منہاج السنہ سے ایک اقتباس پہ اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں؛

بلاشبہ یہ بھی درست ہے، کہ یزید نے حضرت حسین کی طرفداری بھی نہیں کی، نہ ان کے قاتلوں کو قتل کیا، نہ ان سے انتقام لیا، لیکن یہ کہنا بھی بالکل سفید جھوٹ ہے، کہ اس نے اہل بیت کی خواتین کو کنیز بنایا، ملک بملک پھرایا، اور بغیر کجاوے کے انہیں اونٹوں پہ سوار کرایا، الحمد للہ مسلمانوں نے آج تک کسی ہاشمی عورت سے یہ سلوک نہیں کیا، اور نہ اسے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حال میں جائز رکھا ہے!

یہ بات" بالکل" درست ہے، سیدنا حسین کی شہادت عظیم ترین گناہوں میں سے ایک گناہ تھی، جنہوں نے یہ فعل کیا، جنہوں نے اس میں مدد کی، جو اس سب سے خوش ہوئے، وہ سب کے سب اس عتابِ الٰہی کے مُستحق ہیں، جو ایسے لوگوں کے لئے شریعت الٰہیہ میں وارد ہے، لیکن حسین (رضی اللہ عنہ) کا قتل ان لوگوں کے قتل سے بڑھ کے نہیں، جو ان سے افضل تھے، مثلاً انبیاء، مؤمنین اولین، شہداء یمامہ، شہداء اُحد، شہداء بئر معونہ، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم اجمعین، بلکہ حضرت علی کے قاتل تو آپ کو نعوذ باللہ کافر و مرتد سمجھتے اور اس پہ یقین رکھتے تھے، کہ آپ کا قتل عظیم ترین عبادت ہے، اور سیدنا حسین کے قاتل تو ایسا نہیں سمجھتے تھے

منہاج السُنہ، للامام ابن تیمیہ رح

سانحۂ کربلا بلاشک وشبہ ایک بہت بڑا سانحہ تھا، جس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد عبداللہ بن سبا یہودی کی ذریت خبیثہ کو اسلام کو تہ تیغ کرنے کا سنہری موقع ملا، اور اس کی بنیاد اس سانحہ کے چالیس پچاس سال بعد پیدا ہونے والے ابو مخنف لوط بن یحیٰ ازدی کی کتاب مقتل الحسین بنی، جس کے ہر نُسخہ کی کہانی دوسرے نُسخہ سے مُختلف ہے!

اس کے بعد آنے والے تمام مؤرخین اسی کے خوشہ چیں رہے، ایک طرف کھل کے اسے کذاب اور دجال بھی لکھتے رہے، دوسری طرف تحقیق ودرایت کے زریں اصولوں کو پس پُشت ڈال کے اس کی جھوٹی کہانی کو یہ کہہ کے آگے بھی چلاتے رہے، کہ ہم جانتے ہیں، کہ یہ بندہ کذاب ہے، لیکن خبریں ساری اسی کے پاس موجود ہیں، اس لئے ہم اس سے لے کے آگے نقل کر رہے ہیں،

یہ جھوٹی کہانیاں اور واہی تباہی روایات نقل کرتے ہوئے قرآن مجید کے اس واضح حکم کو بھول گئے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ • سورة الحجرات آیت نمبر 6

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے، تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ!

خلاصۂ کلام:

عزیز دوستو! اپنے آپ کو نہ میں عالم سمجھتا ہوں، اور نہ ہی کوئی محقق؛
میں اک ادنٰی سا طالب العلم ہوں، اور مجھے اس بات پہ فخر ہے، کہ اللہ رب العزت نے میرے دل دماغ میں طلب علم کی تڑپ رکھی ہے، میں بارگاہ رب العزت میں ہمیشہ دست بستہ خواستگار رہتا ہوں، کہ اللہ کریم اپنے لُطف وکرم سے میری آخری سانس تک طلبِ علم کی اس تڑپ کو باقی رکھیں، آمین؛
جب اس سلسلۂ اقساط کو لکھنے کا ارادہ کیا تھا، تو ذہن میں زیادہ سے زیادہ دس گیارہ اقساط کا تخیل تھا، لیکن کچھ معترضین کے اعتراضات اور کچھ دوستوں کے سوالات کے جوابات بھی اقساط میں تحریر کرنے کی وجہ سے یہ مضمون تیس اقساط پہ چلا گیا، میرے اپنے ذہن میں ابھی بھی کچھ باتیں اور سوالات ایسے ہیں، جن کے جوابات کے بغیر یہ موضوع مکمل نہیں، لیکن انہیں میں یزید بن معاویہ کے دور میں ہونے والے دیگر دو واقعات، " سانحۂ حرہ اور سانحۂ مکہ " میں ذکر کرونگا ان شاءاللہ!

صاحبزادہ ضیاء ناصر

یزید بن معاویہ کے بارہ میں میرا ذاتی نکتہ نظر بھی اسی ضمن میں آئے گا ان شاء اللہ !

رافضی مُقتیوں کی نظر میں تو میں پہلے ہی " کھٹکتا ہوں دلِ شیطاں میں کانٹے کی طرح " کا مصداق ہوں، ان کے جھوٹے من گھڑت دین کی طرح جھوٹے اور من گھڑت فتوے میں ہمیشہ سے اپنے پاؤں کی نوک پہ رکھتا رہا ہوں، اور انہیں کبھی بھی پرِ کاہ سے زیادہ اہمیت ہی نہیں دی، البتہ میرے اپنے یعنی اہل سُنت کے تمام گروہوں (دیوبندی حیاتی، دیوبندی مماتی، بریلوی، اہل حدیث، سلفی وغیرہ وغیرہ) کے محققین کرام و مفتیان عظام اور اکابر پرست بایں معنٰی کہ بڑوں نے جو لکھ دیا، وہ غلط ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ بڑے ہیں، اسے من و عن ماننا، تسلیم کرنا، حرزِ جاں بنانا ہر فرض سے اہم فرض ہے، والی سوچ کے حامل دوست اپنے اپنے فتووں کی پٹاری ابھی سنبھال کے رکھیں، میں ان شاء اللہ انہیں پورا موقع دونگا، کہ وہ بھی رافضیوں کی معیت میں یک جان ہو کے مجھے نشانۂ ستم بنا سکیں، ابھی انہیں رُکنے کا اس لئے کہہ رہا ہوں، کہ اگر وہ بھی اسی وقت رافضیوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے ؟ تو شاید بعد میں انہیں شرمندہ ہونا پڑے !

اور میں اپنوں کو ہر گز شرمندہ دیکھنا نہیں چاہتا !

کچھ ایام کے بعد فراغت ملتے ہی سانحۂ حرہ و سانحۂ مکہ کو مکمل لکھ کے شئیر کرونگا، تاکہ آپ دوستوں کو قسطوں کا انتظار نہ کرنا پڑے !

اللہ کریم آپ سب کو اور مجھے بھی ہمیشہ اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھتے ہوئے صراط مستقیم پہ قائم رکھے ؛

آمین یارب العالمین

تحریر؛ صاحبزادہ ضیاء الرحمٰن ناصر